جدید نظرثانی اور اضافہ شدہ ایڈیشن

یاد رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں اُن کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے

القرآن

تڑپاتی ہیں ہمیں

اسلاف کی یادیں

کثیر کتابوں کے ہزاروں صفحات سے منتخب پُر موعظت وحکمت دلچسپ وحیرت انگیز واقعات کا حسین مجموعہ جس کا مطالعہ کبھی چہروں پر مسکراہٹ بکھیرتا ہے تو کبھی آنسوؤں کی لڑی پروتا ہے جو سفر کا بہترین مونس اور حضر کا غمخوار دوست ہے۔



مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی اسد اللہ عمر نعمانی

فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان

زمزم پبلشرز

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

جدید نظر ثانی ایڈیشن

تڑپاتی ہیں ہمیں

اسلاف کی یادیں

کثیر کتابوں کے ہزاروں صفحات سے منتخب پُر موعظت و حکمت دلچسپ و حیرت انگیز واقعات کا حسین مجموعہ جس کا مطالعہ کبھی چہروں پر مسکراہٹ بکھیرتا ہے تو کبھی آنسوؤں کی لڑی پروتا ہے جو سفر کا بہترین مونس اور حضر کا غمخوار دوست ہے۔

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی اسد اللہ عمر نعمانی

تلمیذ حضرت اقدس فقیہ العصر مفتی مولانا قاری سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ

مفتی جامعہ خلفاء راشدین اولکھ موڑ

مہتمم دارالعلوم حفصہؓ بنت عمرؓ فاروق محلہ سیالکوٹ موڑ (پھول نگر)

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی

فون ۷۷۲۵۶۷۳

جدید نظر ثانی ایڈیشن

کتاب کا نام ــــ اسلاف کی یادیں

تاریخ اشاعت ــــ مئی ۲۰۰۹ء

باہتمام ــــ احباب زمزم پبلشرز

سرورق ــــ احباب زمزم پبلشرز

مطبع ــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-2760374 - 021-2725673

فیکس: 021-2725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالھدی اردو بازار کراچی۔ فون: 2726509
- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ سرکی روڈ
- مکتبہ علمیہ، علوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

- **Darul Uloom Zakaria**
  P.O. Box 10786, Lenasia
  1820 Gauteng
  South Africa
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
  U.S.A
  Tel/Fax : 01204-389080

فہرست

عنوانات

عنوانات

عنوانات

عنوانات

عنوانات

عنوانات

عنوانات

عنوانات

عنوانات

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اللہ رب العزت نے تمام انسانوں کی اصلاح وفلاح کیلئے اپنی کائنات کی عظیم الشان ذوات قدسیہ کو عظمت انسانی کی بہت بڑی دلیل وصف رحمت ورأفت مودت و محبت کے اعلیٰ وارفع مرتبہ پر فائز کر کے دنیا میں مبعوث فرمایا انہوں نے دنیا میں تشریف لا کر معاندین ومخالفین کی فتنہ انگیزیوں ظلم وستم کی انتہا کے باوجود جذبۂ انتقام سے بے نیاز ہو کر نوع انسانی کو جہنم سے آزاد کرانے کی انتھک محنت فرمائی آخر میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب، شافع محشر ساقی کوثر کو جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

زباں پر بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لئے
محمدؐ حا مد حمدِ خد ا ...... بس
خد ا مد ح آ فر ین مصطفیٰ بس

رب العالمین نے آپ ﷺ کو ہر قسم کے وہ کمالات عطا فرمائے جو آپ ہی کا حصہ تھے۔

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرء من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء
رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

آپؐ سے پہلے نہ خوشبو تھی نہ رعنائی تھی
آپؐ آئے ہیں تو دنیا میں بہار آئی ہے
تو بشر بھی ہے مگر فخر بشر بھی تو ہے
مجھ کو تو یاد ہے بس اتنا سراپا تیرا
چشم کلیم ایک تجلی میں بک گئی
جلووں کی واردات ہے سیرت رسولؐ کی
چمکا ہے تیری ذات سے انسان کا مقدر
تو خاتم دوراں کا درخشندہ نگیں ہے

آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور انسانوں پر وہ بے مثال محنت فرمائی جس کا نظارہ کبھی چشم فلک نے بھی نہ کیا ہوگا۔ باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح ستایا گیا مگر آپ ﷺ بدلہ تو کیا لینا تھا مخالفین کے لئے باوجود کہنے کے بھی بددعا تک بھی نہ کی۔

سر سے پاؤں تک جہاں دیکھو
ہر ادا کہتی ہے یہیں دیکھو
فدا ہوں آپؐ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ ہیں بے تاب دل ایک ہے
رہ حیات کی تاریک رہ گزاروں پر
تمہارا نام ہی کافی ہے روشنی کے لئے
سو بار صدقے کے ہو کے بھی یہ چاہتا ہے دل
سو بار اور آپؐ کے قربان جایئے

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی اس عظیم الشان محنت کا ثمرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صورت میں ظاہر فرمایا۔

بہار گلشن طیبہ کے منظر یاد آتے ہیں
گلستان خلافت کے گل تر یاد آتے ہیں
ہمیشہ جانثاران پیمبر یاد آتے ہیں
جو دنیا جگمگاتے تھے وہ گوہر یاد آتے ہیں
چراغ مسجد و محراب و منبر یاد آتے ہیں
ابوبکرؓ عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ یاد آتے ہیں
زبیرؓ و طلحہؓ و عباسؓ جعفرؓ یاد آتے ہیں
وہ شیدائے نبیؐ اخلاص پیکر یاد آتے ہیں
سر تسلیم خم تھے جن کے اندازِ نبوۃ پر
ادب سے دم بخود رہتے تھے آوازِ نبوۃ پر
ہماری جب نظر پڑتی ہے آغازِ نبوت پر
فداکاری کے وہ جذبات اکثر یاد آتے ہیں
زمین و آسماں کروٹ بدلتے ہیں پئے ہجرۃ
مدینہ کا ارادہ کر کے چلتے ہیں پئے ہجرۃ
رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلتے ہیں پئے ہجرۃ
رفاقت کے لئے صدیقؓ اکبر یاد آتے ہیں
نہیں ملتے انیس شام تنہائی نہیں ملتے
شب ہجرت رفیق راہ پیمائی نہیں ملتے
خدا ملتا ہے لیکن ایسے شیدائی نہیں ملتے
ہمیں حالات غار ثور اکثر یاد آتے ہیں
دعا کی نصرتیں شامل تھیں اقرار رسالتؐ میں
عمرؓ جس شان سے آتے ہیں وہ تیور یاد آتے ہیں

ہزاروں بانکپن تھے اس فداکار رسالتؐ میں
نظر انداز ہو سکتے ہیں اخلاص کے رشتے
چھپائے سے کہیں چھپتے ہیں حسن خلق کے جلوے؟
عمرؓ حسنینؓ کو سب سے سوا ہر چیز دیتے تھے
محبت کے وہ افسانے برابر یاد آتے ہیں
نقوش معرفت ہر قلب مؤمن میں ابھرتے ہیں
کمال وصبر واستقلال کے جلوے نکھرتے ہیں
تلاوۃ جب کبھی ہم آئینہ یکفی کی کرتے ہیں
حیا گستر، شہید حلم پرور یاد آتے ہیں
نئے فتنے کا دنیا میں کبھی جب شور ہوتا ہے
نمایاں جب کسی فرقہ کے دل کا چور ہوتا ہے
نظام عالم اسباب جب کمزور ہوتا ہے
علی مرتضٰی فتاح خیبر یاد آتے ہیں
نظر کے سامنے ہے آج بھی آئینہ ہر منظر
جمال رحمۃ اللعالمین کے سایہ میں اٹھ کر
گرے جو برق بن کر عظمۃ کسری وقیصر پر
ہمیں شمشیر خالدؓ کے وہ جوہر یاد آتے ہیں
اللہ کا کرم راہ عمل میں کار فرما تھا
خدا کی رحمتیں تھیں شامل اہل وفا کیا کیا؟
کبھی جب ذکر آجاتا ہے جنگ قادسیہ کا
بشارت یاب سعدؓ فتح پیکر یاد آتے ہیں
شرف افروز تھی جن کی وفا چشم پیمبر میں

شجاعت جن کے حصہ میں بسالت جن کے پیکر میں
جو بے باکی سے گھوڑے ڈال دیتے تھے سمندر میں
ہمیں اب وہ رضاء حق کے خوگر یاد آتے ہیں
جہادوں میں چمکتی تھی خدا کی تابش نصرۃ
صفاء قلب کی اللہ اکبر رفعۃ و عظمت
جنہوں نے روم سے کی دور شرک وکفر کی ظلمت
امیرؓ شام کے پر جوش لشکر یاد آتے ہیں
عبادت یا ریاضۃ کا اگر کچھ ذکر آتا ہے
محبت کا اخوۃ کا اگر کچھ ذکر آتا ہے
شجاعت اور بسالت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے
تو خولہ بنت از در ابن ازور یاد آتے ہیں
عرب کے ریگزاروں میں صحابہؓ مظہر حق تھے
خلافۃ کی بہاروں میں صحابہؓ مظہر حق تھے
وفا کے شاہکاروں میں صحابہؓ مظہر حق تھے
کوئی بھولے، مگر ہم کو برابر یاد آتے ہیں

اور پھر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محنت کا ثمرہ حضرات تابعین رحمہ اللہ تعالیٰ آئمہ مجتہدین بزرگان دین اہل اللہ علماء کی صورت میں ظاہر ہوا زیر نظر کتاب میں ان ہی حضرات کے ناقابل فراموش اور نصیحت آموز واقعات کو جمع کیا گیا ہے، تاکہ ہم اپنے اسلاف کے ان واقعات کو پڑھ کر اپنے ایمان کو جلا بخشیں اپنی زندگیوں کو سنواریں اس کتاب کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوگا کہ عشاقِ نبوی نے کس طرح اپنی زندگی میں عشق نبوت کی لاج رکھی اور چمن اسلام کی آبیاری کے لئے کس طرح اپنا خون و پسینہ ایک کیا۔

باقی یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ واقعات کی کتاب ہے عقائد کی نہیں بعض جہلاء کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ کی ان کرامات کو پڑھ کر ان سے عقائد کا استنباط شروع کر دیتے ہیں اور اس میں یہاں تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ صفات خداوندی کو مخلوق خدا میں ثابت کرنے کو عین ایمان جانتے ہیں اور درست عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر تک کرنے لگ جاتے ہیں یہ بات انتہائی خطرناک۔ ہے اللہ رب العزت ہم سب کو اس سے محفوظ رکھیں۔

اس کتاب کی جمع ترتیب میں جامعہ ہذا کی تمام معلّمات و طالبات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کی نقل و تبیض میں بہت محنت فرمائی۔

خصوصاً محترمہ حافظہ ام الانعام صاحبہ بنت چوہدری ظہور احمد صاحب دینہ رئیسہ دار العلوم سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محترمہ معلّمہ ر۔ بنت حضرت مولانا قاری محمد احمد صاحب۔ مانگا منڈی۔ محترمہ معلّمہ ر بنت جناب عظیم الدین صاحب روڈے

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کی تبیض و ترتیب میں کام کرنے والی تمام معلّمات و طالبات اور احقر کی سعی کو اپنے دربار میں شرف قبولیت عطا فرمائے (آمین) بجاہ النبی الکریم۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
در کریم پہ بندوں کو کیا نہیں ملتا
جھولیاں سب کی بھرتی جاتی ہیں
دینے والا نظر نہیں آتا
رحمان و مستعان وروٴف و رحیم ہے
اس کے سوا بھلا کوئی ایسا کریم ہے

محمد اسداللہ عمر نعمانی غفرلہ
خادم حدیث ودار الافتاء
دار العلوم سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا (للبنات) پھول نگر
۱۹/۳/۲۰۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿میرے آقا! میں نے تنہائیوں میں بھی تجھے یاد نہ کیا﴾

محمد بن سماک کہتے ہیں کہ موسیٰ بن سلیمان ہاشمی اپنے تمام بھائیوں میں آرام دہ زندگی گزارنے والا اور کھلے دل کا آدمی تھا خواہشات نفسانیہ کو پورا کرتا تھا۔ کھانا، پینا، عمدہ لباس، بہترین خوشبو، لونڈی غلام وغیرہ سب کچھ اس کے پاس موجود رہتا تھا، اس کو اپنے عیش اور لذتوں کے علاوہ کسی اور چیز کا غم نہیں تھا۔

وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا اس کا چہرہ صفائی میں اور سفیدی میں چاند کی طرح تھا۔ نمکینی کے ساتھ رنگ سرخی مائل تھا۔ بال گہرے کالے اور گھنگریالے تھے ناک خمیدہ تھی۔ آنکھیں سرمگیں تھیں اور ان کا رنگ گہرا تھا اس کی آنکھیں ہرن کی آنکھوں کی طرح دیکھنے والے کو مسحور کر دیتی تھیں، پلکیں لمبی اور مفصل تھیں گویا ان کو قلم سے بنایا گیا ہو منہ چھوٹا، ہونٹ پتلے، دانت چمکیلے، زبان فصیح، گفتگو میٹھی اور آواز پست تھی اللہ کی نعمتیں اس پر کامل تھیں۔ اپنی جائیداد اور اراضی سے پیداوار حاصل کرتا تھا، سالانہ تقریباً ۳۳ لاکھ کی آمدنی تھی۔ یہ سارا مال خوش عیشیوں میں ہی اڑا دیا کرتا تھا، وہ اپنی جوانی، اور ہر خواہش میں ساتھ دینے والی دولت کی وجہ سے خود پسند ہو گیا تھا۔

اس کا ایک بالا خانہ تھا جس میں وہ شام کو بیٹھتا تھا اور لوگوں کو دیکھا کرتا تھا اس بالا خانے کا دروازہ شارع عام میں بھی کھلا کرتا تھا اور دوسرے دروازے اس کے باغیچوں میں کھلتے تھے اس میں ہاتھی کے دانت کا ایک مخروطی قبہ بھی بنوایا تھا جس کی سجاوٹ چاندی کی تھی اور اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا، قبے کے اوپر عمدہ ریشمی پردہ تھا اور اندر سے اس کو دھنے ہوئے ریشم سے بھر دیا گیا تھا قبے کے اندر سونے کی زنجیریں لٹکی ہوئیں تھیں جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور پورا قبہ سرخ

یاقوت، سبز زمرد، اور زرد عقیق سے چمکتا تھا ان میں سے ہر ایک دانہ بادام کے برابر کا تھا، دروازوں پر سونے کے ٹانکے والے آرائشی پردے تھے، قبہ کے اردگرد تیس شمعیں تھیں چاندی کے تیل طشتریوں میں تھے ہر طشتری کا وزن ہزار درہم تھا، ہر پانچ طشتریوں پر ایک غلام کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں سو مثقال کے برابر سونے کی تلوار تھی غلام کے لباس مختلف النوع تھے اور پٹکوں پر جواہرات جڑے ہوئے تھے ہر کھڑکی کے باہر قندیلیں چاندی کی زنجیروں سے لٹکی ہوتی تھیں جن میں تیل کی جگہ خالص پارہ استعمال ہوتا تھا۔

یہ خود (موسیٰ بن سلیمان) ایک چارپائی پر بیٹھتا تھا جس پر نقش ونگار کیا ہوا ایک پردہ تھا سر پر موتیوں سے آراستہ پگڑی تھی کمرے میں اس کے ساتھ ساتھی اور ہم مجلس لوگ رہتے تھے خوشبو کی انگیٹھیاں مسلسل سلگتی رہتی تھیں سر پر غلام کھڑے رہتے تھے جن کے ہاتھوں میں پنکھے اور مورچھلیں تھیں، گانے والی لونڈیاں قبے سے باہر ایک مجلس میں آمنے سامنے بیٹھا کرتی تھیں وہ ان کو دیکھتا تھا۔ جب دائیں جانب نظر ڈالتا تو پسندیدہ ہم نشین نظر آتے تھے جن کے ساتھ گفتگو سے مانوس ہوتا تھا بائیں جانب دیکھتا تو محبوب دوست اور ساتھی نظر آتے، نظر اوپر اٹھاتا تو اس کے چنے ہوئے غلام نظر آتے، اطراف مجلس پر نظر ڈالتا تو گانے باجے والے غلام اور لونڈیاں اس پر قربان ہونے کے لئے تیار تھے اور اس کے حکم پر کان لگائے بیٹھے تھے اور ان کی آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں کسی اور جگہ دھیان نہیں رکھتے تھے وہ بات کرتا تو سب خاموش ہوجاتے، وہ کھڑا ہوتا تو سب کھڑے ہوجاتے، گانا سننا چاہتے تو ستار کی طرف دیکھتا اور جب گانا روکنا چاہتا تو ہاتھ سے ستار کی طرف اشارہ کرتا تو وہ خاموش ہوجاتے اور یہ اشارات سب کو معلوم تھے۔

یہی مشغلہ رہتا تھا یہاں تک کہ رات اکثر نکل جاتی تھی اور اس کی عقل پر نیند کا غلبہ ہوجاتا تھا پھر ہم نشین نکل جاتے تھے وہ خود باد باندیوں میں اکیلا رہ جاتا تھا جب

صبح ہوتی تو شطرنج اور چوسر کے کھیل کو دیکھنے میں مشغول ہو جاتا تھا اس کی مجلس میں موت، مرض اور غم کا تذکرہ بالکل نہیں ہوتا تھا صرف خوشی کی باتیں ہوتی تھیں اور وہ لطیفے جن سے ہنسی آتی ہے روزانہ مختلف قسم کی تازہ خوشبوؤں کا انتخاب کرتا تھا۔

اسی حالت میں اس کو ستائیں سال ہوئے ایک دفعہ وہ اپنے قبے میں بیٹھا ہوا تھا رات کا ایک حصہ گزر چکا تھا اچانک اس نے ایک نرم اور انتہائی پر اثر نغمہ سنا جو اس نغمے سے مختلف تھا جو اس کے گویے سناتے تھے، اس نغمے نے اس کے دل کے گوشوں کو قابو کرلیا، اور وہ اپنی اس حالت عیش سے یکسر غافل ہو گیا، اس نے گویوں کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ دیکھا تو وہ نغمہ کبھی سنائی دیتا ہے اور کبھی رک جاتا ہے اس نے غلاموں کو آواز دی اور کہا کہ اس آواز والے کو تلاش کرو اس وقت اس پر شراب کا اثر تھا۔

غلام ڈھونڈنے کے لئے نکلے انہوں نے دیکھا ایک لاغر اور کمزور جسم والا نوجوان ہے جس کی گردن پتلی، رنگ زرد، ہونٹ خشک، پیٹ پیٹھ کے ساتھ چپکا ہوا ہے، اس کے بدن پر دو پرانے کپڑے ہیں، پاؤں ننگے ہیں، مسجد میں کھڑا ہے، اپنے رب کی بارگاہ میں محوِ دعا ہے۔

غلاموں نے اس کو مسجد سے نکالا اور لے گئے اس کے ساتھ بات نہیں کی یہاں تک کہ اس کو اس کے امیر کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیا اس نے دیکھا اور پوچھا یہ کون ہے؟ غلاموں نے کہا یہ وہ نغمے والا ہے جو تم نے سنا اس نے کہا کہاں سے ملا؟ انہوں نے کہا مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور تلاوت کر رہا تھا، اس نے کہا اے نوجوان تو کیا پڑھ رہا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا کلام، کہا مجھے بھی وہ سنا دو گے؟

نوجوان نے بلا تاخیر قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی، پھر کیا تھا؟

ایک طرف رب العلمین کا فصاحت وبلاغت وتاثیر میں سارے کلاموں کو عاجز کر دینے والا بے مثال، اور کلاموں کا بادشاہ کلام۔

اور دوسری طرف عشق خدا اور رسول میں سرشار ایک سچے اور کامل محبّ ومؤمن زاہد کی پر

دردآواز، تیسرا خیر خواہی کے پر جوش جذبے سے آیات کا عجیب انتخاب، اوراوپر سے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی پرسوز نصائح نے پتھر پرلکیر سے زیادہ ایسے گہرے خطوط اس کے دل دماغ پر چھوڑے کہ دنیاوی زندگی کے آثار تو مٹ گئے مگر یہ نشانات کمزور بھی نہ پڑے۔

آیات مع ترجمہ درج ذیل ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ، عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ، تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ ، یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ، خِتٰمُہٗ مِسْکٌ ، وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ، وَمِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ، عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ (المطففین آیت:۲۲ تا ۲۸)

ترجمہ: ’’بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے ، تختوں پر بیٹھ کر (نظارے) دیکھیں گے ، (اے مخاطب) تو دیکھے گا انکے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی ، ان کو پلائی جائیگی خالص شراب جوسربمہر ہو گی ، اس کی مہر کستوری کی ہوگی ، اور اس (بات) میں چاہیئے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے ، اور ملاوٹ اس (شراب طہور) کی تسنیم سے ہوگی ،

(وہ تسنیم) ایک چشمہ ہے جس سے پئیں گے مقرب لوگ ،

پھر اس نوجوان نے اس امیر کو مخاطب کر کے کہا:

اے مغرور شخص جنت کی نعمتیں تیری اس مجلس کی طرح نہیں ہیں، وہاں تو اونچے اونچے بچھونے ہیں، اور تکیے ہیں جن کا استر دبیز ریشم کا ہے، سبز سندس ہیں اور قیمتی نفیس بچھونے ہیں۔ اللہ کا دوست ان کے اوپر جھانک کر دیکھے گا، دو نہروں کو جو دو باغوں میں بہتی ہیں جن میں ہر میوہ دو دو قسم کا ہوتا ہے نہ پہلے کسی نے توڑا ہے اور نہ آئندہ ختم

ہونے والے ہیں، خوش عیشی ہوگی، بلند باغات میں کوئی لغوبات نہیں سنے گا، سایوں میں اور چشموں میں رہے گا، جہاں میوے دائمی ہیں، یہ انجام پرہیز گاروں کا ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے، جس کو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا، اور وہ اس میں رہیں گے ناامید بن کر جس دن ان کو اوندھے منہ جہنم میں گھسیٹا جائے گا اور کہا جائے گا آگ کا مزہ چکھو، جس دن مجرم چاہے گا کہ اپنے بچے دے کر جان چھڑائے، وہ اس دن سخت مشقت میں ہوں گے اور شدید عذاب اور خدا کی ناراضگی میں ہوں گے اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں ہیں۔

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ　　　بہر سرافگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ　　　چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو نے منصب بھی اگر پایا تو کیا　　　گنج سیم وزر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالی شان بھی گر بنوایا تو کیا　　　دبدبہ بھی اپنا اگر دکھلایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

موسیٰ بن سلیمان ہاشمی نے کھڑے ہوکر نوجوان کو گلے لگالیا اور رونا شروع کیا ہم نشینوں کو چیخ کر کہا: چلے جاؤ خود اپنے گھر کے صحن میں گیا اور اس نوجوان کے ساتھ ایک بوریا پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر بین کرنے لگا۔ نوجوان اس کو وعظ سناتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور اس نے اللہ سے وعدہ کیا کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کرے گا صبح کو اس نے اپنی توبہ کا اظہار سب کے سامنے کیا، اور مسجد میں جا کر عبادت شروع کردی سونا، چاندی، جواہرات، لباس سب کو بیچنے اور صدقہ کرنے کا حکم دیا آمدنی کو بند کردیا، اور حکومت کی طرف سے دی گئی جاگیروں کو واپس کردیا، اپنی جائیداد غلام باندیاں سب کے سب بیچ دیئے اور کچھ کو آزاد کردیا اور حاصل شدہ قیمت کو صدقہ کیا، کھردرے

کپڑے پہن لئے جو کی روٹی کھانا شروع کی رات کو نماز پڑھتا تھا دن کے وقت روزہ رکھتا تھا، نیک لوگ اس کے پاس آتے تھے اور اس سے کہتے تھے کہ اپنے بدن پر ذرا نرمی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے۔ چھوٹے سے عمل کو بھی قبول کر لیتا ہے، اور بڑے عمل کا ثواب بھی دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے، اے لوگو! میں اپنے آپ سے زیادہ واقف ہوں میرا جرم سنگین ہے میں نے دن رات اپنے آقا کی نافرمانی کی ہے، پھر وہ رونے لگتا ہے اور بہت دیر تک روتا رہتا ہے۔

کس کام کا ہے وہ دل جس دل میں تو نہ ہو
بس ناکام وہ گل ہے جس گل میں بو نہ ہو
حجروں میں لاکھ بیٹھیئے خلوت مگر کہاں
جب تک جان و دل میں بسا تو ہی تو نہ ہو

پھر وہ پیدل ننگے پاؤں حج بیت اللہ کے لئے نکلا، اس کے بدن پر کتان کا ایک کھردرا کپڑا تھا اور ایک توشہ دان تھا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ جا پہنچا حج بیت اللہ کیا اور وہاں قیام پذیر ہو گیا۔

رات کے وقت حجرے میں جا کر روتا تھا، اور کہتا تھا اے میرے آقا! میں نے تنہائیوں میں بھی تجھے یاد نہیں کیا، میں نے اپنی لذتیں اڑالیں، اب صرف سزائیں رہ گئی ہیں، میرے لئے ہلاکت ہے جس دن تیرے سامنے آؤں گا، اور جس دن میرا اعمال نامہ کھولا جائے گا، جو میری رسوائی اور گناہوں سے بھرا ہوا ہوگا، بلکہ تیری ناراضگی کی وجہ سے مجھ پر ہلاکت تو آ چکی ہے، تیرے احسانات کا میں نے گناہوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور تو میرے کردار سے واقف ہے۔ میرے آقا میں تیرے سوا کس کے پاس جاؤں گا؟ اور تیرے سوا کس سے پناہ طلب کروں گا، آقا میں تجھ سے جنت مانگنے کا اہل نہیں ہوں بلکہ میں تیری دوزخ سے مغفرت طلب کرتا ہوں تو ہی معاف کرنے والا ہے۔

نفس وشیطان دونوں نے ہائے مل کر مجھ کو کیا ہے تباہ
اے مولا میری مدد کر چاہتا ہوں میں تیری پناہ
مجھ سا خلق میں کوئی نہیں گو بدکار و نامہ سیاہ
تو بھی مگر غفار ہے یارب بخش دے میرے سارے گناہ

محمد بن سماک رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ میں ایک رات طواف میں تھا اچانک اس کے رونے اور نوحہ کی آواز سن لی جس نے میرا دل ہلا دیا اور مجھے بے چین و بے قرار کر دیا میں نے طواف چھوڑ دیا اور حجرے میں چلا گیا، میں نے اس کو نہیں پہچانا، میں نے اس سے کہا۔

اے دوست تم کون ہو؟

میں دیکھتا ہوں تم کم عمر ہو، زخمی دل، غمگین لگتے ہو، تیرے رونے میں غم اور پریشانی نمایاں ہے اور بہت زیادہ روتے ہو، قصہ کیا ہے؟ حالانکہ میں باوجود اس کے کہ سن رسیدہ ہوں گناہ گار ہوں اور خطاؤں کا بوجھ میرے سر پر ہے (اس کے باوجود اس قدر نہیں روتا)۔

ہاشمی نے میری طرف دیکھا تو مجھے پہچان لیا اور کہا تم وہ نہیں جس نے مجھے نصیحت کی تھی اور میں اپنی گمراہیوں میں منہمک تھا ضلالت کے نشے میں مبتلا تھا، اور تیری طرف توجہ بھی نہیں کرتا تھا میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہوں آپ نے مجھے بصرہ میں دیکھا۔

محمد بن قاسم سماک نے کہا کہ اس کی بات سے مجھ پر دہشت طاری ہوگئی میں اس کے قریب ہوا اور اس کے ساتھ گلے ملا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور میں نے کہا: تجھ پر قربان ہو جاؤں تم ابوالقاسم ہو بتاؤ ماجرہ کیا ہے؟

اس نے کہا میرے معاملے کو چھپاؤ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں لوگوں کو علم ہو جائے۔ انعام و اکرام و احسان والے آقا نے مجھے میری غفلت سے نکالا اور مجھے اپنے عیوب کا بینا بنایا،

جب تک نہ تھی حال کے اپنی خبر　　دیکھتے رہے اوروں کے عیب و ہنر

جب سے پڑی اپنی برائیوں پہ نظر نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

چنانچہ میں نے وہ ساری لذتیں ترک کر دیں جو تم نے دیکھیں اب میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں، پس کیا وہ مجھ سے اس کو قبول کر لے گا؟ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھ سے اعراض نہ کرے۔

محمد بن سماکؒ کہتے ہیں کہ اس کی باتوں نے مجھے رلایا میں نے اس سے کہا میرے دوست تجھے مبارک ہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اللہ کے نزدیک توبہ کرنے والے نوجوان سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

جب اس نے یہ بات سنی تو اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی اس ڈر سے کہ لوگ اس کے رونے پر جمع ہو جائیں گے، پھر وہ کھڑا ہو گیا اور مجھے کہا اے میرے طبیب میرے ساتھ چلو، میں اس کے پیچھے چلا گیا وہ باب الحناطین سے نکلا وہ بار بار مجھے مڑ کر دیکھتا تھا اور اس نے اپنے پیٹ کو ہاتھوں سے تھاما ہوا تھا یہاں تک کہ ایک دروازے پر پہنچا مجھے اس کے اندر لے گیا اور اوپر کسی کمرے میں لے جا کر بٹھا دیا اور کہا میں آج تک تیری ملاقات کا شوقین رہا ہوں تا کہ تم میرے زخموں کو اپنے کلام کے مرہم سے علاج کرو۔ میں نے کہا اے ابوالقاسم! رب العالمین نے اپنی مہربانی سے تجھے خوش نصیب بنایا اور خواب غفلت سے بیدار کیا، اب تم اس توفیق پر اس کا شکر ادا کرو اس کی نعمتوں پر اس کی تعریف اور مدح کرو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تجھے اس سے کہیں زیادہ عوض عطا فرمائے گا جس چیز کو تو نے اس کے خوف سے ترک کر دیا۔

اے ابوالقاسم! موت کو آنکھوں کے سامنے رکھو، اور یاد رکھو کہ تمہارے سامنے ایک گھاٹی ہے جسے کل عبور کرنا ہے، اس سے صرف وہ لوگ پار ہو سکتے ہیں جو اللہ کے محارم (حرام کردہ چیزوں) سے بچتے ہیں اور وہ ایسا پل ہے جس سے صرف وہ شخص گزر سکتا ہے، جو حقوق کے بوجھ سے فارغ ہو، جس کے نیچے آگ ہے اور اس میں

گرنے کا خدشہ ہے پس تیاری میں رہو اور جواب حاضر رکھو کیونکہ تم جاننے والے ہو کہ کس کے پاس جاؤ گے احکم الحاکمین کے پاس تجھے جانا ہے، اس عادل کے پاس جاؤ گے جو ظلم نہیں کرتا، جو یوم جزا میں بدلہ دینے والا ہے، جس دن مال و اولاد کسی کام کے نہیں ہوں گے۔ ہاں وہ شخص جو اللہ کے پاس پاک وصاف دل کے ساتھ پہنچے۔

وہ خاموشی سے سن رہا تھا، پھر اس نے سر جھکایا اور فکر مند ہو گیا مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ میری باتوں کو نہیں سمجھ رہا ہے اس لئے میں اس کے پاس سے اٹھ کر نکل گیا صبح ہوئی تو میں اپنی مصروفیات میں لگ گیا، جب ظہر کا وقت ہو گیا میں طواف میں تھا اچانک دیکھا کہ لوگ باب الصفا کی طرف دوڑ رہے ہیں، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا ایک پردیسی شخص کا جنازہ ہے میں بھی نکلا، اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

اس سے میرے دل پر بہت اثر ہوا اور فوراً میں رات والے گھر میں گیا لوگوں نے کہا کہ تم وہ رات والے شخص نہیں ہو؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کہا جب تم یہاں سے نکلے تو اس شخص نے یہ کہنا شروع کیا، ہائے میرا دل ہائے میرے گناہ، یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور وہ رو رو کر یہی کہہ رہا تھا، اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا، جب صبح ہوئی تو ہم نے اس کو نماز کے لئے جگانا چاہا تو وہ دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ اس کی جانکنی پر کوئی حاضر نہیں تھا، اور اس کی آنکھوں کو بھی کسی نے بند نہیں کیا تھا۔

لیس الغریب غریب الشام والیمن
ان الغریب غریب اللحد والکفن

میں نے لوگوں سے پوچھا: تم لوگ اس کو جانتے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں، ایک مسافر تھا جو حج کے لئے آیا تھا اور ہمارے پاس ٹھہرا تھا ہم نے اس جیسا کوئی پہلے نہیں دیکھا تھا، رات کو نماز پڑھتا تھا اور روتا رہتا تھا، ایسا لگتا تھا کہ تمام بندوں کے گناہوں کا سوال اسی سے ہوگا، اس کے کھانے کمانے کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں تھا، اور وہ کسی کے تحفہ ہدیہ کو

قبول نہیں کرتا تھا۔ میں نے پوچھا تمہارے پاس رہتے ہوئے اس کو کتنا عرصہ ہوا؟ انہوں نے کہا دو سال میں نے کہا تمہارے جاننے سے اللہ تعالیٰ کا اس کو جاننا بہتر ہے۔
(فضائل الصدقات روض وغیرہ)

تم جانو نہ جانو اس کا آقا تو جانتا ہے
مرا ہے جس کے نام پر وہ مولی تو جانتا ہے

﴿ہارون رشید کے صاحبزادے کا واقعہ﴾

بہت سے خدا ترس لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ نوجوانی سے ہی **واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی** کی ایسی حکمرانی ان کے دل ودماغ پر چھا جاتی ہے کہ مال ودولت اور ہر قسم کا سامانِ عشرت ان کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا، ان کی آنکھوں میں دلی بصیرت والی نگاہ کچھ اس انداز سے کام کر رہی ہوتی ہے کہ دنیاوی اشیاء اور رونقیں انہیں دھوکا نہیں دے سکتیں۔

دنیا میں ہیں دنیا کے طلبگار نہیں ہیں
بازار سے گزرے ہیں خریدار نہیں ہیں

خلیفہ ہارون الرشد کا ایک لڑکا بھی انہی خوش نصیب لوگوں میں سے تھا جو امور سلطنت میں دخل اندازی اور خوش عیشی میں معروف ہونے کی بجائے عیش آخرت کا طلبگار ہو گیا تھا، اس نوجوان کی عمر سولہ سال تھی مگر آج کے نوجوانوں کی طرح حیلہ ساز نہ تھا، علماء، صلحاء، ابرار کی خدمت میں رہا کرتا تھا نبی کریم ﷺ کے فرمان قبروں کی زیارت کیا کرو وہ تمہاری موت کی یاد دلایا کریں گی پر بکثرت اس کا عمل تھا، اکثر وہ قبرستان چلا جاتا اہل قبور سے خطاب کرتے ہوئے کہتا، اے مرنے والو! تم ہم سے پہلے دنیا میں تھے، اور دنیا کے مالک تھے، میرا یہ گمان نہیں ہے کہ دنیا نے تمہیں نجات

دی ہو، اب تم سب کچھ چھوڑ کر قبروں میں چلے آئے ہو۔ مجھے کیا معلوم اللہ عزوجل کے سامنے تم نے کیا کہا اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے تمہیں کیا کہا گیا۔

پس یہ کلمات جونہی ان کی زبان پر جاری ہوتے آنکھوں کا بندھن کھل جاتا، اور بے اختیار رونا شروع کر دیتے اور بہت روتے ایک دن یہ صاحبزادے اپنے والد خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں تشریف لے گئے، دربار سجا ہوا ہے خلیفہ کے اردگرد ،وزراء، امراء ارکان سلطنت ومملکت جمع ہیں۔ صاحبزادہ کے جسم پر اون کا ایک کرتہ اور اون کی ہی درویشانہ ٹوپی ہے اراکین سلطنت اور امراء نے جب دیکھا تو آپس میں سرگوشیاں ہونے لگیں وہ لوگ (جن کے نزدیک عزت وقار خوش بختی قسم ہا قسم کے کھانے ،عمدہ لباس اور کوٹھیوں، بنگلوں، محلات کی رہائش میں ہی مضمر ہوتی ہے) کہنے لگے کہ اس لڑکے نے امیر المؤمنین کو دوسرے بادشاہوں کی نظر میں گرادیا ہے (حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے باشادہ کی اولاد شیخی بکھیرنے ،عمدہ لباس پہنے شاہی خزانہ اڑائے تو دلوں میں نفرت کے کانٹے اگتے ہیں، اور اگر وہ مفلس محتاج فقراء غریب لوگوں کی طرح عام لباس میں رہیں تو محبت کی خوشبوئیں لمبی مسافتوں کو مہکا دیا کرتی ہیں) وہ کہنے لگے کہ کاش کہ امیر المؤمنین اس کو تنبیہ کرتے تو شاید یہ لڑکا اپنی اس کیفیت وحالت کو تبدیل کر لیتا (عمدہ لباس، پہنتا، سنورتا) اراکین سلطنت کی یہ بات جب خلیفہ کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے صاحبزادہ کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہا، جب اس نے انکار کیا تو خلیفہ نے کہا تم نے مجھ دنیا میں رسوا کر دیا، صاحبزادہ نے والد گرامی کو کوئی جواب دینا مناسب نہیں سمجھا، خاموشی سے دائیں بائیں دیکھا تو انہیں ایک جنگلی پرندہ محل کے کنگروں میں سے ایک کنگر پر نظر آیا یہ نوجوان اسی کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے، اے جانور تجھے تیرے رب کی قسم تو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جا، پرندہ کے کان میں آواز کا پڑنا ہی تھا کہ فوراً اٹھ کر اس درویش صفت نوجوان کے ہاتھ پر آبیٹھا (گویا کہ پرندہ پہلے ہی سے اس کے مبارک جسم سے حصول برکت کا منتظر تھا) پھر نوجوان نے حکم دیا کہ اڑ جا اور اسی جگہ

چلا جا جہاں سے آیا تھا، وہ پرندہ ان کے ہاتھ سے اڑ کر شاہی محل کے کنگرہ پر جا بیٹھا۔ پھر دوبارہ صاحبزادے نے فرمایا تجھے خدا کی قسم ذرا امیر امؤمنین کے ہاتھ پر بھی آبیٹھ، مگر پرندہ نہ آیا (جیسا کہ اس نے آواز ہی نہیں سنی) اب صاحبزادہ نے خلیفہ ہارون سے فرمایا کہ آپ نے دنیا کی محبت کی وجہ سے مجھے رسوا کر دیا۔ اب میں یہ عزم کر چکا ہوں میں تم سے کلی طور پر جدا ہو جاؤں، پس یہ کہتے ہی وہ نوجوان دربار سے نکل گئے، خلیفہ ہارون الرشید سے کچھ بھی نہ لیا، مگر صرف قرآن کریم کا ایک نسخہ اور ایک انگوٹھی، پھر اسی وقت بغداد سے سفر شروع کیا اور بصرہ کی طرف چل پڑے بصرہ پہنچ کر مزدوروں کے ساتھ اینٹ گارا، پتھر کا کام شروع کر دیا۔ مگر پورے ہفتہ میں صرف ایک دن مزدوری کیا کرتے تھے اور اسی مزدوری پر ہی آٹھ دن گزارا کر لیا کرتے تھے، اور ایک دن کی مزدوری تقریبا چار آنے لیتے تھے۔ (واقعی محبت خداوندی ایک شراب طہور ہے جس کا ایک گھونٹ پی لینے والا ساری دنیا کو لات مار دیا کرتا ہے مقام غور ہے یہ ایک تہائی دنیا کے بادشاہ کا فرزند ہے جو اللہ کے لئے ساری سلطنت سے بیزار ہو کر درویشانہ زندگی گزار رہا ہے، والد کے پاس رہ کر خوش عیشی کی بجائے مزدوروں کی صف میں آ کھڑا ہے ، پھر مزدوری بھی آٹھ دنوں میں صرف ایک دن، اگر چہ یہ زندگی اختیار کرنا عام آدمی کے لئے بھی بہت مشکل ہے پھر شہزادہ کے لئے تو انتہائی مشکل ہے، مگر دیدار خداوندی کے مشتاق کے لئے یہ مشقتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں ابو عامر بصریؒ کہتے ہیں میرے مکان کی ایک دیوار گر گئی تھی، اس کو بنانے کے لئے بازار (مزدوروں کی جگہ) سے مزدور لینے گیا، جب میں مزدوروں کے مجمع میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت وخوب سیرت نوجوان قرآن کریم لئے ہوئے اس کی تلاوت میں مگن ہے، میں ان کے قریب پہنچا (وہ میری طرف متوجہ ہوئے تو) میں نے پوچھا کہ آپ کچھ کام کریں گے؟ وہ کہنے لگے ہم تو کام ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

(کیسا کام؟)

زندگی آمد برائے بندگی — نے برائے خوردنی است ایں زندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی — زندگی با بندگی تابندگی
زندگی با یاد حق مقصود حق — زندگی بے ذکر حق آوارگی

(مولانا موسیٰ خان روحانی البازیؒ)

لیکن فرمایئے آپ کیا کام لینا چاہتے ہیں؟
ابو عامر بصریؒ کہنے لگے کہ میری دیوار گر گئی ہے آپ اسے بنا دیں فرمایا اچھا مگر دو شرطیں ہیں۔

(۱) نماز کے وقت میں نماز ادا کروں گا۔

(۲) مزدوری ایک درہم اور ایک دانق لوں گا۔

ابو عامرؒ نے اس جوان کی دونوں باتیں قبول کر لیں اور انہیں اپنے ساتھ گھر لے آئے انہیں کام بتایا اور خود کہیں چلے گئے، شام کو گھر آئے تو کیا دیکھا کہ اس اکیلے جوان نے دس آدمیوں کے برابر کام کیا ہوا ہے۔ ابو عامرؒ کی خوشی اور حیرت کی انتہاء نہ رہی۔

(مقام غور ہے جب ابو عامر مزدوری کی منڈی میں پہنچے تھے تو حد درجہ حسین نوجوان کو قرآن مجید پڑھتے ہو دیکھ کر حیران ہوئے تھے کہ یہ عجیب ماجرا ہے یہ حسین صورت وشکل یہ چاند کا ٹکڑا اور مزدوروں کا مجمع، جس کے حسن کی بہاروں میں عشق کی شعاعیں بھی چہرہ سے نمایاں ہیں، ساتھ ہی عام مزدوروں کی طرح گپ شپ میں مست اور مزدوری کی تلاش میں سرگرداں نہیں ہے پورے اطمینان ووقار سے قرآن کریم کی تلاوت جاری ہے۔ اس نوجوان کے پاس جو قرآن کریم کا نسخہ ہے وہ ہزار ہا روپیہ کے ہدیہ کا ہے۔ مزید ورطۂ حیرت میں یہ بات ڈالنے والی ہے کہ شاہانہ شکل جس کے ہاتھ میں مصحف بادشاہی ہے مزدوروں میں بیٹھے ہوئے ہیں، مزدوری کرتے ہیں۔ الٰہی یہ کیا راز ہے؟ سچ ہے خدائی دربار وہ دربار ہے جہاں کے مزدور بادشاہ ہوتے ہیں جن کی حکومت کا دائرہ حیوانات سے وسیع ہو کر جمادات کو بھی گھیر لیتا ہے۔ پھر اوقات کی

قدر دانی دیکھئے کہ اس وقت کو بھی ضائع نہیں کیا جا رہا ہے جو مزدوری کے ملنے کے انتظار میں گزر رہا ہے، اس وقت میں بھی کلام ربانی سے نور ایمانی کی خزانے میں زیادتی کئے جا رہے ہیں اور ارشاد خداوندی **واذا تلیت علیھم آیا ته زادتھم ایما نا وعلی ربھم یتو کلون** کا عملی نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

دلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے
ترا نازک بدن بھائی جو لیٹے سیج پھولوں پر
رہے گا ایک دن مردہ، اسے کیڑوں نے کھانا ہے
جہاں کے شغل میں شاغل، خدا کی یاد سے غافل
کرے دعویٰ کا یہ دنیا مرا دائم ٹھکانا ہے

پھر ابو عامرؒ کے سوال کا جو جواب دیا ہے وہ بھی انتہائی قابل غور ہے کہ ہم تو کام ہی کرنے کو پیدا ہوئے ہیں، ان کی زندگی کے شب و روز کے آئینہ میں ان کے جملے کو سمجھنے کی ضرورت ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انسان ایک مقصد اور کام کے لئے پیدا ہوا جس کو خالق کل نے خود ہی بیان کر دیا ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے اصلی کام کو مدنظر رکھے اس کو بھول جانا اصلی مطلب کو بھول کر خود کو مقام عزت سے ذلت کی جگہ میں گرانے کے مترادف ہے۔ پھر اس نوجوان نے جو دو شرطیں بیان کی ہیں وہ دنیا بھر کے مزدوروں کو ہر دلعزیز بنانے کے لئے کافی ہیں بشرطیکہ کسی روشن خیال سے واسطہ نہ ہو) بہر حال ابو عامرؒ بہت خوش ہوئے مزدوری زیادہ دینی چاہی، مگر شہزادہ نے زیادہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور عجیب شان استغناء سے فرمانے لگے میں اس سے زیادہ کو کیا کروں گا؟ یہ مرد حق اس طرح کا جواب کیوں نہ دیتا؟ اگر یہ زیادتی کا طلبگار ہوتا تو پھر ہارون الرشید سے جدائی کیوں

اختیار کرتا؟ یہ مرد صالح طے شدہ مزدوری وصول کرتا ہے اور اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے، دوسرے دن ابو عامرؒ ان کو دیکھنے روانہ ہوئے، مزدوروں کی منڈی میں پہنچے، مگر اس کو وہاں نہ پایا تو لوگوں سے پوچھا کہ آج وہ شخص یہاں نظر نہیں آ رہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ ہفتہ میں صرف ایک دن آتے ہیں، باقی دنوں میں کچھ کام نہیں کرتے اب آئندہ ہفتہ میں آپ کو ملیں گے۔

واقعی آخرت کی دھن جن کو لگی ہو وہ بقدر کفایت پر ہی اکتفاء کیا کرتے ہیں، ہم ہیں کہ کئی دنوں، مہینوں، سالوں کی روزی کے باوجود ایک نماز بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اس مزدور نے ابو عامرؒ کے دل پر کچھ ایسے سوالات نقش کر دیئے تھے جن کا جواب ان کو چاہیئے تھا، اس لئے انہوں نے ہفتہ بھر اس خدا رسیدہ جوان کے انتظار میں کام موقوف کر دیا۔ ابو عامرؒ کہتے ہیں پھر ہفتہ کے دن ان کی تلاش میں میں مزدوروں کی منڈی میں پہنچا، میں نے دیکھا یہ بزرگ صفت جوان اسی حالت پر بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہیں، میں قریب پہنچا سلام کیا، مزدوری پر کام کرنے کی درخواست کی، انہوں نے جواب میں وہی فرمایا جو گزشتہ ہفتہ فرما چکے تھے اور وہی دو شرطیں پیش کیں (نماز کے وقت نماز پڑھوں گا کام نہیں کروں گا (۲) ایک درہم اور ایک دانق مزدوری لوں گا)

ابو عامرؒ کہتے ہیں میں ان کو ساتھ لے کر مکان پر پہنچا، جو دیوار بنوانی تھی ان کو دکھا دی اور دور جا کر چھپ کر بیٹھ گیا کہ دیکھوں تو سہی اس قدر زیادہ کام ہو جانے کا راز کیا ہے؟ میں نے دیکھا کہ انہوں نے گارا اٹھا کر دیوار پر رکھا، اسے پھیلایا، درست کیا پھر پتھروں کی طرف اشارہ کیا پتھر خود بخود اٹھ کر دیوار پر قائم ہونے لگے سچ اور بہت بڑا سچ ہے من کان للہ کان اللہ لہ جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کے ہو گئے، میرے دل میں آیا کہ بے شک اللہ نے اپنے اولیاء کی یونہی مدد کرتا ہے، جب شام ہوئی کام ختم ہو گیا، تب ابو عامرؒ نے تین درہم ان کی خدمت میں مزدوری کے طور پر پیش کئے، مگر انہوں

نے طے شدہ اجرت سے زائد لینے سے انکار کر دیا۔

ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ پھر میں تیسرے ہفتہ ان کی ملاقات کے لئے پہنچا بہت تلاش کیا، مگر وہ مجھے کہیں بھی نظر نہ آئے ناچار لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ بزرگ کہیں نظر نہیں آرہے۔

مجھے بتایا گیا وہ تین دن سے سخت بیمار ہیں تنہا پڑے ہوئے ہیں یہ سن کر مجھے بہت رنج ہوا، ایک مزدور کو اجرت پر ساتھ لیا، ہم دونوں چلے چلتے ایک کھنڈر میں پہنچے، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ٹوٹا ہوا مکان ہے جس کا دروازہ بھی نہیں ہے اس مکان میں یہ بزرگ (نیم) بے ہوشی کی حالت میں ایک اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھے ہوئے ہیں میں قریب پہنچا، سلام کیا ان کا سر اینٹ سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا انہوں نے مجھے اس سے منع کر دیا اور کہا کہ میرا سر اسی طرح اینٹ پر رکھ دو اور یہ اشعار پڑھے۔

یا صاحبی لا تغترر بتنعم
فالعمر ینفدوالغیم یزول
واذا حملت الی القبور جنازۃ
فاعلم بانک بعدھا محمول

ترجمہ: اے میرے دوست دنیا کی لذتوں سے دھوکہ مت کھا۔
عمر فنا ہو جاتی ہے اور نعمتیں زائل ہو جایا کرتی ہیں۔
اور جب تو کسی کا قبرستان کی طرف جنازہ لے جائے تو یہ بھی خیال کر لیا کر کہ اس کے بعد ایک دن) تجھے بھی اٹھایا جائے گا (اس حال میں کہ تو مردہ ہوگا)۔

اے اہل اسلام: مقام غور ہے کہ ایک تہائی زمین کے مالک بادشاہ کا بیٹا ہے اور تنہا ایک کھنڈر زمین کے ویران مکان میں اس حال میں جان دے رہا ہے کہ نیچے مخمل کے بچھونے تو کیا چٹائی کا ٹکڑا بھی نہیں، سرہانے کوئی تکیہ نہیں ہے بلکہ ایک کچی اینٹ ہے۔

پھر وہ بزرگ صفت جوان ابو عامر کی طرف متوجہ ہو کر کچھ وصیتیں کرتے ہیں، کہتے ہیں جب میری وفات ہو جائے تو مجھ کو غسل دے کر میرے ان پرانے کپڑوں میں مجھے کفن دے دینا، ابو عامرؒ کہنے لگے کہ آپ کو نئے کپڑوں میں کفن کیوں نہ دیا جائے، فرمانے لگے میت کو نئے کپڑوں میں کفن دینے کی کیا ضرورت ہے نئے کپڑوں کی ضرورت تو زندہ کو ہوتی ہے۔

اے ابو عامر کپڑا اگر نیا بھی ہو تو بھی گل جائے گا، وہاں تو صرف نیک عمل ہی باقی رہیں گے۔

کیا خوب نصیحت کی اس تارک الدنیا شہزادہ نے جو بادشاہت چھوڑ کر کھنڈرات کی زمین پر خدا اور سول کی محبت لئے ہوئے ماں باپ بہن بھائیوں عزیز واقارب، جان پہنچان رکھنے والوں سے دور مسافرت کی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے لوگو! کفن کو پر تکلف بنانے کی بجائے عملوں کو پاک بنالو کیونکہ عمل نہیں تو صرف نیا کفن کس کام کا ہے، کفن خواہ کتنا ہی عمدہ ہو کتنا ہی قیمتی ہو فنا ہو جائے گا۔ لیکن عمل ذرہ کے برابر بھی ہو گا تو وہ باقی رہے گا۔ پھر وہ فرمانے لگے ابو عامر یہ میری زنبیل اور میرا تہبند قبر کھودنے والے کو دے دینا اور یہ قرآن کریم اور سونے کی انگوٹھی لے کر تم خلیفہ ہارون الرشید کے پاس جانا اور ان سے یہ کہنا کہ یہ ایک نوجوان مسافر کی امانت ہے۔ جو میں آپ کو دوں گا۔ پھر جب خلیفہ سے ملاقات ہو تو یہ دونوں چیزیں اسے دے کر کہنا کہ وہ نوجوان کہہ گیا ہے کہ دیکھو اے خلیفہ اس غفلت کی حالت میں نہ مرنا۔

خواجہ مجذوبؒ فرماتے ہیں۔

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی ۔۔۔ جہاں تاک میں کھڑی ہو ہر گھڑی اجل بھی
بس اپنے اس جہل سے تو نکل بھی ۔۔۔ یہ طرز معیشت تو اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی ہے تماشا نہیں ہے

جب اس بزم سے دوست اٹھ گئے اکثر اور اٹھتے چلے جارہے ہیں برابر
یہ ہر وقت پیش نظر جب ہے منظر یہاں تیرا دل بہلتا ہے کیونکر
بس یہ وصیتیں کرنے کے بعد یہ ولی اللہ انتقال کر گئے۔ ابو عامر کہتے ہیں اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ کوئی پتھر ڈھونے والا مزدور نہیں تھا۔ یہ تو بڑا شہزادہ خلیفہ ہارون الرشید کا پیارا بیٹا ہے، پھر جو انہوں نے وصیتیں کی تھیں میں نے اسی طرح ان پر عمل کیا۔

ابو عامر قرآن کریم کا وہ نسخہ اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچ گئے اور خلیفہ ہارون الرشید سے ملاقات کا ارادہ کرلیا، پتہ چلا کہ خلیفہ کی سواری چلی آرہی ہے تھوڑا دیر نہ گزری تھی کہ ایک ہزار سواروں کا قافلہ گزرا اس طرح نو دس دستے ہزار سواروں کے ہارون الرشید کے آگے گزرے دسویں دستے میں ہارون الرشید تھے۔

جب ابو عامر کی نظر ان پر پڑی تو با آواز بلند کہا اے امیر المؤمنین آپ کو رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا واسطہ دیتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے پاس ایک مسافر، غریب الوطن کی امانت ہے وہ لے لیں یہ سن کر امیر المؤمنین نے سواری کو روکنے کا حکم دیا اور ابو عامر سے قرآن کریم اور انگوٹھی اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا، دیکھتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، بعض مصاحبوں سے کہا کہ اس شخص کو ساتھ لے لو جب ہم طلب کریں تو اس وقت اس کو حاضر کر دینا۔ جب امیر المؤمنین کی سواری محل کی قریب پہنچی اور امیر المؤمنین محل میں داخل ہو گئے تو حکم دیا کہ وہ شخص کہاں ہے اس کو حاضر کرو۔ جب ابو عامر ان کے پاس حاضر ہو گئے تو فرمایا کہ ابو عامر آگے ہو جاؤ، جب وہ بہت ہی قریب پہنچے تو انہوں نے کہا اے ابو عامر تو میرے فرزند عزیز کو جانتا ہے؟

انہوں نے کہا کہ جی ہاں جانتا ہوں۔

امیر المؤمنین نے پوچھا کہ وہ کیا کرتے تھے؟

عرض کیا کہ وہ مزدوری کیا کرتے تھے، امیر المؤمنین نے کہا وہ کیا مزدوری کیا کرتے

تھے؟ ابو عامر نے عرض کیا کہ وہ مٹی اور پتھروں کا کام کیا کرتے تھے۔
امیر المؤمنین۔ کیا تم نے بھی ان سے کوئی کام کروایا تھا؟ کچھ مزدوری کروائی تھی؟
ابو عامر: ہاں حضور میں نے بھی ان سے ایک دیوار بنوائی تھی۔
امیر المؤمنین: تم نے کس دل سے ایسے شخص سے ایسی سخت محنت کا کام لیا جس کی رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے ایسی قریب کی قرابت تھی (یعنی رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچا کی اولاد میں سے تھے)۔
ابو عامر: میں اللہ جل جلالہ کے حضور معذرت پیش کرتا ہوں مجھے اس کا علم ان کی وفات کے وقت ہوا ہے۔ اس سے پہلے مجھے (ان کے متعلق) کچھ بھی علم نہیں تھا۔
(ہارون الرشید کی حالت متغیر ہو رہی تھی اور گویا ندامت میں وہ اس شعر کا مصداق بنے ہوئے تھے؟

کاش کہ ہم ان کو منا لیتے جانے نہ دیتے
بعد مدتوں کے یہ احساس خطا یاد آیا

خلیفہ نے فرمایا کیا تو نے اپنے ہاتھوں سے اسے غسل دیا میں نے عرض کیا جی ہاں تو فرمایا لا اپنے غسل دینے والے ہاتھ اپنے مجھے دے کہ ہاتھوں کو خلیفہ ہارون نے اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ انہی ہاتھوں سے میرے لخت جگر نور نظر میری آنکھوں کی ٹھنڈک مسافر کو اس نے کفن پہنایا ہے، خلیفہ پھر روتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے اے وہ مسافر غریب الوطن جس کے غم میں میرا قلب پگھلا جاتا ہے، میری آنکھیں اس کے غم میں آنسو بہاتی ہیں۔
اے وہ شخص جس کی قبر مجھ سے دور ہے، مگر اس کا غم دل کے قریب ہے، اس کی ساری زندگانی کے مزے کو موت نے مکدر کر دیا، اس کے بعد خلیفہ نے حکم دیا کہ سامان سفر درست کیا جائے، اور دوسرے دن بغداد سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے، اور اپنے فرزند کی قبر پر پہنچے، قبر کو دیکھ کر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے، ہوش میں آ کر یہ شعر

بطور مرثیہ کے پڑھے۔

یا غائب لا یؤب من سفرہ　　عاجلة موتہ علی صغرہ

یَا قُرةالعین کنت لی انسا　　فی طول لیل نعم وفی قصرہ

شربت کأسا ابوک شاربھا　　لا بد من شربھا علی کبرہ

فالحمد للہ لا شریک لہ　　قدکان ھذا القضاء من قدرہ

ترجمہ: اے وہ غائب ہونے والے جواب اپنے سفر سے واپس نہ آئے گا،، جلدی کی اس کی موت نے اور آ گئی موت کم عمری میں،، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو میرے لئے انس کا سبب تھا،، ھاں،، مختصر اور طویل راتوں میں،، پس پی لیا تو نے موت کا وہ پیالہ جسے تیرا باپ (خلیفہ ہارون) بڑھاپے میں پینے والا ہے،، جس کا پینا بہت ضروری ہے سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں تحقیق یہ اس کی تقدیر کا فیصلہ ہے۔

قال ابو عامر فلما کا نت تلک اللیلة قضیت وردی وا ضطجعت واذابقیةمن نور علیھا سحاب من نو رو واذا قد کشف السحاب فا ذا الغلام ینا دی یا ابا عامر جذاک اللہ عنی خیرا فقلت ولدی الی ماذا صرت قال الی رب کریم راض غیر غضبان اعطا نی مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر.

ابو عامر کہتے ہیں کہ جب رات کا وقت ہوا میں اپنے وظیفوں سے فارغ ہو کر رات کو لیٹا مجھے خواب میں نور کا ایک قبہ نظر آیا۔ جس پر ایک نور ابر کی طرح چھایا ہوا تھا یک بیک وہ ابر کھل گیا اور وہی صاحبزادہ ھارون الرشید کا بیٹا مجھے پکار کر کہتا ہیا ے ابو عامر اللہ تعالی تجھے جزائے خیر عطا کرے۔

ابو عامر کہتے ہیں میں نے ان سے کہا میرے بیٹے آپ کا (وفات کے بعد) کیا حال ہوا۔ فرمایا کہ ایل بڑے رحیم کریم خوش ہونے والے ناراض نہ ہونیوالے رب کے سامنے پہنچا یا گیا۔ اس رب کری نے مجھے وہ دیا جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا تھا نہ کسی

کے خیال میں آیا تھا اور اس ذات نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حالت میں آئے گا جس طرح میں آیا اس کی قدر کی جائے گی جو میری قدر کی گئی۔

ابو عامر یہ خواب دیکھ کر خوشی سے جاگ گئے۔ (روض الریاحین)

محترم قارئین: جو لوگ تارک الدنیا طالب مولی ہوتے ہیں فکر آخرت جن کو دامن گیر رہا کرتی ہے مولی کے ہاں بھی ان کی قدر کی جاتی ہے، رب کریم کی طرف سے اعلان ہوتا ہے۔ **الا ان اولیا ء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنو ن**

کوئی قا بل ہو تو ہم شا ن کئی دیتے ہیں
ڈھو نڈ نے وا لے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

﴿مامون اور علی بن مامون کا قصہ﴾

عبدالحمید بن محمد سے منقول ہے کہ مامون اپنے بیٹے علی کو بہت چاہتا تھا اور اپنی تمام اولاد سے اسے مقدم رکھتا تھا۔ علی بن مامون خوبصورت، حسین وجمیل اور فصیح وادیب جوان تھا۔ عبدالحمید کہتے ہیں کہ میں جب گھر میں داخل ہوتا علی کے پاس جاتا انہیں سلام کہتا تو ان کے چہرے پر حیاء اور خوشی محسوس کرتا تھا، تکبر اور بڑائی ان میں نظر نہیں آتی تھی۔

وہ اپنے خادموں سے بھی ہنس کر بات کیا کرتے تھے، اور اپنے ہم نشین لوگوں کے ساتھ بھی نرم رویہ رکھتے تھے، نیز وہ سب سے زیادہ سخی، خوبصورت، خوش دل اور خوش اخلاق تھے، میں جب بھی ان کو دیکھتا تو ان کے جمال کی وجہ سے اپنی نظر ان کے چہرے سے نہیں ہٹا سکتا تھا، ان کے غلام شاکر کے بیان کے مطابق ان کے ترک دنیا کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن شدید گرمی تھی اور لو کے جھونکے چل رہے تھے، وہ لشکر کے خیمے میں تھے، ان کے پاس ایمن نامی خادم آیا اور کہا:

آقا آپ کو امیر المؤمنین بلاتے ہیں ان کا کھانا تیار ہے وہ آپ کے انتظار میں

ہیں علی نے کہا:

ارے گرمی بہت سخت ہے، اور مجھے نقصان دیتی ہے، میں نکلنا نہیں چاہتا، جاؤ امیر المؤمنین سے کہہ دو کہ وہ سو رہا ہے، غلام چلا گیا لیکن فوراً واپس آیا اور کہا مامون نے حکم دیا ہے کہ اسے جگاؤ۔ مامون ان کے بغیر ذرا بھی صبر نہیں کر سکتا تھا چنانچہ علی بن مامون بادل ناخواستہ اٹھے اور جا کر کھانے میں شریک ہو گئے۔

پھر مامون مجلس شراب میں بیٹھ گیا تو علی بن مامون نکل گیا اور وہ کوئی شربت نہیں پیتا تھا وہ اپنے محل میں آیا اور حکم دیا کہ اس کے لئے دریائے دجلہ کے قریب اس کے بالا خانے میں فرش بچھایا جائے پھر اس نے پانی برف اور عطر ڈلوایا اور خود ایک چارپائی پر بیٹھ گیا جس پر ایک باریک پردہ تھا اور دریائے دجلہ اور اس کے ساحل پر کھڑے ہو کر لوگوں کو دیکھنے لگا، اور اپنے ہم نشینوں اور باندیوں کو بلایا۔ اس دوران اس نے ایک قلی کو دیکھا جب سورج ڈھلنے کا وقت آیا۔ اس کے اوپر سفید رنگ کا جبہ تھا جس کے نیچے قمیض نہیں تھی اور اس کی شلوار بھی نہیں تھی، گرمی کی وجہ سے اس نے پاؤں پر چھیتڑے باندھ رکھے تھے، دو پھٹے پرانے جوتے پاؤں میں تھے، سر پر ایک گدڑی تھی اور ایک توشہ دان گردن میں لٹکا ہوا تھا، اور ساتھ کھانے کا خوان تھا وہ دریائے دجلہ کے کنارے آیا اور کسی کشتی میں بیٹھ گیا امیر (علی بن مامون) اس کو جھانک کر دیکھ رہا تھا اور اس سے نظر نہیں ہٹا رہا تھا۔ اس نے خوان اور توشہ دان رکھ دیا۔ جوتے اتار دیئے اور اپنے پاؤں سے چیتھڑے کھول دیئے دجلہ کے پانی سے ہاتھ پاؤں دھو لئے اور اپنے سامان کے پاس جا کر ایک تھیلا نکالا، اس کو کھولا اور اس میں سے روٹی کے رنگ برنگ سوکھے ہوئے ٹکڑے نکالے، اور لکڑی کا ایک پیالہ نکال کر دھولیا اس میں پانی ڈال دیا اور پانی میں ٹکڑے ڈال دیئے پھر ایک تھیلی نکالی جس میں نمک تھا پھر اس نے ٹکڑوں پر تھوڑا سا نمک ڈالا اور ذرا سا پودینہ ملا کر اتنی دیر رکھ دیا کہ ٹکڑے تر ہو جائیں پھر ریت پر چار زانو ہو کر بیٹھ گیا بسم اللہ پڑھی اور اس شوق سے کھانے لگا

جیسے کوئی شخص سخت بھوکا ہو اور کھانا مل جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا تھا، امیر کی نظر اس پر ٹکی ہوئی تھی، یہاں تک کہ وہ کھانا کھا کر فارغ ہو گیا، اور پیالے کو دھو کر تھیلے میں ڈال دیا، بچے ہوئے ٹکڑے بھی سمیٹ کر تھیلے میں ڈال دیئے، نمک دان کو باندھ دیا اور پانی کے قریب ہو چلا پھر کہنے لگا۔

اے میرے مولا! اے میرے آقا! تیری تعریف کرتا ہوں، ان نعمتوں پر جو تو نے مجھے دی ہیں تیرے انعامات پر تیری حمد بیان کرتا ہوں اور تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔

اس کے بعد اس نے توشہ دان پر اپنا سر رکھ دیا اور ریت پر پاؤں پھیلا کر تھوڑی دیر کے لئے سو گیا، پھر اٹھا اور نماز کی تیاری کر کے نماز پڑھنے لگا۔ امیر نے اپنے پاس کھڑے ہوئے غلاموں کو کہا کہ تم میں سے کوئی اس نماز پڑھنے والے کے پاس جائے اور اس کو اس توشہ دان اور خوان سمیت میرے پاس لے آئے اس پر رعب نہ ڈالے بلکہ نرمی کے ساتھ اس کو یہاں لاؤ۔ غلاموں میں سے ایک چلا گیا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا چلو میرے ساتھ میرا کچھ سامان ہے جو امیر کے محل سے اٹھانا ہے اس نے کہا کسی اور کو لے جاؤ کیونکہ میں تھکا ہوا ہوں غلام نے کہا جگہ بھی قریب ہے اور بوجھ بھی ہلکا ہے اس نے کہا بھائی میں جانتا ہوں لیکن آپ کو میرے علاوہ اور کوئی مل سکتا ہے لہٰذا مجھے چھوڑ دیں کیونکہ میں کسی کے گھر میں جانا پسند نہیں کرتا غلام نے کہا ضرور چلنا ہوگا، اٹھو ورنہ اٹھائے جاؤ گے۔

اور اس کے ساتھ سختی سے بات کی، وہ شخص اٹھا اپنا توشہ دان گلے میں لٹکایا اور سامان لے لیا اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرہ ع ۱۰: آیت ۲۱۶)

ترجمہ: ''شائد تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔''

﴿فَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾

(النساء ع ۱۴ آیت: ۱۹)

ترجمہ: ''پس شائد تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بڑی خیر رکھ دی ہو۔''

غلام نے اس کو محل میں داخل کیا اور اوپر لے جا کر امیر کے سامنے اس کو کھڑا کر دیا امیر نے اس کو بیٹھ جانے کا حکم دیا، امیر کے ہم مجلس لوگوں نے کہا۔
جناب امیر صاحب! یہ کون ہیں جسے آپ نے میل کچیل کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا؟

امیر نے کہا خاموش ہو جاؤ۔ امیر نے مزدور سے کہا: کام کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، اس نے کہا کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا جیسے آپ دیکھتے ہیں میں قلی گری کرتا ہوں امیر نے کہا تیرا خاندان کتنا ہے؟

اس نے کہا ہم اللہ کے عیال میں ہیں، میری ایک بوڑھی اور اپاہج ماں ہے اور ایک نابینا اور معذور بہن ہے، امیر نے کہا بیوی بچے؟ اس نے کہا بیوی بچے نہیں ہیں۔

امیر نے پوچھا کمائی کتنی ہوتی ہے؟ اس نے کہا جتنی روزی ہے اتنی ہو جاتی ہے کوئی دن نہیں گزرتا مگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے با کفایت روزی حاصل ہو جاتی ہے۔ امیر نے کہا تم روزانہ کے بوجھ کیسے اٹھاتے ہو؟ اس نے کہا میں جب فجر کی نماز پڑھتا ہوں تو تلاش رزق کے لئے ظہر تک نکل جاتا ہوں پھر ظہر سے عصر تک اپنے آپ کو فارغ رکھتا ہوں عصر کے بعد رات آنے تک آرام کرتا ہوں امیر نے کہا کیا تم رات کو آرام نہیں کرتے؟ اس نے کہا رات کا آرام تو قیامت کے دن مجھے فقیر بنا دے گا۔ علی سمجھ گیا (کہ یہ شخص عبادت گزار ہے) پھر علی نے اس سے پوچھا کہ میں نے تمہیں دیکھا تم اکیلے کھا رہے تھے اپنی ماں اور بہن کے ساتھ کیوں نہیں کھایا؟ اس نے کہا وہ دونوں روزہ رکھتی ہیں اور میں رات کا کھانا افطار کے وقت ان کے ساتھ کھاتا ہوں امیر نے کہا وہ ٹکڑے نکالو، اس نے تھیلا کھولا اور اس نے اس میں سے سیاہ، سرخ،

سفید رنگوں کے ٹکڑے نکالے، امیر نے دیکھا اور دیر تک سوچتا رہا پھر کہا اے شاکر (غلام کا نام شاکر ہے) پانچ ہزار عمدہ درہم لے کر آؤ اور اس کو دے دو تا کہ یہ اپنی حالت درست کرے اس شخص نے کہا امیر صاحب میں اس مال سے غنی ہوں، امیر نے لینے پر اصرار کیا لیکن اس نے انکار کر دیا، امیر نے کہا میری ایک حاجت ہے اس نے کہا: آپ جیسے لوگوں کو میرے ساتھ کیا حاجت؟ امیر نے کہا بہت اہم حاجت ہے (علیؒ کا یہ جملہ آج کے متکبر جاگیرداروں اور فرعون صفت حکمرانوں کیلئے قابلِ درس ہے) امیر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو ایک کمرے میں لے گیا اور اس کے ساتھ اکیلا ہو گیا۔ پھر اس نے کہا بھائی تم جانتے ہو کہ میں کس حال میں ہوں اور میرا مقام کیا ہے اور میرے پاس ملک ہے دولت ہے عیش ہے تم میرے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھ کو دنیا سے بے رغبت بنا دے (کیونکہ حقیقی کامیابی اسکے بغیر ممکن نہیں ہے) اور آخرت کی رغبت میرے دل میں بٹھا دے۔ (کہ یہی کامیابی کا ذریعہ ہے)

قلی نے کہا جناب! اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا اتنا مقام نہیں کہ میں یہ دعا کروں مگر حکماء کا مقولہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے تو وہ رات کو چلتا ہے تم ہر وقت اپنے آپ پر بھلائی کے کاموں میں سے کوئی کام لازم کر دو (خواہ مختصر ہی ہو) جب یہ کرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور پختہ ارادہ حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ آج کے عمل کو کل کے لئے مؤخر نہ کرو (کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ کل کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی تمہاری زندگی کا سورج ڈوب جائے) اور اپنے نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ موت کو زیادہ یاد کرو کیونکہ اس کی یاد سے چھوٹا سا عمل ترقی پذیر ہوتا ہے، اور بڑی سے بڑی امیدیں کم ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی اطاعت کرو، گناہوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، پھر اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے گردن جھکائی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ اپنے محبوب رب کی حمد و ثنا کرتے ہوئے کہنے لگا: اے وہ ذات جس نے اپنی قوت سے آسمان کو بلند کیا اور اپنے ارادے سے

زمین بچھائی اور تمام مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی قدرت سے عرش پر جلوہ افروز ہے، اے مالک الملک اے طاقتوروں سے زیادہ طاقتور اے الہ العالمین! اے یوم جزا کے مالک، میں تیری قدرت سخاوت اور رحمت سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ہی اپنے بندے علی کے دل سے دنیا کی محبت کو نکال دے۔ (ارشاد نبوی ﷺ ہے حب الدنیا رأس کل خطیئة دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے)

اور اس کو ان اعمال کی توفیق عطا فرما جن سے تیری رضا حاصل ہوتی ہے اور گناہوں سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ اے ارحم الراحمین! ہمارا اور اس کا خاتمہ اپنی رضا اور مغفرت پر فرما۔ علی بن مامون کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور دیر تک روتا رہا، پھر اس نے قلی سے کہا: کچھ ہماری طرف سے قبول کرو (یعنی ہدیہ وغیرہ) اس نے کہا میں نہیں چاہتا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے جلدی چھوڑ دیں (تا کہ روزانہ کا معمول ضائع نہ ہو یا اس لئے کہ دنیا دار مالداروں کی تادیر صحبت بسا اوقات آخرت سے غفلت کا سبب بن جاتی ہے) علی نے انکو جانے کی اجازت دی اور وہ فوراً سلام وداع کہتے ہوئے چل دئے۔

علی اپنی جگہ پر چلے گئے اب وہ بہت فکر مند تھے، ان کی ساری خوشی چلی گئی تھی پھر انہوں اپنے ہم نشینوں کو مخاطب کر کے کہا:

اے لوگو دیکھو! امیر المؤمنین کا کھانا جو قسم قسم کے کھانوں پر مشتمل ہے پھر وہ کھانے کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ جب روٹی پکتی ہے تو اس کی صفائی، عمدگی اور پسائی میں کامل مہارت دکھائی جاتی ہے پہلے اس کو چھلنی میں چھانتے ہیں پھر باریک کپڑے سے نکالتے ہیں۔ یہاں تک کہ محض اس کا خالص مغز رہ جاتا ہے۔ اس کی آگ کو بانسوں پر جلاتے ہیں اور جب اس کی بھڑک کم پڑتی ہے تو تندور میں اور قماری میں سلگاتے ہیں اور طرح طرح کی روٹیاں پکتی ہیں پھر اس نے گرم ٹھنڈے، تر، خشک، میٹھے اور کھٹے نوں کی انواع واقسام بیان کیں اور کہا:

تم نے اس قلی کا کھانا دیکھا اور اس کا دستر خوان کھجور کی چھال سے بنا ہوا ہے پھر اس نے اپنا سر جھکا لیا اور ذرا دیر تک انگلی سے چٹائی کرید تے رہے۔

پھر کہنے لگے اے غلام! کتب خانے کے ناظم منیب کے پاس جاؤ اور اس سے کہو سیرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نکال کر دیں، وہ سیرت کی کتاب لایا علی نے کتاب لی اور دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا سنو! امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا کھانا کیا تھا؟ اونٹ کی ایک کم گوشت والی ہڈی تھی جس کو پانی اور نمک میں پکایا گیا تھا اور جو کی روٹیاں تھیں جس کو چنا نہیں گیا تھا ان سے کہا گیا اے امیر المؤمنین! کوئی دوسرا کھانا تناول فرمائیں اس لئے کہ اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں پر وسعت فرمادی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: اللہ جل جلالہ نے بعض لوگوں کو کھانے ہی کی وجہ سے عار دلائی ہے۔ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

﴿اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا﴾ الاحقاف ع۲ آیت:۲۰)

ترجمہ: ''تم نے دنیاوی زندگی میں اپنے مزے اڑا لیئے۔''

خلاصہ تفسیر: یعنی کفار کو خطاب کر کے یہ کہا جائیگا کہ تم نے اگر کچھ اچھے کام دنیا میں کئے تھے تو ان کا بدلہ بھی تمہیں دنیوی نعمتوں اور عیش وعشرت کی صورت میں دیا جا چکا ہے اب آخرت میں تمہارا کچھ حصہ باقی نہیں رہا۔

یہ خطاب کفار کو ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نیک اعمال جو ایمان نہ لانے کی وجہ سے اللہ کے نزدیک مقبول نہیں آخرت میں تو ان کی کوئی قیمت نہیں مگر دنیا میں اللہ تعالیٰ انکا بدلہ اس کو دے دیتے ہیں۔ کفار فجّار کو مال ودولت اور عزت وکاہت وغیرہ جو دنیا میں ملتا ہے وہ انکے نیک اعمال، سخاوت، ہمدردی، سچائی، وغیرہ کا بدلہ ہوتا ہے۔ مؤمنین کے لئے یہ حکم نہیں ہے کہ اگر انکو دنیا میں کوئی نعمت مال ودولت وغیرہ مل جائیں تو آخرت کے حق سے محروم ہو جائیں۔

لذائذ دنیا اور تنعم سے پرہیز کی ترغیب:

اس آیت میں کفار کو عتاب وعقاب ان کے دنیوی لذتوں میں مہمک رہنے کی بنا پر کیا گیا۔ اسلئے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ وتابعینؒ نے لذائذ دنیا کو ترک کرنے کی عادت بنالی جیسا کہ ان کی سیرت اس پر شاہد ہے اور رسول اللہ نے حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا کے تنعم سے پرہیز کرتے رہنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑا رزق لینے پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں (مظہری عن البغویؒ)

پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کو بیان کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس سے فارغ ہوئے تو غلام سے کہا جاؤ منیب سے ان کہہ دو کہ سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ دے دیں۔ وہ لائی گئی تو اس میں دیکھنے لگے اور مجلس والوں کے لئے بیان کرنے لگے پھر انہوں کہا، اے اللہ جل جلالہ دور کر دے اس پیٹ کو جو حسرت وافسوس کے دن قیامت کے میدان میں ندامت کا باعث بنتا ہے۔ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابہ کی اولاد کی زینت ہیں انگور کھانے کو جی چاہتا تھا مگر آخر تک اس کو چکھ بھی نہ سکے۔ سعید المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو تابعین کا تاج ہیں کہتے ہیں جو حضرات کہتے ہیں کاش اللہ جل جلالہ میری روزی کنکریوں کے چوسنے میں رکھتا کیونکہ بار بار قضائے حاجت کے لئے جانے سے مجھے شرم آتی ہے۔

یہ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں ان کو گھی اور کھجور کے حلوے کی خواہش ہوئی لیکن وہ اس کو چکھ نہ سکے۔ یہ مالک بن دینار ہیں، یہ فلاں ہیں، یہ فلاں ہیں، وہ واقعات سناتے جارہے تھے اور زار وقطار رو رہے تھے رہا پھر کہنے لگے: دیکھو یہ حضرات عمدہ کھانے کی خواہش نہیں رکھتے تھے انہوں نے فانی کو چھوڑ کر باقی میں دل

چسپی لی، اور تھوڑے عیش و آرام کو بیچ کر بڑا فائدہ حاصل کیا، دنیا میں صبر کیا اور مقصد حاصل کیا، دنیا سے بھوکے پیاسے اور ننگے پاؤں اور بدن کے ساتھ گئے، زمین نے ان کی چربی اور گوشت نہیں کھایا۔ ان کی جلد ہڈیوں اور رگوں میں سوکھ گئی۔

پھر انہوں نے اپنا (خوبصورت) بازو نکالا، بازو ایسا تھا جیسے چاندی کی شاخ، گوشت اور چربی سے بھرا ہوا اور برابر تھا۔ انہوں نے کہا یہ بازو ان انواع واقسام کے کھانوں سے پلا ہے جن کا ذکر میں نے تمہارے سامنے کیا ہے لیکن یہ بازو بھی اسی طرح بوسیدہ ہو جائے گا جیسے اس قلی کا بازو بوسیدہ ہو جائے گا (اے کاش غریبوں کا خون چوس کر اپنے جہنم کو بھرنیوالے عیاش، حرام کھانے کے عادی دنیادار، اپنے ذاتی مفادات کے حصول اور بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے سینکڑوں غریبوں نا داروں علماء حفاظ قراء ،محدثین، عالمات حافظات صالحات، محدثات عابدات طالبات کا مقدس مسجد و مدرسہ کی پاکیزہ زمین پر ناحق خون بہانے والے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ کی کتابوں کی (ان پر گولیاں اور بم برسا) کرتوہین کرنے والے، عریانی فحاشی کو فروغ دینے والے ظالم وجابر حکمران بھی یہ سوچ لیتے)۔ اس کے بعد وہ دیر تک روتا رہا اور آنسو بہاتا رہا اور ہم اس کے سر پر کھڑے تھے۔ (شاکر راوی کا کلام ہے)۔

پھر انہوں نے کہا اے غلام! ان (موسیقی وغیرہ کے) آلات کو اٹھاؤ اللہ ان کو غارت (تباہ و برباد) کر دے، یہ دل کو کتنا ہی مردہ بنانے والا ہیں اور کتنے نقصان دہ ہیں، ان کو اٹھایا گیا، اور ہم نشین چلے گئے غلام اور خادم بھی واپس ہو گئے۔ اکیلے علی ہی رہ گئے وہ مسلسل سوچ میں رہے اور کسی کو اپنے پاس داخل ہونے کی اجازت نہیں دی یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ اے شاکر، میں نے کہا میں حاضر ہوں جناب امیر صاحب! انہوں نے کہا ان تمام خزائن کی اور جو کچھ گھر میں ہے ان کی حفاظت کرنا میں اپنے آقا کے پاس جاتا ہوں (شاکر کہتا ہے)

میں سمجھا کہ وہ اپنے والد مامون کے پاس جاتے ہیں۔

علی نکلے اور ان کے سر پر ایک ازار تھی اور پاؤں میں ایک جوتا تھا اور کہا میرے پیچھے کوئی چراغ نہ لے کر آئے ان کے ساتھ ایک چھوٹا غلام تھا اور باقی تمام خادم اور غلام پیچھے رہ گئے تھے۔

جب صبح ہوئی تو وہ غلام نہیں آیا یہاں تک کہ سورج اوپر آگیا اور غلام آگیا، میں نے اس غلام سے علی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ تو امیر المؤمنین کے گھر میں نہیں گئے بلکہ دریائے دجلہ کی طرف گئے ہیں، اور مجھے کہا: اسی جگہ پر ٹھہرے رہو یہاں سے نہیں ہٹنا، مجھے پتہ نہیں وہ کہاں چلے گئے، مگر یہ کہ میں نے دیکھا وہ ملاح کے پاس گیا ہے اور اس کو چند دینار دیئے اور کہا کہ میری ایک اہم ضرورت ہے شہر واسط میں مجھے جلدی وہاں لے چلو۔ وہ کشتی بان ان کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس نے ان کو کشتی میں بٹھایا اور واسط کی طرف چل دیا۔

شہر واسط میں انہوں نے اقامت نہیں کی بلکہ وہاں سے بصرہ چلے گئے وہاں انہوں نے اپنا حلیہ تبدیل کرلیا، اپنی نکھری جلد پر موٹے کپڑے پہنے اور اس قلی کی طرح ایک توشہ دان خریدا اور گلے میں ڈال لیا۔ روزانہ کی خوراک کے بدلے کا کام کرتے تھے۔ روٹی کے ٹکڑے سر پر لئے پھرتے تھے، جو کوئی جسقدر بھی ان کو اجرت دیتا تو (زیادہ لینے کیلئے) واپس نہیں کرتے تھے۔ (یعنی ہدیہ قبول کر لیتے تھے) دن کو روزہ رکھتے تھے اور قلی گری کرتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے ننگے پاؤں چلتے تھے اس لئے اس کے پاؤں پھٹ گئے مسجدوں میں رات گزارتے تھے اور چپکے چپکے داخل ہوتے تھے کہ کوئی ان کو پہچان نہ لے۔ اسی حالت پر انہوں نے کئی سالوں تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ امیر المؤمنین مامون کو جب ان کی خبر ہوئی تو انہوں نے تمام علاقوں کے عمال کو خط لکھا کہ ان کو تلاش کرو اور جاسوس مقرر کرو۔ لیکن ان کا سراغ نہ لگایا جاسکا۔

(شاکر کہتا ہے) پھر وہ (علی بن مامون) بیمار ہو گئے اور ان کی حالت غیر ہو گئی

اور وہ ایک مجلس میں تھے، جب ان کی بیماری شدید ہوگئی تو بصرہ میں کسی مسافر خانے میں جا کر ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور بوریے پر لیٹ گئے۔ جب زندگی سے امید چھوڑ دی تو مسافر خانے کے مالک کو بلایا اور اس کو اپنی انگوٹھی اور ایک خط دے دیا اور کہا: اے صاحب! جب میں اپنا مقصد پورا کرلوں (مرجاؤں) تو تم میرے والی کے پاس جانا اور اس کو انگوٹھی دے دینا اور میرے بارے میں بتادینا اور یہ خط بھی اسے دے دینا۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز ہوگئی تو مسافر خانے کے مالک نے اس کو کپڑے سے ڈھانپ دیا اور والی کے پاس چلا گیا دروازے پر جا کر اس نے آواز دی: ایک وصیت نامہ ہے! اس کو اندر بلایا گیا تو اس نے انگوٹھی والی کو دکھادی، والی نے جب انگوٹھی دیکھ لی تو اس کو پہچان لیا اور کہا ارے تیرا ناس ہو! انگوٹھی کا مالک یہاں ہے؟

اس نے کہا وہ مسافر خانے کے ایک کمرے میں مردہ پڑا ہوا ہے۔ اس نے سردست خط بھی والی کو دے دیا، اس پر لکھا تھا امیر المؤمنین مامون کے علاوہ کوئی اس کو نہ کھولے۔

چنانچہ وہ والی سواری پر سوار ہوکر مسافر خانے میں آیا اور علی بن مامون کی نعش کو اٹھا کر اپنے محل میں لے گیا اور اس پر کافور، مشک، عنبر لگایا مصری قبطی کپڑوں سے لپیٹ کر پانی میں رکھ دیا اور مامون کے پاس روانہ کردیا۔ اس نے مامون کو خط لکھا اور اس کا سارا قصہ بیان کیا کہ اس کو کسی مسافر خانے سے چٹائی پر پایا اس کے نیچے کوئی بچھونا نہیں تھا اور نہ اس پر کوئی رونے والی تھی۔ لاش کے اوپر کپڑا تھا آنکھیں بند تھیں چہرے سے روشنی چمک رہی تھی اور خوشبو پھیل رہی تھی (جیسے غازی عبد الرشیدؒ کے چہرے سے نور اور جسم سے خوشبو مہک رہی تھی دفن کے بعد بھی قبر سے خوشبوئیں آتی رہیں) اس نے والی مامون کے پاس وہ انگوٹھی اور خط بھی بھیجا۔

جب خط مامون کے پاس پہنچا اور علی رحمہ اللہ تعالی کی لاش کو اس کے سامنے لے

جایا گیا تو وہ کھڑا ہو گیا اس کا چہرہ کھول دیا اور اس کو بوسہ دینے لگا اور رونے لگا۔ گھر میں چیخیں اور شور کی آوازیں شروع ہو گئیں۔ پھر مامون نے خط کھول دیا تو اس میں علی نے اپنے ہاتھ سے خط لکھا ہوا تھا۔

خط کا مضمون

اے امیر المؤمنین! سورۂ فجر کو ابتداء سے چودھویں آیت تک پڑھو اور اس سے عبرت حاصل کرلو۔ اور جان لو کہ اللہ جل جلالہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے اور ان کے ساتھ ہے جو نیک کار ہیں۔

مامون نے حکم دیا کہ ان کو غسل اور کفن دیا جائے پھر جب ان کو دفن کرنے کے لئے لے جا رہے تھے تو مامون خود ساتھ تھا اور اس نے اس پر نماز جنازہ پڑھی جب اس کو قبر میں رکھ دیا گیا تو مامون نے خادموں کو حکم دیا کہ تم سب نکل جاؤ اس نے قبر میں سر جھکا کر کہا اے میرے بیٹے اللہ جل جلالہ تم پر رحم کرے اللہ جل جلالہ نے تیری آرزو پوری کی، مجھے امید ہے کہ اللہ جل جلالہ نے تجھے خوش نصیب بنایا ہے اور تیری وجہ سے مجھے بھی نفع دے گا تو بہت ہی اچھا بیٹا تھا اللہ جل جلالہ تجھے پیغمبر ﷺ کے قرب میں جگہ عنایت فرمائے اور مجھے صبر نصیب فرمائے۔

پھر حکم دیا کہ اس پر مٹی کو برابر کر دو، خادم قبر میں اترے اور تختوں کو برابر کر دیا پھر مامون نے کہا مٹی ڈالو وہ خود کھڑا تھا اور اس پر غبار پڑ رہا تھا غلاموں کے ہاتھوں میں رومال تھے اس سے غبار ہٹا رہے تھے تو مامون نے کہا ہٹ جاؤ علی تو مٹی میں مل رہا ہے اور تم مجھ سے غبار ہٹاتے ہو؟ (کاش ہم اس کا روزانہ مراقبہ کرتے اور سوچتے کہ جس بدن کی راحت کے لئے ہم بہت کچھ کرتے ہیں اور معمولی گرد و غبار بھی برداشت نہیں کرتے کل وہ خاک میں ملا دیا جائے گا، اور بد اعمالی کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بنے گا)۔

پھر کہا اے اللہ! اس کو اپنے محکم کلمے پر ثابت قدم رکھ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں اس سے راضی ہوں اے ارحم الراحمین۔

وہ خط اس کے ہاتھ میں تھا اس کو ہاتھ سے نہیں رکھتا تھا پھر اس نے محمد بن سعد ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ سورۂ فجر کی تلاوت کریں اس نے تلاوت شروع کی تو مامون نے رونا شروع کیا یہاں تک کہ جب "ان ربک لبالمرصاد" تک پہنچا تو خاموش ہوگیا۔ مامون نے علی کے لئے دس لاکھ درہم صدقہ کئے اور قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور اپنے عمال کو رعیت کے ساتھ انصاف اور حقوق کی ادائیگی کا حکم کیا اور بہت سے نامناسب افعال کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ جب بھی علی کو یاد کرتا تو روتا، وہ مسلسل غمگین تھا دل کھول کر کسی لذت اور کسی خواہش میں حصہ نہیں لیتا تھا اس کی مجلس میں فقہاء آتے تھے، اس کو صبر کی تلقین کرتے تھے اور وعظ سناتے تھے اسی حالت میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(روض)

حضرت مفتی محمودؒ کی سادگی ومزاح

۱۹۶۲ء کے الیکشن میں کامیابی کے بعد ملک میں پہلی بار عام لوگوں نے بھی حضرت مفتی محمود صاحبؒ کا نام سنا اس وقت تک جمیعت کے حلقوں سے باہر انہیں بہت کم لوگ جانتے تھے تصویر بھی کسی نے نہیں دیکھی تھی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد جانے لگے تو ملتان ریلوے اسٹیشن پر بڑی دلچسپ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا گاڑی میں ان کی سیٹ ریزرو تھی، لیکن جب ساتھیوں کے ہمراہ ڈبے میں داخل ہونے لگے تو ڈیوٹی پر موجود پولیس کے ایک سپاہی نے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ ڈبہ قومی اسمبلی کے ممبر مولانا مفتی محمود کے لئے ریزرو ہے، آپ یہاں نہیں بیٹھ سکتے کسی دوسرے ڈبے کا رخ کریں ساتھیوں نے کسی نہ کسی طرح اندر گھس کر ان کا سامان تو ڈبے میں رکھ دیا

لیکن سپاہی نے مولانا مفتی محمودؒ کو ڈبے میں گھسنے نہ دیا بار بار یہی کہتا کہ یہ ڈبہ قومی اسمبلی کے ممبر مولانا مفتی محمود کے لئے ریزرو ہے یہاں کوئی نہیں بیٹھ سکتا۔ کسی دوسرے ڈبے میں چلے جایئے وہ آپ کو یہاں نہیں بیٹھنے دے گا، سامان بھی آپ کو اٹھانا پڑے گا مجھے ڈانٹ پڑے گی آپ بھی ناحق پریشان ہوں گے اس لئے پہلے سے اپنے لئے کسی سیٹ کا بندوبست کرلیں، اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ درمیانے قد اور دہرے جسم کا مالک جس نے سر پر ریشمی رومال لپیٹ رکھا ہے اور کھدر کے ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس ہے قومی اسمبلی کا ممبر بھی ہوسکتا ہے، اس نے سوچا کوئی دہاتی مولوی ہے جو اپنی لاعلمی یا کسی مغالطے کی وجہ سے اس ڈبے کی طرف چلا آیا ہے۔

مولانا مفتی محمودؒ سپاہی کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر خاصے محظوظ ہوئے، انہوں نے اپنے ساتھیوں کو منع کر دیا کہ وہ سپاہی سے ان کے متعلق کچھ نہ کہیں سپاہی کو دوسری طرف متوجہ پا کر جونہی حضرت مفتی محمود صاحب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے ڈبے کی طرف بڑھتے سپاہی تیزی سے آگے بڑھ کو ان کا راستہ روک لیتا، گاڑی چلنے میں چند منٹ رہ گئے تو حضرت مفتی محمود صاحب نے سوچا اس مزاح کو ختم کرنا چاہئے وہ آخری بار اپنے ڈبے کی طرف بڑھے سپاہی کو غصہ آگیا چیخ کر بولا مولوی صاحب کیوں میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو؟ سمجھتے کیوں نہیں؟ یہ ڈبہ ریزرو ہے، مولانا مفتی محمود کے سوا یہاں اور کوئی نہیں بیٹھ سکتا، چلو ہٹو پیچھے۔

اب مفتی صاحب آنے ہی والے ہوں گے کسی اور ڈبے میں چل کر بیٹھو مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی چند لمحے خاموش کھڑے اسے دیکھتے رہے پھر کندے پر رومال ٹھیک کرتے ہوئے کہا اللہ کے بندے دوسرے ڈبے میں چل کر کیسے بیٹھوں میری سیٹ اس ڈبے میں ریزرو ہے، میں ہی مفتی محمود ہوں قومی اسمبلی کا ممبر یہ انکشاف کسی دھماکے سے کم نہ تھا، سپاہی کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو، چہرے پر ایک رنگ آتا ایک جاتا، پھر وہ تیزی سے ہٹ کر ایک طرف مؤدب کھڑا ہو گیا۔ حضرت

مفتی صاحبؒ نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور آگے بڑھ کر ڈبے میں داخل ہو گئے۔

(واقعات وکرامات علماء دیوبند)

﴿ذوالکلاع کی توبہ کا قصہ﴾

ایک شخص نے واقعہ بیان کیا کہ مجھے میرے خاندان والوں نے تحفہ دے کر ذوالکلاع کے پاس بھیجا، میں اس کے دروازے پر ایک سال تک ٹھہرا رہا لیکن اس کے پاس جانے نہیں پایا پھر ایک دن اپنے محل سے جھانکا تو قصر (محل) کے اردگرد جتنے لوگ تھے سب سجدے میں گر گئے، پھر اس نے ہدیہ کے قبول کرنے کا حکم دیا۔

اسی ذوالکلاع کو اسلام لانے کے بعد میں نے دیکھا کہ اس نے ایک درہم کا گوشت خرید کر اپنے گھوڑے پر لٹکایا تھا اور کہہ رہا تھا۔

افسوس ہے اس دینار پر جس میں ہر روز کسی نہ کسی مشکل میں مبتلا ہوں۔

حالانکہ میں پہلے اس حال میں تھا کہ جو پوچھتا کہ کون سب سے زیادہ آرام دہ زندگی کا مالک ہے؟ تو کہا جاتا کہ یہ ہے (یعنی میں)۔

پھر میری فراوانی سختی میں بدل گئی، پس یہ سختی کتنی ہی اچھی ہے کتنی پیاری ہے۔

اللہ جل جلالہ اوہ درد محبت ہر ایک کو بخشے کہ جس میں روح کی تسکین پائی جاتی ہے۔

اصمعی کی روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے ذوالکلاع (طائف کے بادشاہ) کو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا اور اس کو اسلام کی دعوت دی، ذوالکلاع نے برائی میں حد کی تھی کہ اس نے خدائی کا دعوی کیا تھا اور اس بارے میں لوگوں نے اس کی اطاعت بھی کی یہاں تک کہ جریر کی واپسی سے پہلے آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی۔ ذوالکلاع نے اپنی پرانی روش جاری رکھی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو وہ اسلام کی طرف مائل ہو گیا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آٹھ ہزار غلاموں کے ساتھ آیا اور مسلمان ہو گیا اور چار ہزار غلاموں کو آزاد کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ: اے ذوالکلاع!

اپنے باقی ماندہ غلاموں کو مجھے بیچ دو قیمت کا ایک ثلث (تہائی) ادھر دوں گا، ایک تہائی یمن میں ایک تہائی شام میں، اس نے کہا کہ مجھے آج مہلت دیں تا کہ میں اس میں سوچوں چنانچہ وہ اپنی جگہ پر گیا اوران سب کو آزاد کر دیا، کل کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا خیال ہے غلاموں کے بارے میں؟ اس نے کہا کہ اللہ جل جلالہ نے میرے اوران کے بارے میں خیر کا فیصلہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ سب اللہ جل جلالہ کے لئے آزاد ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت خوب ذوالکلاع۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین میرا ایک گناہ ہے، شاید کہ یہ اس کے لئے رہ ہو جائے کہ اللہ جل جلالہ اس کو معاف فرمادے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنے پجاریوں سے چھپا رہا ایک دن اونچی جگہ سے ان پر جھانکا تو ایک لاکھ کے قریب لوگ میرے لئے سجدے میں گر گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اخلاص کے ساتھ توبہ ہو اور گناہ چھوڑ کر رجوع الی اللہ ہو تو اللہ جل جلالہ کی رحمت سے مغفرت کی بجا طور توقع کی جاسکتی ہے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے:

﴿ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ (الزمر ع۲ آیت:۵۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔''

جو ہے پردوں میں پنہا چشم بینا دیکھ لیتی ہے
زمانہ کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

﴿ایک امیر اور ایک تاجر کی توبہ کا واقعہ﴾

صدقہ بن مرداس نے اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انطاکیہ کے مضافات میں میں نے ایک اونچی جگہ یہ ہے۔

وہ شخص زندگی سے کیا لذت پائے گا جو یہ جانتا ہو کہ خداوند عالم اس سے ضرور باز پرس (پوچھ گچھ) کرے گا۔

اور اس سے بندوں کے ساتھ کی جانے والی ناانصافیوں کا بدلہ لے گا اور جو بھلائیاں اس نے کی ہیں اس کی جزاء دے گا۔

دوسری قبر پر لکھا تھا:

وہ شخص زندگی میں (دنیاوی اشیاء سے) کیا لذت پائے گا جو اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ اچانک اس پر موت آجائے گی۔

(اور وہ موت) اس کی ساری بڑائی اور ملک چھین لے گی اور اس گھر میں ملائے گی جس کا وہ (اپنے اعمال کی وجہ سے) مستحق ہے (یعنی ایسی قبر جو جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا ہے)۔

تیسری قبر پر لکھا تھا:

کیسے مزے لوٹے گا وہ جس کا رخ ایسی منزل (یعنی قبر پھر قیامت) کی طرف ہے جس پر اتر نا جوانوں کو بوڑھا کر دیتا ہے (یعنی قبر اور قیامت)۔

جو چہرے کے نقوش کو بہت جلد مٹا دیتا ہے اور جس سے جوڑ بوسیدہ ہو جائیں گے۔

یہ تینوں قبریں ایک صف میں کوہان کی شکل میں بنی ہوئی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں ایک بوڑھے کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اور اس نے کہا: کہ میں نے تمہاری بستی میں عجیب بات دیکھی اس نے کہا کہ کیا دیکھا؟ میں نے واقعہ بیان کیا اس بوڑھے نے کہا کہ ان کا قصہ اس سے زیادہ تعجب خیز ہے جو تم نے ان کی قبروں پر دیکھا میں نے کہا سناؤ کیا ہے:

اس نے کہا یہ تین بھائی تھے ان میں سے ایک بڑا عہدہ دار تھا جو بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا اور شہروں اور لشکروں کے انتظام پر مامور تھا دوسرا ایک مال دار تاجر تھا اور وہ بھی بادشاہ کے خاص لوگوں میں سے تھا تیسرا ایک عبادت گزار تھا جس نے عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کیا ہوا تھا۔

اس عبادت گزار کی موت قریب آئی تو اس کے بھائی اس کے پاس جمع ہو گئے اور وہ سلطان کا مصاحب ہمارے علاقوں کا والی تھا عبدالملک بن مروان نے اس کو

والی بنایا تھا اور وہ ایک ظالم جابر اور لٹیرا تھا یہ دونوں اپنے بھائی کے پاس آئے جب اس کا آخری وقت تھا دونوں نے اس عابد سے کہا کہ کچھ وصیت کر دو اس نے کہا اللہ کی قسم میرا کوئی مال نہیں تا کہ میں کچھ وصیت کروں نہ میرا کسی پر قرض ہے جس کے لینے کی وصیت کروں اور میں نے دنیا میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جو کہ اس کے لوٹنے کا اندیشہ ہو۔

عہدہ دار بھائی نے کہا: اے میرے بھائی یہ میرا مال تمہارے سامنے ہے اس میں سے جو چاہے کہو اور جو دل چاہے وصیت کرو اس نے رخ پھیر دیا۔

تاجر بھائی نے کہا: میرے بھائی تجھے میری کمائی اور کثیر دولت کا پتہ ہے شائد تیرے دل میں کسی بھلائی کا ارمان رہ گیا ہو جس کو مال خرچ کئے بغیر حاصل نہ کیا جا سکتا ہو یہ میرا مال ہے اس میں جو چاہو حکم کرو، اس کو پورا کروں گا۔

وہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن میں صرف تم سے ایک اقرار لیتا ہوں جس میں تم وعدہ خلافی نہ کرنا۔

انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا جب میں مر جاؤں تو تم مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر کسی اونچی زمین میں دفن کر دینا اور میری قبر پر لکھ دینا۔

وکیف یلذ العیش من هو عالم
بان الہ الخلق لابد سائله
فیاخذ منه ظلمه لعباده
ویجزیه بالخیر الذی هو فاعله

ترجمہ: ”زندگی سے وہ شخص کیا مزہ لے سکتا ہے جو یہ جانتا ہو کہ خداوند عالم اس سے بازپرس کرے گا اور اس سے بندوں کے ساتھ ناانصافی کا بدلہ لے گا اور نیکیوں کی جزا دے گا۔“

جب یہ کام کر دو تو روزانہ میری قبر پر آیا کرنا شاید تمہیں نصیحت نصیب ہو انہوں نے

اس کی موت کے بعد ایسا ہی کیا اور اس کا بھائی لشکر کے ساتھ قبر پر آتا اور اتر کر وہ اشعار پڑھتا اور روتا۔ جب تیسرا دن ہوا وہ لشکر کے ساتھ حسب معمول آیا اور اتر کر رونے لگا پھر جب واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے قبر کے اندر سے دھڑام کی آواز سنی قریب تھا کہ اس کا دل اس سے پھٹ جاتا۔ چنانچہ وہ گھبراہٹ اور خوف کے ساتھ واپس ہوا۔

جب رات ہوئی تو اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا۔ اے میرے بھائی تمہاری قبر سے جو آواز سنی وہ کیا تھی۔ اس نے کہا۔ وہ ہتھوڑے کی آواز تھی۔ مجھے کہا گیا کہ تو نے مظلوم کو دیکھا۔ پھر بھی اس کی مدد نہ کی۔ (مقام غور ہے ان لوگوں کے لئے جو یہ بات جانتے ہوئے کہ ہمارا عزیز یا دوست ظالم ہے، پھر بھی اسی کی امداد کرتے ہیں اور مظلوم پر مزید ستم ڈھاتے چلے جاتے ہیں، ذرا سوچیں کل قبر کی تنہائیوں میں اِن کا کیا حال ہوگا۔ جب نہ کوئی چھڑانے والا ہوگا اور نہ پرسان حال۔)

چنانچہ وہ شخص صبح غمزدہ اٹھا اور اپنے بھائی کو اور دوسرے خاص لوگوں کو بلایا اور کہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے بھائی نے جو اپنی قبر پر اشعار لکھنے کی وصیت کی تھی۔ اس کا مقصد مجھے تنبیہ کرنا تھا۔ اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ آئندہ میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔ چنانچہ اس نے امارت چھوڑ دی اور عبادت میں مشغول ہوگیا۔ اور عبدالملک بن مروان کو اس بارے میں خط لکھا گیا تو اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو چھوڑ دو جہاں چاہے جائے۔

چنانچہ وہ پہاڑوں اور صحراؤں میں رہتا رہا یہاں تک کہ اس کی موت آ ئی اور وہ چرواہوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھا اس کے بھائی کو خبر پہنچی تو وہ حاضر ہوگیا اور کہا۔ اے میرے بھائی کوئی وصیت نہیں کرنی؟ اس نے کہا کیا وصیت ہے۔ کوئی مال نہیں جس پر وصیت کروں لیکن ایک وعدہ ہے وہ یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر تیار کر کے مجھے میرے بھائی کے پہلو میں دفنا دو اور میری قبر پر لکھ دو ۔

وکیف یلذ العیش من کان موقنا

بان المنایا بغتة ستعا جله

فتسلبہ ملکا عظیما و نخوۃ
وتسکنہ القبر الذی ھو اھلہ

ترجمہ: ''کیسے لذت پائے وہ شخص جس کو یقین ہو کہ بہت جلد موت اس پر اچانک آئے گی اور اس سے عظیم ملک اور تمام بڑائی چھین کر اسے اُس قبر میں اسے ٹھہرائے گی جس کا وہ باسی ہوگا۔''

پھر تین دن میرے پاس آتے رہنا اور میرے لئے دعا کرتے رہنا شاید اللہ جل جلالہ مجھ پر رحم فرمائے۔

چنانچہ وہ مر گیا اور اس کے بھائی نے اس کی وصیت پر عمل کیا جب اس کی قبر پر تیسرے دن آیا تو دعا کی اور خوب رویا پھر جب واپس آنے لگا تو اس نے ایک شدید آواز سنی جس سے اس کی عقل زائل ہونے کے قریب ہوگئی اور وہ وہاں سے بے چین ہو کر اٹھا۔

رات کو اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اس نے کہا کہ میں نے جب خواب میں اپنے بھائی کو دیکھا تو اس کی طرف لپکا اور اس سے پوچھا کیا تم ہماری ملاقات کے لئے آئے ہو؟ اس نے کہا ملاقات تو بہت ہی دور ہے میں نے کہا میرے بھائی تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا خیریت سے ہوں، تو بہ کتنی خوبیوں اور بھلائیوں کی جامع ہے میں نے کہا میرا دوسرا بھائی کیسا ہے؟ اس نے کہا وہ تو نیک پیشواؤں کے ساتھ ہے میں نے کہا ہمارا کیا حال ہوگا تمہارے پاس اس نے کہا جس نے جو کچھ دنیا و آخرت کے لئے کیا ہے وہ دیکھ لے گا پس تم اپنی مال داری کو فقیری سے پہلے غنیمت سمجھو۔

راوی نے کہا کہ اس نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اپنے مال کو تقسیم کیا جائیداد بانٹ دی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گیا۔ اس کا ایک بیٹا بڑا ہو کر ایک خوبصورت اور باکمال نوجوان بنا اور تجارت شروع کی یہاں تک کہ تجارت میں ایک مقام حاصل کیا اس کے باپ کی موت آئی اس نے اپنے باپ سے کہا ابا جان وصیت نہیں کرتے؟ اس نے کہا اے میرے بیٹے تیرے باپ کا کوئی مال ہی نہیں جس میں وصیت کرے

لیکن میں تجھ سے ایک وعدہ لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے چچوں کے ساتھ دفنا دینا اور میری قبر پر یہ شعر لکھ دینا ؎

وکیف یلذ العیش من ھو صائر
الی حدث تبلی الشباب منازلہ
ویذھب رسم الوجہ من بعد صونہ
سریعا ویبلی جسمہ و مفاصلہ

ترجمہ: ''کیسے مزے لے سکے گا زندگی سے وہ جس کا رخ ایسی قبر کی طرف ہو جس کی گھاٹ نوجوانوں کو بوڑھا کر دیتی ہے اور چہرے کا رنگ اڑا دیتی ہے اور جلدی جلدی جسم اور جوڑوں کو بوسیدہ کر دیتی ہے۔''

جب یہ کرو تو اس کے بعد تم تین دن تک میرے پاس آنا اور مرے لئے دعا کرنا نوجوان نے وصیت پر عمل کیا جب تیسرا دن ہوا تو اس نے قبر سے ایک آواز سنی جس سے اس کی جلد سکڑ گئی اور رنگ اڑ گیا اور بخار چڑھ گیا اور وہ واپس گھر آ گیا۔

رات کو خواب میں اس کا باپ آیا اور کہنے لگا اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس آنے سے نزدیک ہو اور موت قریب تر ہے پس تم اپنے سفر کی تیاری کر لو اور کوچ کرنے کا بندوبست کر لو اور سامان اس گھر سے باندھ لو جس سے تم نے نکلنا ہے اس گھر کی طرف جس میں تم نے جانا ہے اور دھوکے میں نہ رہو کہ لمبی امیدیں لگا کے جیسے تم سے پہلے لوگ دھوکے میں رہے اور اپنی آخرت کے معاملے میں کوتاہی کا نتیجہ عندالموت ان کو شدید ندامت لاحق ہوگئی اور عمر کی بربادی پر کف افسوس ملتے رہے چنانچہ نہ ان کو افسوس نے فائدہ پہنچایا اور نہ ہی کوتاہیوں پر شرمندگی نے ان کو اس شر سے نجات دلائی جس کا سامنا وہ کریں گے قیامت کے دن اپنے بادشاہ کی طرف سے اے میرے بیٹے جلدی کرو جلدی کرو...... جلدی ...... عبداللہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ جس بوڑھے نے واقعہ سنایا اس نے بتایا کہ رات کو اس نوجوان نے یہ خواب دیکھا تھا

صبح کو میں اس کے پاس گیا تو اس نے وہ خواب ہمیں سنایا اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ بات ایسی ہی ہے رشتے داروں اور لین دین والوں سے معاملہ صاف کیا اور سلام کہا اور لوگوں سے الوداع کہا لوگوں نے اس کو الوداع کہا جیسے کسی کو کسی چیز سے ڈرایا گیا ہو اور اس کو اس کی توقع بھی ہے۔

وہ کہتا تھا کہ میرے باپ نے کہا: جلدی کرو جلدی کر ان تینوں سے مراد یا تین لمحات ہیں تو وہ تو گزرے لہٰذا وہ نہیں ہیں اگر تین دن ہوں تو وہ کیسے گزریں گے اور یا تین مہینے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت تک زندہ ہوں گا یا تین سال ہیں اور یہ تو مہینوں سے بھی زائد ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ ان سے مراد سال ہوں۔

چنانچہ وہ بخشتا رہا اور صدقہ کرتا رہا تین دن تک جب اس خواب کو تیسرا دن ہوا تو اس نے صبح سویرے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور ان کو الوداع کہا اور سلام کہا پھر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کیں اور کلمہ شہادت پڑھا اور وفات پا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد ایک عرصہ تک لوگ گاہے بگاہے اس کی قبر پر دور دراز سے آتے تھے اور دعا کرتے تھے۔

ایک روشنی مسجد کے باہر سے آئی اور عرش تک جا پہنچی

ایک بزرگ جو ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے ایک دن کسی نماز کے لئے مسجد کے دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ امام مسجد سے بآواز بلند السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی آواز سنی، آواز کا کان میں پڑنا ہی تھا کہ جماعت کی نماز ختم ہو جانے کا صدمہ ان کے سینے کو چیرتا ہوا دل کی گہرائیوں تک جا پہنچا، اس صدمہ سے ایسی آہ نکلی جس سے ان کے دل کے خون کی بو آ رہی تھی۔

گفت آہ ودرد ازاں آمد بروں
آہ او میداد ازوں بوئے خوں

ترجمہ: ''ان بزرگ سے جماعت فوت ہونے کے غم سے آہ نکلی اور آہ بھی انتہائی درد سے بھر پور تھی کیونکہ اس صدمہ سے ان کا دل خون ہو گیا تھا) اوران کی آہ میں (ان کے دل سے) خون کی بو آ رہی تھی۔''

مسجد میں ایک اہلِ دل بزرگ موجود تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک روشنی مسجد کے باہر سے آئی اور عرش تک چلی گئی یہ اٹھ کر باہر آئے اور پوچھا کہ یہ کیسا نور تھا؟ لوگوں کے بتانے سے معلوم ہوا کہ کوئی صاحب ہیں جن کی جماعت فوت ہو جانے کی وجہ سے آہ نکل ہے۔ یہ بزرگ سمجھ گئے کہ بس اسی آہ کا یہ نور تھا، یہ بزرگ جماعت کے قدردان اللہ والے سے عرض گزار ہوئے کہ حضرت آپ مجھے یہ آہ دے دیجئے اور میں نے جو نماز باجماعت ادا کی ہے اس آہ کے بدلہ میں مجھ سے وہ لے لیجئے۔ وہ اپنی آہ کا نور اور اس کا مقام نہ سمجھ پاتے تھے اس لئے نماز باجماعت کو اختیار کر لیا۔ رات کو ان بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہاتف غیبی کہہ رہا ہے کہ اے شخص تو نے آب حیواں اور آب شفا خرید لیا ہے، اور تو نے اس آہ کا بہت اچھا تبادلہ کیا۔ کیونکہ اس بندے کی یہ آہ نہایت پرخلوص تھی

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے
کہ خریدی آب حیواں وشفے

اللہ تعالیٰ نے اس آہ کی مقبولیت اور اس تبادلہ اور اختیار کی برکت سے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی اس وقت کی نماز قبول فرمالی ہے۔''

حرمت ایں اختیار وایں دخول
شد نماز جملہء خلقاں قبول

ترجمہ: ''اے مخاطب تیرے اس اختیار اور اس معاملہ سے تمام مخلوق کی نماز قبول ہوگئی۔'' (مثنوی)

﴿شاہِ بصرہ کا عجیب واقعہ﴾

شاہان بصرہ میں سے ایک بادشاہ ایک عرصہ تک عبادت گزاروں کی صف میں شامل رہا۔ پھر دنیا اور سلطنت کی طرف مائل ہو گیا اس نے ایک خوبصورت گھر تعمیر کرایا اور اس کو بہت مضبوط بنایا جب وہ تیار ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کو فرش بچھا کر آراستہ کیا (سجایا) جائے، پھر اس نے کھانا تیار کرایا اور لوگوں کو دعوت دی، لوگ آتے کھاتے پیتے عمارت کو دیکھتے اور تعجب و دعا کرتے ہوئے نکل جاتے۔

شب و روز گزرتے رہے او چند دن بعد آہستہ آہستہ لوگ چلے گئے تو بادشاہ نے ایک دن اپنے بھائیوں اور خاص لوگوں کے ساتھ مجلس لگائی اور کہنے لگا آپ جانتے ہیں کہ میں اس گھر کی تعمیر سے کسقدر خوش ہوں۔ میں دل میں سوچتا ہوں کہ اپنے بیٹوں میں سے ہر ایک کے لئے اس طرح کا خوبصورت گھر تعمیر کرواؤں لہذا آپ چند دن میرے پاس رہیں تا کہ میں اس تعمیر کے سلسلے میں آپ کی باتوں اور مشوروں سے فائدہ اٹھاؤں، وہ لوگ چند دن رہے عیش و طرب میں مشغول ہیں۔ مشورے ہو رہے ہیں کہ کیا کیا جائے اور تعمیرات کیسی ہوں۔

ایک رات وہ اپنی مستیوں میں محو تھا کہ (مشیت ایزدی نے اسے راہ راست پر لانے کا فیصلہ کر لیا) ایک عجیب پر اثر آواز کان پڑی دائیں بائیں ہر سو نگاہ دوڑائی مگر کوئی نظر نہ آیا، کان لگائے تو کہنے والا کہہ رہا تھا۔

اے (گھروں کی) تعمیر کرنے والے، اپنی موت کو بھولنے والے، زیادہ امیدیں مت لگا، کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے۔

لوگ چاہے خوش ہوں یا نہ ہوں، موت وہ ہلاکت ہے جو امیدوں والوں کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔

گھروں کی تعمیر چھوڑ دو جن میں تم ہمیشہ نہیں رہ سکتے۔ دوبارہ عبادت شروع کرو

تا کہ گناہ معاف ہوں۔

وہ گھبرا گیا اور اس کے ساتھی ڈر گئے اور اس آواز کی وجہ سے دہشت زدہ ہو گئے، اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم نے بھی وہ باتیں سنیں جو میں نے سنیں؟ انہوں نے کہا ہاں اس نے کہا کیا تمہیں کچھ محسوس ہو رہا ہے جو میں محسوس کر رہا ہوں؟ انہوں نے کہا تم کیا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے کہا میرے دل پر ایک بندش ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرض موت کے علاوہ کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا ہرگز نہیں بلکہ آپ کو عافیت اور بقا ملے گی وہ رونے لگا اور کہا تم میرے بھائی اور ساتھی ہو میرے لئے کیا کر سکو گے؟ انہوں نے کہا جو تم چاہو حکم کرو اس نے شراب کے گرانے کا حکم دیا اور کھیل تماشوں کو نکالا گیا پھر اس نے کہا اے اللہ میں تجھے اور یہاں موجود تیرے بندوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اگر تو نے مجھے زندہ چھوڑا تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی اطاعت کی طرف واپس لوٹا کر مجھ پر اپنی نعمت مکمل کرنا اور اگر تو نے مجھے اٹھا لیا تو اپنے فضل و کرم سے میری ساری خطائیں معاف فرمانا۔

پھر اس کی تکلیف سخت ہو گئی اور وہ بار بار کہہ رہا تھا بخدا موت ہے یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی فقہاء کا خیال ہے کہ اس کی موت توبہ پر ہوئی۔

محترم قارئین: اللہ جل جلالہ کی طرف سے اسے بروقت تنبیہ ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ جو پر خلوص عبادت اور نیکیاں اس نے ماضی میں کی تھیں انہوں نے اس کو فائدہ پہنچایا بلا شبہ نیکیاں دنیا آخرت میں مفید ہوتی ہیں بشرطیکہ پر خلوص ہوں۔

حضرت نصوح کی سچی توبہ

ایک شخص تھے جن کا نام نصوح تھا تو تھا مرد مگر شکل اور آواز بالکل عورتوں کی سی تھی اور شاہی محلات میں بیگمات اور دختران خسرواں کو نہلاتے اور میل نکالنے پر مامور اور عورت کے لباس میں یہ شخص ملازمہ اور خادمہ بنا ہوا تھا۔ چونکہ یہ مرد شہوت کاملہ رکھتا

تھا اس لئے مالش زنان خسروان سے نفسانی لذت بھی خوب پاتا تھا اور جب بھی یہ توبہ کرتا اس کا ظالم نفس اس کی توبہ کو توڑ دیتا۔ ایک دن اس عاجز نے سنا کہ کوئی بڑے عارف بزرگ تشریف لائے ہیں یہ بھی حاضر ہوا اور کہا ؂

رفت پیش عارفے آن زشت کار
گفت مارا در دعائے یاد دار

یہ گنہگار عارف کے سامنے گیا اور کہا کہ ہم کو دعا میں یاد رکھئے ؂

آں دعا از ہفت گردوں درگزشت
کار آں مسکین بآخر خوب گشت

ان بزرگ کی دعا سات آسمانوں سے اوپر گزر گئی یعنی اس عاجز مسکین کا کام بن گیا۔

یک سبب انگیخت صنع ذوالجلال
کہ رہا بندش زنفرین در یال

اسی خدائے ذوالجلال نے اپنی قدرت خاصہ سے ایک سبب اس کی خلاصی کا پیدا فرمایا (معلوم ہوا کہ اہل اللہ سے دعا کرانے کے بعد یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ بس اب کسی سبب کے بغیر کام بن جائے گا، بلکہ اہل اللہ کی دعا سے اللہ کوئی ایسا سبب بنا دیں گے کہ کام بن جائے گا، اگرچہ اللہ کسی سبب کے محتاج نہیں، جو چاہیں جب چاہیں جیسے چاہیں کر سکتے ہیں۔) کے بعد۔ وہ سبب یہ غیب سے ظاہر ہوا کہ نصوح اور اس کے ہمراہ جملہ خادمات کی تلاشی کی ضرورت واقع ہوئی کیونکہ زنان خانہ میں ایک بیش بہا موتی گم ہو گیا۔ حمام خانے کے دروازے کو بند کر کے تلاشی شروع ہوئی جب کسی سامان میں موتی نہ ملا ؂

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید
ہر کہ ہستید از عجوز و ازنوید

ترجمہ: ''آواز دی گئی کہ سب خادمات عریاں ہو جائیں خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھی

ہوں۔"

اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہو گیا کیونکہ یہ دراصل مرد تھا مگر عورت کے بھیس میں عرصے سے خادمہ بنا ہوا تھا اس نے سوچا کہ آج میں رسوا ہو جاؤں گا اور شاہ غیرت کے سبب اپنی عزت و ناموس کا مجھ سے انتقام لے گا اور مجھے قتل سے کم سزا نہیں ہو سکتی کہ جرم نہایت سنگین ہے ۔

آں نصوح از ترس شد در خلوتے
روئے زرد و لب کبود از خشیتے

ترجمہ: "یہ نصوح خوف سے خلوت میں گیا ہیبت سے چہرہ زرد ہونٹ نیلے ہو رہے تھے۔"

پیش چشم خویش اومی دید مرگ
سخت می لرزید او مانند برگ

ترجمہ: "نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور مثل برگ لرزہ براندام ہو رہا تھا اسی حالت میں یہ سجدے میں گر گیا اور رو رو کر کہنے لگا۔"

گفت یارب بارہا برگشتہ ام
توبہا وعہد ہا بشکستہ ام

ترجمہ: "کہا نصوح نے اے رب بارہا میں نے راستہ غلط کر دیا اور توبہ اور عہد کو بارہا توڑ دیا۔"

اے خدا آں کن کہ از تومی سزد
کہ زہر سوراخ مارم می گزد

ترجمہ: "اے خدا اب وہ معاملہ کیجئے جو آپ کے لائق ہے کیونکہ ہر سوراخ سے میرا سانپ مجھے ڈس رہا ہے۔"

نوبت جستن اگر در من رسد
وہ کہ جان من چہ سختیہا کشد

ترجمہ: "اگر موتی کی تلاش کی نوبت خدمات سے گزر کر مجھ تک پہنچی تو

اف میری جان کس قدر سختی اور بلا کا عذاب چکھے گی۔''

گر مرا ایں بار ستاری کنی
توبہ کردم من زِہر ناکردنی

ترجمہ: ''اگر آپ اس مرتبہ میری پردہ پوشی فرمادیں تو میں نے توبہ کے ہر نالائق فعل سے نصوح یہ مناجات کرتے کرتے کہنے لگا۔''

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجا تم ببیں خون جگر

ترجمہ: ''اے رب میرے جگر میں سینکڑوں شعلے غم کے بھڑک رہے ہیں اور آپ میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیں کہ میں کس طرح حالت بے کسی اور درد سے فریاد کر رہا ہوں نصوح اپنے رب سے گریہ وزاری کر ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔''

جملہ را جستیم پیش آ اے نصوح
گشت بے ہوش آں زماں پرید روح

ترجمہ: ''یہ آواز آئی کہ سب کی تلاشی ہو چکی اب اے نصوح! تو سامنے آ اور عریاں ہو جا یہ سنتا تھا کہ نصوح اس خوف سے کہ ننگے ہونے سے میرا پردہ فاش ہوگا بے ہوش ہو گیا اور اس کی روح عالم بالا کی سیر میں مشغول ہوئی۔''

جاں بحق پیوست چو بے ہوش شد
بحر رحمت آں زماں در جوش شد

ترجمہ: اس کی روح بے ہوشی کے وقت حق سے قریب ہوئی اور ابر رحمت کو اس وقت جوش آیا اور حق تعالیٰ کی قدرت سے نصوح کی پردہ پوشی کے لئے بلا تاخیر فوراً موتی مل گیا۔''

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم
شد پدید آں گم شدہ در یتیم

ترجمہ:اچانک آواز آئی کہ خوف ختم ہوااور وہ موتی گم شدہ مل گیا۔"

آں نصوح رفتہ باز آمد بخویش
دیدہ چشمش تابش صد روزہ بیش

ترجمہ: وہ بے ہوش نصوح پھر ہوش میں آگیا اور اس کی آنکھیں سینکڑوں دن سے زیاد روشن تھیں یعنی عالم بے ہوشی میں نصوح کی روح کو حق تعالیٰ کی رحمت نے تجلیات قرب کا مشاہدہ کرادیا تھا جس کے انوار اس کی آنکھوں میں بعد ہوش کے بھی تاباں تھے۔"

شاہی خاندان کی عورتوں نے نصوح سے معذرت کی اور شفقت سے کہا ہماری بدگمانی کو معاف کردو ہم نے تم کو بہت تکلیف دی۔

بد گماں بودیم مار اکن حلال
لحم تو خور دیم اندر قیل وقال

ترجمہ: ہم بدگمان تھے ہم کو معاف کر ہم نے قیل وقال سے تیرا گوشت کھایا ۔(وہ کیسا کریم رب ہے جب کوئی صدق دل سے اسکے دربار عالیہ میں توبہ کرتا ہے تو وہ رحیم اسے صرف آخرت کی ذلت سے ہی نہیں بلکہ دنیا کی ذلت سے بچالیتا ہے اور دونوں جہانوں میں اسے باعزت کردیتا ہے)۔

گفت بدفضل خدا اے داد گر
ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر

ترجمہ: نصوح نے کہا کہ یہ خدا کا فضل ہو گیا مجھ پر اے مہربانو ورنہ جو کچھ میرے بارے میں کہا گیا ہے ہم اس سے بھی برے اور خراب ہیں۔"

(یہ عارفانہ بات ہے کہ بندہ اپنے عیبوں سے بینا ہو جائے تا کہ کبھی غرور میں مبتلا نہ ہو۔)

اس کے بعد سلطان کی ایک دختر نے اس کو مالش اور نہلانے کو کہا مگر نصوح اللہ والا

ہو چکا تھا اور بے ہوشی میں اس کی روح قرب کے خاص مقام پر فائز ہو چکی تھی اتنے قوی تعلق مع اللہ اور یقین کی نعمت کے بعد گناہ کی ظلمت کی طرف کس طرح رخ کرتا، کہ روشنی کے بعد ظلمت سے کراہت محسوس ہونا فطری امر ہے نصوح نے دختر شاہ سے کہا ؎

گفت زور دست من بے کار شد
ویں نصوح تو کنوں بیمار شد

ترجمہ: ''نصوح نے کہا اے دختر! میرے ہاتھ کی طاقت اب بے کار ہو چکی ہے اور تمہارا نصوح اب بیمار ہو گیا یعنی اس حیلہ سے اس نے اپنے کو گناہ سے بچایا۔'' ؎

بادل خود گفت کز حد رفت جُرم
از دل من کے رو دآں ترس و غُرم

ترجمہ: ''نصوح نے اپنے دل میں کہا کہ میرا جرم حد سے گزر گیا اب میرے دل سے وہ خوف اور غم کیسے نکل سکتا ہے۔''

توبہ کردم حقیقت با خدا
نشکنم تا جاں شود از تن جدا

ترجمہ: ''نصوح نے کہا میں نے حقیقی توبہ اپنے مولیٰ سے کی ہے میں اب اس توبہ کو ہرگز نہ توڑوں گا خواہ جان ہی میرے تن سے جدا ہو جاوے۔''

جان جاتی ہے تو جائے مجھے پرواہ نہیں
رشتہ خدا سے جوڑا ہے گناہ سے نہیں

آگے شیخؒ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

توبہ کن مردانہ سر برآور برہ
کہ فمن یعمل بمثقال یرہ

اے مخاطب مردانہ وار گناہوں سے توبہ کر اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قدم رکھ دے، (کیونکہ اللہ جل جلالہ سے دور رہ کر آخر کب تک گناہوں کی ظلمتوں میں پھنسا رہے گا،، آخر یہ سانس کا

ڈور اٹوٹے گا اور کل میدانِ قیامت میں خدائے تعالی کے سامنے حاضر ہوگا، جب تیرے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائیگا تو ذرہ ذرہ کے برابر عمل اسمیں موجود پائے گا پھر حسرت وافسوس اور خون کے آنسو کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا)۔

واز پدر آموز کادم از گناہ
خوش فرود آمد بسوئے پا ئیگاہ

اور اپنے باپ سیدنا آدم علیہ السلام سے یہ سبق سیکھ لے کہ انہوں نے اپنے قصور سے کس طرح توبہ کی اور اپنے رب کے سامنے اپنے کو جھکا کر عالی منصب حاصل کرلیا۔ (مثنوی)

﴿حکایت سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ﴾

ایک رات سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ شاہی لباس اتار کر عام لباس میں رعیت کی نگرانی کے لئے تنہا گشت فرما رہے تھے کہ اچانک چوروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ آپس میں کچھ مشورہ کر رہا ہے چوروں نے سلطان محمود کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم میں سے ایک ہوں۔ وہ لوگ سمجھے یہ بھی کوئی چور ہے اس لئے ساتھ لے لیا پھر آپس میں باتیں کرنے لگے اور یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک اپنا اپنا ہنر بیان کرے تاکہ وہی کام اس کے سپرد کردیا جائے۔

ایک نے کہا اے صاحبو! میں اپنے کانوں میں ایسی خاصیت رکھتا ہوں کہ کتا جو کچھ اپنی آواز میں کہتا ہے میں سب کچھ سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

دوسرے نے کہا میری آنکھوں میں ایسی خاصیت ہے کہ جس شخص کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں اس کو دن میں بلا شک وشبہ پہچان لیتا ہوں۔

مگر تیسرے نے کہا میرے بازوؤں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں یعنی گھر میں داخل ہونے کے لئے مضبوط دیوار میں بھی ہاتھ سے

سوراخ کر دیتا ہوں۔

چوتھے نے کہا میرے ناک میں ایسی خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے یا نہیں جیسے مجنون نے بغیر بتلائے ہوئے خاک سونگھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس جگہ لیلی کی قبر ہے۔

پانچویں شخص نے کہا میرے پنجہ میں ایسی قوت ہے کہ محل خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن میں اپنے پنجہ کے زور سے کمند کو اس محل کے کنگرہ میں مضبوط لگا دیتا ہوں اور اس طرح مکان میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہوں۔

پھر سب نے مل کر بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے شخص تیرے اندر کیا ہنر ہے جس سے چوری کرنے میں مدد مل سکے۔ بادشاہ نے جواب دیا:

ترجمہ: "میری ڈاڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ پھانسی کے مجرموں کو جب جلا دوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت اگر میری ڈاڑھی ہل جاتی ہے تو سب کو رہائی مل جاتی ہے۔ یعنی جب میں ترحم سے ڈاڑھی ہلا دیتا ہوں تو مجرمین کو قتل کی سزا سے فی الفور نجات حاصل ہو جاتی ہے یہ سنتے ہی چوروں نے کہا۔"

ترجمہ: "اے ہمارے قطب! چونکہ یوم مشقت میں خلاصی کا ذریعہ آپ ہی ہیں یعنی اگر ہم پکڑے جاویں تو آپ کی برکت سے چھوٹ جاویں گے اس لئے اب ہم کو بے فکری ہوگئی ہے کیونکہ اوروں کے پاس تو صرف ایسے ہنر تھے جن سے چوری کی تکمیل ہوتی تھی لیکن سزا کے خطرہ بچانے کا ہنر کسی کے پاس نہ تھا یہی کسر باقی تھی جو آپ کی وجہ سے پوری ہوگئی اور سزا کا خطرہ بھی ختم ہو گیا بس اب کام میں لگ جانا چاہئے اس مشورہ کے بعد سب نے قصر شاہ محمود کی طرف رخ کیا اور شاہ خود بھی ان کے ہمراہ ہو گیا راستہ میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز سمجھنے والے نے کہا کہ کتے نے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ بھی ہے لیکن اس کی بات کی طرف چوروں نے دھیان نہ دیا کیونکہ لالچ ہنر کو پوشیدہ کر دیتا ہے۔ ایک نے خاک سونگھی اور بتا دیا شاہی خزانہ یہاں ہے ایک نے کمند پھینکی اور شاہی محل میں داخل

ہو گیا نقب زن نے نقب لگادی اور آپس میں خزانہ تقسیم کرلیا۔اور جلدی جلدی ہر ایک نے مال مسروقہ پوشیدہ کرلیا بادشاہ نے ہر ایک کا حلیہ پہچان لیا اور ہر ایک کی قیام گاہ کے راستوں کو محفوظ کرلیا اور اپنے آپ کو ان سے مخفی کر کے محل شاہی کی طرف واپس ہو گیا۔"

بادشاہ نے دن کو عدالت میں شب کا تمام ماجرا بیان کر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کرلو اور سزاء قتل سنادو۔ جب وہ سب کے سب مشکیں کسی ہوئی عدالت میں حاضر ہوئے تو تخت شاہی کے سامنے ہر ایک خوف سے کانپنے لگا لیکن وہ چور جس کے اندر یہ خاصیت تھی کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا دن میں بھی اس کو بے شبہ پہچان لیتا وہ مطمئن تھا اس پر خوف کے ساتھ رجاء کے آثار بھی نمایاں تھے یعنی ہیبت سلطانی اور قہر انتقامی سے ترساں اور لطف سلطانی کا امیدوار تھا کہ حسب وعدہ جب مراحم خسروانہ سے ڈاڑھی ہل جاوے گی تو فی الفور خلاصی ہو جاوے گی اور حسب وعدہ میں اپنے تمام گروہ کو بھی چھڑالوں گا۔

کیونکہ غایت مروت سے بادشاہ اپنے جان پہچان والے سے اعراض نہ کرے گا بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا۔

اس شخص کا چہرہ خوف اور امید سے کبھی زرد اور کبھی سرخ ہو رہا تھا کہ بادشاہ محمود نے جلالت خسروانہ کے ساتھ حکم نافذ فرمایا کہ ان سب کو جلاّدوں کے سپرد کر کے دار پر لٹکا دو اور چونکہ اس مقدمے میں سلطان خود شاہد ہے اس لئے کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے دل کو سنبھال کر ادب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں! اجازت حاصل کر کے اس نے کہا حضور! ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہنر کی تکمیل کر لی اب خسروانہ ہنر کا ظہور حسب وعدہ فرما دیا جائے میں نے آپ کو پہچان لیا ہے اگر ہل جاوے تو مجرم خلاصی پا جاوے لہٰذا اے بادشاہ! اب اپنی ڈاڑھی ہلا دیجئے تاکہ آپ کے لطف کے صدقہ میں ہم سب اپنے جرائم کی عقوبت وسزا سے نجات پا جائیں۔ ہمارے ہنروں نے تو ہمیں دار تک

پہنچادیا۔ اب صرف آپ ہی کا ہنر ہمیں اس عقوبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ آپ کے ہنر کے ظہور کا یہی وقت ہے ہاں کرم سے جلد ڈاڑھی ہلائیں کہ خوف سے ہمارے کلیجے منہ کو آرہے ہیں اپنی ڈاڑھی کی خاصیت سے ہم سب کو جلد مسرور فرمادیجئے۔

سلطان محمود اس گفتگو سے مسکرایا اور اس کا دریائے کرم مجرمین کی فریاد و نالہ اضطرار سے جوش میں آگیا ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنی خاصیت دکھادی حتیٰ کہ تمہارے کمال اور ہنر نے تمہاری گردنوں کو مبتلا قہر کردیا بجز اس شخص کے کہ یہ سلطان کا عارف تھا اور اس کی نظر نے رات کی ظلمت میں ہمیں دیکھ لیا تھا اور ہمیں پہچان لیا تھا پس اس شخص کی اس نگاہ سلطان شناس کے صدقہ میں میں تم سب کو رہا کرتا ہوں مجھے اس پہچاننے والی آنکھ سے شرم آتی ہے کہ اپنی ڈاڑھی کا ہنر ظاہر نہ کروں۔

اس حکایت سے ایک سبق یہ ملا کہ سلطان حقیقی (یعنی اللہ) جہاں کہیں بھی جرم کا ارتکاب کیا جائے وہ ساتھ ہوتے ہیں اور دیکھ رہے ہوتے ہیں اگر چہ کسی مصلحت کی بنا پر وہ فوراً سزا نہ دیں، جیسے خزانہ شاہی کو لٹتے ہوئے دیکھ کر سلطان محمود نے فوراً گرفت نہیں کی، بلکہ بعد میں ان کو گرفتار کرایا۔

دوسرا سبق یہ کہ قیامت میں کوئی ہنر کام نہیں دے گا بلکہ وہ تمام ہنر جو جرم کے ارتکاب میں معاون ہوں گے وہ چوروں کے ہنروں کی طرح ہلاکت اور بربادی کا سبب بنیں گے۔ البتہ ایک شخص کا ہنر اس کے اور اس کے ساتھیوں کے کام آیا یعنی سلطان شناس نگاہ اسی طرح اگر اس دنیا کے ظلمت کدے میں ہمیں بھی خداشناس نظر مل جائے تو وہ ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو ہلاکت وعذاب سے بچا سکتی ہے۔ (مثنوی)

واثق باللہ اور اس کے بیٹے مہتدی باللہ کا واقعہ

صالح بن علی سے منقول ہے کہ میں امیر المؤمنین مہتدی باللہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس نے مظلوموں کی دادرسی کے لئے عوامی کچہری لگائی تھی۔ میں نے دیکھا کہ

لوگوں کے واقعات اس کے سامنے بیان کئے جارہے تھے اور وہ ان پر دستخط کا حکم دے رہا تھا۔ اور ان واقعات کو قلم بند کیا جارہا تھا۔ اور مہر لگائی جارہی تھی۔ اس کے بعد ان کو حقداروں کو دیا جاتا تھا مجھے یہ کام بہت پسند آیا۔ اور میں خوش ہو گیا میں مہتدی باللہ کو دیکھنے لگا اس نے سمجھ لیا اور میری طرف دیکھا تو میں نے اپنی آنکھیں پھیر دیں۔ پھر اس نے دیکھا میں نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اور یہ کئی دفعہ ہوا جب وہ میری طرف دیکھتا تو میں آنکھیں بند کرتا اور جب کام میں مشغول ہو جاتا تو میں اس کی طرف دیکھتا۔

اس نے کہا اے صالح! میں نے کہا حاضر اے امیر المؤمنین اور میں اٹھ کھڑا ہو گیا اس نے کہا تیرے دل میں ہمارے بارے میں کوئی بات ہے جو تم کہنا چاہتا ہو؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا جاؤ اپنی جگہ پر بیٹھو میں واپس گیا پھر جب وہ مجلس سے اٹھا تو دربان سے کہا کہ صالح نہ نکلنے پائے لوگ چلے گئے تو اس نے مجھے اندر آنے کا حکم دیا میں گیا اور اس کے لئے دعائے خیر کی اس نے کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا اس نے کہا اے صالح تم خود بتاؤ گے جو تیرے دل میں (ہمارے بارے میں) آیا میں بتاؤں کہ جو میرے دل میں آیا کہ تمہارے دل میں فلاں بات ہے؟ میں نے کہا اے امیر المؤمنین جو آپ کی مرضی اور حکم ہو، اس نے کہا میں بتاتا ہوں، میرے دل میں آیا کہ تم نے مظلوموں کے سلسلے میں ہمارے کام کو بہت پسند کیا اور تم نے کہا (دل میں) ہمارا خلیفہ کیا ہی اچھا ہے اگر وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ نہ رکھتا۔

(صالح بن علی کہتا ہے) میرے دل میں (اس کی بات سن کر) بہت بڑی بات آئی (یعنی موت کا اندیشہ) پھر میں نے اپنے نفس سے کہا کہ موت تو اپنے وقت پر آئے گی اور ایک دن تو ضرور مرنا ہے تو کیا جھوٹ سچ یا مذاق میں جائز ہو سکتا ہے (یعنی انجام سے بے پرواہ ہو کر سچ بات کا اقرار کر ہی لینا چاہئے)۔

میں نے کہا اے امیر المؤمنین بالکل یہی بات میرے دل میں آئی جو آپ نے کہی، اس نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکایا اور پھر کہا، تیرا ناس ہو، سنو مجھ سے جو میں

کہتا ہوں، نہیں سنو گے مگر حق بات۔ میری گھبراہٹ ختم ہوگئی میں نے کہا اے میرے آقا حق بات کہنے کا لائق تجھ سے زیادہ اور کون ہوسکتا ہے؟ آپ تو رب العالمین کے خلیفہ ہیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔

اس نے کہا میں واثق باللہ کے ابتدائی دور میں خلق قرآن کا قائل تھا یہاں تک کہ احمد بن ابی داؤد ملک شام کے شہزادے سے ایک بوڑھا شخص ہمارے پاس لایا، اس بوڑھے کو واثق باللہ کے سامنے لایا گیا وہ قید میں تھا اس کا چہرہ خوبصورت تھا، قدر برابر تھا، بالوں کی سفیدی خوش نما تھی، واثق باللہ کو اس سے شرم آئی اور اس کا دل نرم ہو گیا اس کو اپنے نزدیک لایا تو بوڑھے نے سلام کہا تو کمال کیا پھر دعا کی تو بلاغت دکھائی۔ واثق باللہ نے اس سے کہا بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا۔ واثق نے کہا اے بڈھے! ابن ابی داؤد کے ساتھ مناظرہ کرو جس چیز میں وہ تجھ سے مناظرہ کرنا چاہے بوڑھے نے کہا ابن ابی داؤد بچہ ہے اور میرے ساتھ مناظرے کے قابل نہیں۔

پھر بڈھے نے کہا اے امیر المؤمنین ذرا آپ اپنی طبیعت کو سنبھال لیں اور مناظرہ کا حکم دیجئے واثق نے کہا میں نے تو مناظرہ ہی کے لئے تجھے بلایا ہے بڈھے نے کہا۔

اے احمد بن داؤد، اپنے اس عقیدے (خلق قرآن) کے بارے میں مجھے بتادیں کیا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو واجب ہے، اور دینی عقائد میں سے ہے جس کے بغیر دین نامکمل رہے گا۔

شیخ نے کہا، تم بتاؤ اللہ تعالیٰ نے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بندوں کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی احکام میں سے کچھ چھپایا؟

احمد نے کہا: نہیں۔

شیخ نے کہا: تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس تمہارے عقیدے کی دعوت دی؟

احمد خاموش ہوگیا: شیخ نے کہا بولو: وہ پھر بھی خاموش رہا۔ شیخ واثق کی طرف متوجہ

ہوا اور کہا: یہ ایک: واثق نے کہا:
ایک: شیخ نے کہا: اے احمد بتاؤ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا اور فرمایا۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کیا۔''

کہا اللہ تعالیٰ دین کے مکمل کرنے میں سچا ہے یا تم دین کے ناقص ہونے میں تا کہ تمہارا عقیدہ اس کو پورا کرے؟
احمد بن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔ شیخ نے کہا احمد جواب دو اس نے جواب نہیں دیا شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین ''یہ دو ہو گئے''۔
واثق نے کہا: ہاں دو ہو گئے۔
شیخ نے کہا اے احمد بتاؤ اس عقیدے سے نبی علیہ السلام واقف تھے یا ناواقف؟
احمد نے کہا، واقف تھے۔
شیخ نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف لوگوں کو بلایا؟ احمد خاموش ہو گیا۔
شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین یہ تین ہو گئے واثق نے کہا: ہاں تین ہو گئے۔
شیخ نے کہا: اے احمد تمہارے خیال کے مطابق نبی علیہ السلام اسکو جانتے تھے اس کے باوجود اس کو چھپایا اور امت سے اس کا مطالبہ نہیں کیا، کیا اس کے چھپانے کی گنجائش ہے؟ احمد نے کہا ہاں۔
شیخ نے کہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اس کے چھوڑ دینے کی گنجائش ہے؟ احمد نے کہا: ہاں۔

شیخ نے اس سے رخ پھیر لیا اور واثق کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے امیر المؤمنین میں نے پہلے کہہ دیا کہ احمد بن ابی داؤد بچہ ہے وہ مناظرہ نہیں کر سکتا۔

اے امیر المؤمنین! اگر اس عقیدے سے باز آنے کی گنجائش ہمارے لئے نہیں ہے جس سے سکوت اختیار کرنا اس احمد کے زعم میں حضور اکرم ﷺ کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے درست تھا تو اللہ جل جلالہ اس شخص کو وہ گنجائش ہی نہ دے۔

امیر المؤمنین نے کہا ایسا ہی ہے۔

پھر واثق نے حکم دیا کہ اس شخص کی قید ہٹا دو جب قید کو ہٹایا گیا تو شیخ نے بیڑیوں کو اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن لوہارے اس کے ساتھ کھینچا تانی شروع کی واثق نے لوہار سے کہا اسے چھوڑ دو۔ شیخ بیڑیوں کو اٹھائے پھر واثق نے کہا تم نے لوہار کے ساتھ بیڑیوں کے اٹھانے پر کھینچا تانی کیوں کی؟ بزرگ نے کہا اسلئے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ بیڑیاں میں کسی شخص کے حوالہ کروں گا اور وصیت کروں گا کہ اس کو میرے کفن میں رکھ دے تاکہ اللہ جل جلالہ کے ہاں اس کی وجہ سے اس ظالم (احمد بن ابی داؤد) سے جھگڑا کروں گا اور کہوں گا اے اللہ جل جلالہ اپنے پاس اس بندے سے پوچھو اس نے مجھے قید میں ڈالا میرے گھر والوں کو ہراساں کیا اور میری اولاد اور بھائیوں کو ناحق ستایا پھر وہ بڈھا رونے لگا واثق بھی رویا اور ہم سب بھی روئے۔ پھر واثق نے اس شیخ سے درخواست کی کہ جو اس پر مظالم ہوئے ہیں وہ معاف کریں اور وہ حقوق بخش دیں، شیخ نے کہا بخدا اے امیر المؤمنین میں نے پہلے دن سے ہی تجھ کو وہ سب بخش دیا ہے رسول اللہ ﷺ کی عزت کی خاطر چونکہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے فرد ہو۔

امیر المؤمنین نے کہا میری ایک حاجت ہے۔ شیخ نے کہا اگر ممکن ہو تو میں پوری کروں گا واثق نے کہا تم ہمارے پاس رہو تا کہ تمہیں ہم سے نفع پہنچے اور ہمیں تم سے۔

شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین آپ مجھے وہاں واپس لوٹائیں جہاں سے اس ظالم

(احمد) نے مجھے نکالا ہے یہ آپ کے لئے بہت فائدہ مند ہے بنسبت اس کے کہ میں تمہارے ہاں رہوں۔ اور وہ فائدہ یہ ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کے پاس جا کر ان سے تیرے لئے دعا کراؤں گا میں نے تو ان کو بد دعا کی حالت میں ہی چھوڑا تھا۔

واثق نے اس سے کہا کیا تم ہماری طرف سے ہدیہ قبول کرو گے جو تمہیں زندگی میں کام آئے گا، اس نے کہا اے امیر المؤمنین میرے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ میں اس سے مستغنی ہوں اور طاقت بھی رکھتا ہوں اور میرے اعضاء بھی صحیح وسالم ہیں۔

واثق نے کہا کوئی ضرورت بتا دیجئے اس نے کہا کیا اس کو پورا کرو گے؟ واثق نے کہا: ہاں: اس نے کہا میری حاجت یہ ہے کہ مجھے فوراً جانے کی اجازت دی جائے۔ واثق نے کہا تجھے اجازت ہے اس نے سلام کیا اور نکل گیا۔

مہتدی باللہ کہتا ہے کہ میں نے اس عقیدے سے رجوع کیا میرا خیال ہے کہ واثق نے بھی اسی وقت اس سے رجوع کیا تھا۔

حکایت ایک بچے کو اس کی ماں کے سامنے آگ میں ڈالنا

ایک یہودی بادشاہ نے ایک عورت سے کہا کہ تو اس بت کو سجدہ کر ورنہ تجھے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دوں گا۔

اس عورت نے سجدہ نہ کیا کہ وہ ایمان اور توحید میں پاکباز اور مضبوط تھی۔

ظالم بادشاہ نے اس کی گود سے بچہ چھین کر آگ میں پھینک دیا عورت کانپ اٹھی اور اس کا ایمان سخت امتحان میں داخل ہو گیا اور جان بلب ہو گئی کہ اچانک وہی بچہ آگ کے اندر سے بولتا ہے۔

بانگ زد آں طفل اِنّی لَمْ اَمُتْ

اس بچے نے آواز دی کہ میں نہیں مرا، میں تو زندہ ہوں اور کہا۔

اندر ما در کہ من اینجا خوشم　　　گرچہ در صورت میان آتشم

اے ماں تو بھی اندر آ جا کہ میں یہاں بہت لطف میں ہوں اگر چہ بظاہر آگ کے اندر معلوم ہوتا ہوں۔"

اندر مادر ببیں برہان حق　　　تا بہ بینی عشرت خاصان حق

اے ماں اندر آ جا تا کہ تو بھی اللہ تعالیٰ کے دین حق کا معجزہ دیکھ لے اور بظاہر وہ اہل دنیا کو بلاؤں میں معلوم ہوتے ہیں۔"

اندر آ اسرار ابراہیم ہیں　　　کو در آتش یافت ورد و یاسمیں

اے ماں تو بھی اندر آ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کے گلزار ہونے کا بھید تو بھی آنکھوں سے دیکھ لے کہ کس طرح انہوں نے آگ کے اندر گلاب اور چنبیلی کی بہار پائی تھی۔"

مرگ مبدیدم گہ زادن زتو　　　سخت خوفم بود افتادن زتو

ہمت نہ ہار میں نے یہ دیکھا ہے بارہا
تاریکیاں جہاں تھیں وہیں نور ہو گیا

'میں جب تجھ سے پیدا ہو رہا تھا تو اپنی موت دیکھ رہا تھا اور دنیا میں آنے سے سخت خوف محسوس کر رہا تھا یعنی ماں کا پیٹ ۹ ماہ تک اس میں رہنے کی وجہ سے مانوس ہو چکا، مجھے ایک جہاں معلوم ہو رہا تھا اور اس جہاں کو دیکھا ہی نہ تھا اس لئے ایک اجنبی عالم میں آتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔"

چوں بزادم رستم از زندان تنگ
در جہانے خوش سرائے خوب رنگ

جب میں پیدا ہو گیا تو تنگ قید خانے سے نجات پا گیا اور اپنے علم کے مطابق میں ایک خوبصورت عالم میں آ گیا۔ اسی طرح جنت کو دیکھنے کے بعد دنیا ماں کے پیٹ کی طرح تنگ و تاریک معلوم ہو گی۔"

اندریں آتش بدیدم عالمے　　　ذرّہ ذرّہ اندرو عیسیٰ دمے

اس آگ کے اندر میں نے ایک دوسرا عالم پایا جس کا ذرہ ذرہ زندگی بخش ہے۔"

اندر آمادر بحق مادری بیں کہ ایں آذر ندارد آذری

اندر آ جا اے ماں میں تجھے مادری کا واسطہ دیتا ہوں اندر چلی آ اور دیکھ کہ یہ آگ آگ کا اثر نہیں رکھتی ہے رحمت حق نے اس کو چمن بنا دیا ہے۔"

قدرة آں سگ بدیدی اندر آ

تا بہ بینی قدرت فضل خدا

اے ماں تو نے اس کافر یہودی کتے کی طاقت بھی دیکھ لی اب اندر آ جا کہ خدا کے فضل کی طاقت کا بھی مشاہدہ کر لے۔"

اندر آ و دیگراں را ہم بخواں کاندر آتش شاہ بنہادے خواں

اے مسلمانو سب اندر چلے آؤ دین کی مٹھاس اور حلاوت کے علاوہ تمام حلاوتیں دنیا کی ہیچ ہیں اور عذاب ہیں۔"

مادرش انداخت خودرا اندراد

دست اوبگرفت طفل مہر جو

اس لڑکے کی ماں نے اپنے آپ کو اسی آگ میں ڈلوایا تو اس لڑکے نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔"

اس کے بعد تمام مخلوق اس آگ میں کود پڑی اور سب نے لطف و کرم خداوندی کا مشاہدہ کیا۔

آں یہودی شد سیہ رو و خجل شد پشیماں زیں سبب بیمار دل

وہ یہودی روسیاہ اور شرمندہ ہو گیا اور اس کی تدبیر اس کے لئے مخالف ثابت ہوئی۔"

کاندر آتش خلق عاشق تر شدند

در فنائے جسم صادق تر شدند

کیونکہ لوگ اس آگ میں کود پڑنے کے مشتاق ہو گئے اور جسم کو قربان کر دینے میں صادق الاعتقاد ہو گئے۔"

انچہ میمالید برروئے کساں ۔۔۔ جمع شد در چہرہ آں ناکساں

نالائق لوگ جو کچھ داغ بدنامی ورسوائی اللہ والوں کے چہروں پر لگانا چاہتے ہیں وہ سب انہیں کے چہروں پر الٹ کر تہہ بہ تہہ جم جاتا ہے۔

اس یہودی بادشاہ نے اس آگ سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو اپنے پرستش کرنے والوں پر بھی رحم نہیں کرتی اور ان فرزندانِ توحید کو پناہ دامن دے کر مجھے رسوا کر رہی ہے یا تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے؟ یہ بات کیا ہے تیری وہ خاصیت جلانے والی کو کیا ہو گیا؟

گفت آتش من ہمانم آتشم ۔۔۔ اندر آ تا تو بہ بینی تابشم

آگ نے کہا اے کافر میں وہی آگ ہوں ذرا تو اندر آ جا تا کہ میری آتش اور تپش کا مزہ چکھ لے۔"

طبع من دیگر نگشت وعنصرم ۔۔۔ تیغ حقم ہم زدستوری برم

میری طبیعت اور میری اصلی حقیقت تبدیل نہیں ہوئی ہے میں خدا کی تلوار ہوں لیکن اجازت ہی سے کاٹتی ہوں۔"

چونکہ غم بینی تو استغفار کن ۔۔۔ غم بامر خالق آمد کار کن

اس لئے جب تم اپنے اندر غم محسوس کرو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو کیونکہ غم بھی خدا کے حکم سے ہی اپنا کام کرتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ استغفار کی برکت سے راضی ہو جائیں گے تو سزا بھی ہٹالیں گے۔"

چوں بخواہد عین غم شادی شود ۔۔۔ عین بند پائے آزادی شود

جب اللہ جل جلالہ کا حکم ہو جاتا ہے تو خود غم بھی خوشی بن جاتا ہے اور خود قید ہی آزادی بن جاتی ہے یعنی حق تعالیٰ تبدیل اعیان پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں پس عین غم کو عین خوشی بنا

دیتے ہیں۔''

باد وخاک وآب وآتش بندہ اند
بامن وتو مردہ باحق زندہ اند

ہوا، مٹی، آگ سب خدا کے غلام ہیں گو یہ ہمارے تمہارے لئے بے جان ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے آگے زندہ ہیں۔'' (مثنوی)

گویا مجھے جنت کی ایک نعمت مل گئی

حضرت عبداللہ بن وداعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں روزانہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا، چند روز اس معمول میں فرق آیا، اس غیر حاضری کے بعد جب مجلس میں حاضری ہوئی تو انہوں نے چند روز تک نہ آنے کا سبب دریافت کیا، میں نے عذر پیش کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے نہ آسکا۔ فرمایا

هلاً اخبرتنا يا ابا وداعه فنوا سيک ونشهد جنازتها معک ونعينک علی ماانت فيه .

ابو وداعہ ہمیں بتایا ہوتا ہم آپ کے پاس غم خواری کے لئے آتے اور اس کے جنازے میں شریک ہوتے اور کسی کام میں مدد کی ضرورت ہوتی تو ہم مدد کرتے میں نے کہا ، میرے دل میں اہلیہ کی طرف سے رنج و ملال تو تھا ہی، اس لئے مجھے زیادہ دیر بیٹھنا اچھا نہیں لگا اور طبیعت پریشان ہونے کی وجہ سے میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا (کیونکہ پریشانی کیوجہ سے جلوت سے خلوت زیادہ مرغوب ہوتی ہے) حضرت فرمانے لگے، کیا دوسری بیوی آگئی ہے اتنی جلدی جانا چاہتے ہو؟

ومن يزوجني ابنته وانا شباب نشا يتيما ، وعاش فقير افانا لا املک غير درهمين او ثلاثة دراهم

اللہ آپ کو خوش رکھے بھلا اب کون اپنی بیٹی مجھے دے گا میں ایک ایسا نوجوان ہوں جس کی پرورش یتیمی میں ہوئی مسلسل مفلس اور تنگ دستی میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں میرے پاس دو یا تین دراہم سے زیادہ درہم بھی نہیں فرمایا: میں دوں گا میں نے حیرت سے کہا کیا آپ دیں گے؟ فرمایا ہاں کیا میں جھوٹ کہتا ہوں؟ اسی وقت آپ نے مسجد میں موجود جب اشخاص آپ کے پاس آ کر بیٹھا تو آپ نے اس کا نکاح پڑھ کر اپنی لاڈلی سلیقہ شعار بیٹی کی شادی مجھ سے کر دی اور مہر صرف دو درہم مقرر کیا میں وہاں سے اٹھا اس حال میں کہ خوشی کی وجہ سے میرے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے، اور میں یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ کیا کروں؟ (خوشی کیوں نہ ہوتی وہ ایک عظیم المرتبت شخصیت کی باعمل صاحبزادی تھی) اسی حالت میں میں اپنے گھر پہنچا، چراغ جلایا اور سوچنے لگا کہ نکاح تو ہو گیا اب کس سے قرض ادھار لوں؟ مغرب کی نماز پڑھی پھر گھر واپس ہوا اس دن میرا روزہ بھی تھا گھر میں اس وقت تیل روٹی موجود تھی وہی لے کر بیٹھ گیا اسی وقت دروازہ پر دستک ہوئی، من الطارق میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب آیا، سعید! میں سوچنے لگا یہ کون سعید ہو سکتے ہیں مجھے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال بھی نہ آیا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کھڑے ہوئے ہیں، میں نے سوچا شاید کوئی بڑا امر درپیش ہے کہ آپ تشریف لائے ہیں میں نے عرض کیا آپ نے مجھے اپنے پاس کیوں نہ بلایا۔ فرمایا میں نے آج اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کیا ہے اس لئے مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ تم تنہا رات گزارو میں تمہاری بیوی کو لے کر آیا ہوں دیکھا تو ایک دوشیزہ آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر داخل کیا بیٹی اپنے میاں کی عزت کرنا اور احترام سے پیش آنا اس نے شرماتے ہوئے میرے گھر کی دہلیز کی طرف قدم رکھا تو شرما کر لڑکھڑا گئی قریب تھا کہ وہ زمین پر گر جاتی لیکن وہ سنبھل گئیں میں اس کے سامنے حیرت زدہ خاموش کھڑا مجھے کچھ بھی سمجھ نہ آیا کہ مُیں اس موقع پر کیا کروں یا کیا

کہوں پھر میں نے بیوی کو جلدی سے چارپائی پر بٹھایا اور کھانے کا پیالہ اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا تاکہ باسی روٹی اور زیتون پر اس کی نگاہ نہ پڑ جائے پھر میں اپنے مکان کی چھت پر جڑ گیا اور پڑوسیوں کو آواز لگائی انہوں نے گھبرا کر مجھ سے پوچھا کہ بات کیا ہے میں نے آج دوپہر سعید بن المسیب اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر چکے ہیں اچانک ابھی وہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اور میری بیوی کو چھوڑ کر واپس چلے گئے از راہ کرم کچھ خواتین میرے گھر میں بھیج دو تاکہ وہ میری بیوی کے پاس بیٹھیں اور اس اس کا دل بہلائیں کیونکہ میری والدہ یہاں سے کچھ دور رہتی ہیں میں انہیں لے آؤں۔ پڑوسیوں میں سے ایک عورت نے کہا تیری عقل ٹھکانے ہے کیا کہہ رہے ہو سعید بن المسیب نے اپنی بیٹی کو خود ہی تیرے گھر چھوڑنے آئے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے سعید بن المسیب تو وہ ہیں جنہوں نے شہزادہ ولید بن عبدالملک کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا میں نہیں تسلیم کرتی یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔

ابو وداعہؒ نے کہا خالہ جان تم مانو یا نہ مانو یہ ہو چکا ہے اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو میرے گھر آ کر دیکھ لو میری باتیں سن کر چند پڑوسی خواتین میرے گھر آئیں اور انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہ حیران رہ گئیں خواتین نے اس کو خوش آمدید کہا اس کا دل بہلانے کے لئے باتیں کرنے لگی میں تھوڑی دیر میں اپنی والدہ صاحبہ کو گھر لے آیا جب انہوں نے میری بیوی کو دیکھا تو خوشی سے ان کا دل باغ باغ ہو گیا اور فرمانے لگیں بیٹا میں ان کو ساتھ لے جاتی ہوں چند دن یہ میرے ساتھ رہیں گی پھر میں انہیں دلہن کی طرح سجا کر تمہارے گھر آؤں گی اگر تو نے آج میری بات نہ مانی تو میں زندگی بھر تیرے سے کلام نہ کروں گی میں نے عرض کیا امی جان جو آپ کا حکم ہو ماننے کے لئے تیار ہوا امی جان تین دن کے لئے اسے اپنے گھر لے گئیں تین دن بعد اسے دلہن کی طرح سجا کر میرے گھر لے آئیں جب واقع وہ حسن و جمال کی پیکر علم و عمل میں ممتاز قرآن و حدیث کی حافظ خاوند کے حقوق کا خیال رکھنے والی۔ اس کے ساتھ ہنسی

خوشی کے دن گزر گئے اس کے گھر والوں میں سے اس دوران کوئی نہیں آیا ملاقات کے لئے) کچھ دنوں کے بعد میں مسجد نبوی میں شیخ محترم کے علمی حلقے میں شریک ہونے گیا میں نے سلام عرض کیا آپ نے صرف سلام کا جواب دیا اور کوئی بات نہیں کی اور جب علمی مجلس ختم ہوگئی اور میرے علاوہ وہاں کوئی باقی نہ رہا آپ نے فرمایا ابو وداعہ تمہاری بیوی کا کیا حال ہے میں نے عرض کیا الحمد اللہ اللہ نے مجھے ایسی نعمت عطا فرمائی ہے کہ دوست ایسی نعمت پر خوش ہوں اور دشمن کو تکلیف ہو یہ سن کر شیخ بہت خوش ہوئے

(احیاء: جلد ۳)

﴿ تربیت کا انوکھا واقعہ ﴾

حضرت قاری رحیم بخش صاحبؒ کے نام سے کون واقف نہ ہوگا، وہ وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جنہیں پاکستان میں شعبہ حفظ وقرات کا مجدد کہا جاتا ہے۔ وہ استاد القراء حضرت قاری فتح محمد پانی پتیؒ کے جانشین تھے، پاکستان کی عظیم الشان دینی درسگاہ اسلامی یونیورسٹی جامعہ خیر المدارس ملتان کی مسند تدریس کو رونق بخشے ہوئے تھے۔ انہوں نے حفظ وقرائت کی روشنی کو اتنا پھیلایا کہ آج ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پاکستان سے لے کر امریکا تک نورِ قرآنی سے قلوبِ انسانیت کو منور کر رہے ہیں۔ حضرت قاری صاحبؒ بڑے شفیق اور انتہائی محنتی استاذ تھے۔ جہاں اللہ تعالی نے انہیں بے مثال رعب اور دبدبہ عطا فرمایا تھا، وہیں شفقت کا بھی بے حد جذبہ عطا فرمایا تھا، ان کی شفقت اور تربیت کا ایک واقعہ درج ذیل ہے۔

ایک طالب علم جس کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے تھا حضرت قاری صاحبؒ سے پڑھتا تھا۔ مدرسے کے ناظم صاحب نے حضرت قاری صاحب کو بتایا کہ آپ کا یہ شاگرد سینما بینی کرتا ہے۔ قاری صاحب کو یقین نہ آیا بولے نہیں حضرت! یہ اطلاع درست نہیں ہوسکتی...... میرا شاگرد اور سینما دیکھے ممکن نہیں۔

ناظم صاحب خاموش ہو گئے ۔ کچھ دن گزرے تو وہی طالب علم سینما کے ٹکٹ سمیت پکڑ کر قاری صاحب کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ سینما کا ٹکٹ دیکھ کر قاری صاحب کو یقین آ گیا۔ انہیں بہت صدمہ ہوا۔ مدرسے کے نگران کو حکم دیا کہ اسے سزا دیں۔ چنانچہ اسے سزا دی گئی۔ کچھ مدت بعد طالب علم پھر پکڑا گیا۔ قاری صاحب کو یہ بات بتائی گئی، وہ سکتے میں آ گئے، پھر طالب علم کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ تمام طلبہ کو خاموش رہنے کی ہدایت کی، اور اس طالب علم کے آگے ہاتھ جوڑ کر درد بھرے لہجے میں فرمانے لگے بھائی دن رات اس لئے محنت کر رہا ہوں کہ قرآن کا نور تمہارے سینے میں آ جائے۔ سینما دنیا کی بدترین جگہ ہے وہاں قرآن کے کسی طالب علم کا کیا کام؟ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے آج تک کسی کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے آج تمہارے سامنے جوڑ رہا ہوں ...... اللہ کے لئے اس حرکت سے باز آ جاؤ۔

پھر کیا تھا؟ اب تو طالب علم کی چیخیں نکل گئیں۔ دوسرے طلبہ بھی رونے لگے حضرت قاری صاحب کی وفات کے بعد وہ طالب علم کسی پرانے واقف کار کو رائیونڈ کے تبلیغی اجتماع میں ملے اس نے بطور مزاح ان سے پوچھا! کیوں بھئی! سینما بینی کا شوق باقی ہے یا ختم ہو چکا ہے۔ طالب علم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے وہ کہنے لگے، ان جیسے استاد آج کہاں ملتے ہیں، ایک ہی بار میں میری کایا پلٹ دی۔ جس دن حضرت قاری صاحب نے مجھ گناہگار کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔ اس دن سے میری تو کبھی تہجد کی نماز بھی فوت نہیں ہوئی تہجد میں کبھی دو اور کبھی تین پارے تلاوت کر لیتا ہوں آپ سینما بینی کی بات کرتے ہیں میں تو اس کے بعد سے کبھی ٹی وی کے سامنے بھی نہیں بیٹھتا۔ (ایمان افروز واقعات)

حضرت رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی قوم کو نصیحت

محمد بن عمرو رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں رابعہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اور رابعہ اس وقت ۸۰ سال کی بڑھیا تھیں گویا کہ وہ پرانی مشک ہیں۔ (یعنی چمڑے کی حالت خستہ تھی) اور میں نے آپ کے گھر میں دیکھا کہ چٹائی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ہے اور ایک ایرانی کنڈا کھڑا ہوا ہے جس کا قد دو ہاتھ کے برابر ہے اور گھر کا پردہ کبھی بوری کا ہوتا اور کبھی کسی بہت بڑی چٹائی کا اور ایک لوٹا اور ایک مصلیٰ۔ وہی اس کا بچھونا تھا اور جب وہ موت کو یاد کرتی اس کو اعصاب پر رعشہ طاری ہو جاتا، اور جب کسی قوم کو دیکھتی انہیں عبادت کا حکم کرتی۔ (صفحات نبرات من حیات السابقات)

اللہ سے دنیا مانگتے ہوئے شرماتی ہوں غیر اللہ سے کیسے لوں؟ (رابعہ)

مسمع بن عاصم رباح قیسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے پاس آئے اور ایک آدمی ان کے پاس چالیس دینار لایا تھا پھر اس آدمی نے کہا آپ ان دیناروں سے اپنی ضروریات پوری کر لیں رابعہ رو پڑیں اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا وہ (اللہ جل جلالہ) جانتا ہے کہ میں اس سے دنیا کے بارے میں سوال کرتے ہوئے شرما رہی ہوں حالانکہ وہ مالک ہے تو کس طرح میں اس آدمی سے لے لوں جو آدمی مالک نہیں اور اس تھیلی کو واپس کر دیا۔ (صفحات نبرات من حیات السابقات)

زہد رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ پر سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیرانگی

سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور ان کی خستہ حالی دیکھی تو حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اے ام عمرو میں آپ کا یہ پراگندہ حال دیکھ رہا ہوں اگر آپ فلاں پڑوسی کے پاس چلی جائیں تو آپ کی یہ حالت تبدیل ہو جائے، اس نے کہا اے سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ جو تو میری بری حالت دیکھ رہا ہے کیا میں اسلام پر نہیں ہوں؟ اسلام ایک ایسی عزت ہے جس میں

ذلت نہیں اسلام ایک ایسی دولت ہے جس میں فقیری نہیں اسلام ایسا انس ہے جس میں کوئی وحشت نہیں خدا کی قسم میں حیا کرتی ہوں کہ دنیا کا سوال اس کے مالک سے کروں (یعنی خدا سے) تو میں ایسے شخص سے کیونکر سوال کروں جو اس کا مالک نہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کھڑے ہوئے اور کہہ رہے تھے میں نے آج تک ایسا (پراثر) کلام نہیں سنا۔ (صفحات نبرات من حیات السابقات)

دنیا کی بھوک پر صبر کرنا آخرت کی آگ پر صبر کرنے سے بہتر ہے

حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ اپنے والد کو کہا اے میرے والد میں آپ کو حلال میں حرام نہیں ملانے دوں گی آپ ہمیں حلال مال کھلائیں حرام کے لقمہ سے بھی ہماری حفاظت کریں۔ ان کے والد نے کہا اگر حرام ملے گا تو پھر اس نے رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے کہا کہ دنیا میں بھوک برداشت کر لینا آخرت میں آگ پر صبر کرنے سے بہتر ہے۔ (نفس مصادر)

ایک دوست محو خواب ہے لیکن دوسرا تو بیدار ہے

ایک دن حضرت رابعہ بصری رحمہا اللہ تعالیٰ کو بوجہ تھکاوٹ نماز ادا کرتے ہوئے نیند آگئی، اسی دوران ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا لیکن باہر نکلنے کا راستہ ہی نظر نہیں آیا اور چادر اپنی جگہ رکھتے ہی راستہ نظر آنے لگا لیکن اس نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا اور پھر راستہ نظر آنا بند ہو گیا غرض کہ اسی طرح اس نے کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ راستہ بند نظر آیا، حتیٰ کہ چور نے ندائے غیبی سنی کہ تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کرنا چاہتا ہے؟ اس لئے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا۔ اور اس وقت سے شیطان تک اس کے پاس نہیں پھٹک سکا، پھر کسی دوسرے کی کیا مجال جو چادر چوری کر سکے یاد رکھ اگرچہ ایک دوست محو خواب ہے لیکن دوسرا دوست تو بیدار ہے۔ (نفس مصادر)

دنیا اور اس کی چیزوں کو چھوڑنے میں سلامتی ہے (رابعہؒ)

جعفر بن سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا آج ہمارے ساتھ اس عورت کے پاس چلو جو آدمی اس سے مل کر آتا ہے اس کو آرام نہیں مل پاتا جب ہم اس کے پاس آئے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ میں تجھ سے سلامتی مانگتا ہوں یہ سن کر حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ رو پڑیں حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کیوں روتی ہو اس پر حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو نے مجھے رلایا ہے، حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کیسے؟ حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کیا تجھے علم نہیں سلامتی دنیا اور اس کی چیزوں کو چھوڑنے میں ہے۔ تو تو دنیا میں لت پت ہوا پڑا ہے حضرت سفیان نے اس کے سامنے کہا ہائے غم اس نے کہا کہ جھوٹ مت بول۔ کہ اے قلت غم اگر تجھے غم ہوتا تو تو عیش میں زندگی نہ گزارتا۔

(صفحات نبرات من حیات السابقات)

ربیعہ کو والدہ کی تربیت نے جلیل القدر محدث بنا دیا

ابی عثمان ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن فروخ جو ربیعہ رائی کے نام سے مشہور ہیں اہل مدینہ کے فقہاء میں سے تھے مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے علم حاصل کیا اور ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرنے سے فقہ کی حلاوت ختم ہوگئی ہے اس کا انتقال ۱۳۰ھ میں ہوا۔ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کے مشائخ نے بیان کیا کہ فروخ عبدالرحمٰن بن ربیعہ کے والد بنی امیہ کے دور میں ایک جنگ میں خراسان کی طرف گئے اور ربیعہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے وہ اپنی بیوی کے پاس تیس ہزار دینار چھوڑ گئے تا کہ ہونے والے بچے کی اس مال سے تربیت کریں۔ پھر مدینہ میں ستائیس سال بعد واپس آئے اور گھوڑے پر سوار تھے اور

ہاتھ میں نیزہ تھا وہ اپنے گھر پر اترے اور دروازہ کو نیزہ سے کھٹکھٹایا۔ حضرت ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ باہر نکلے اور کہا اے اللہ کے دشمن تم میرے گھر پر ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہو فروخ نے کہا اے اللہ کے دشمن تو میرے گھر میں کیوں داخل ہوا۔ ایک دوسرے سے جھگڑا شروع ہو گیا ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگ گئے حتیٰ کہ پڑوسی آ گئے مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ بھی اکٹھے ہو گئے سب حضرت ربیعہ کی امداد کرنے لگ گئے ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے خدا کی قسم میں تجھے سلطان کے پاس لے کر جاؤں گا نہیں چھوڑوں گا۔ فروخ کہنے لگے خدا کی قسم میں تجھے نہیں چھوڑوں گا سلطان کے پاس لے کر جاؤں گا تو میری بیوی کے پاس کیوں آیا ہے اور سب لوگ اکٹھے تھے جب امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں نے دیکھا تو سب چپ ہو گئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کہ اے شیخ (آنے والے میاں) اس گھر کے علاوہ اور بھی جگہ آپ ٹھہر سکتے ہیں شیخ نے کہا یہ میرا گھر ہے میں فروخ ہوں جب اس کی عورت نے بھی بات سنی وہ گھر سے باہر نکلی اور اس نے کہا یہ میرا شوہر ہے اور یہ میرا بیٹا ہے جب یہ گئے تھے یہ میرے پیٹ میں تھا پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئے اور رو پڑے فروخ گھر میں داخل ہوئے اور کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے؟ عورت نے جواب دیا جی ہاں۔ فروخ نے کہا کہ وہ مال جو میں جاتے وقت دے کر گیا تھا اس میں سے کچھ بچا۔ بیوی نے جواب دیا کہ میں نے انہیں دفن کیا ہے اور چند دن بعد نکالوں گی پھر ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد چلے گئے اور اپنے حلقہ میں بیٹھ گئے ان کے پاس مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آ گئے، حسن ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آ گئے ابن ابی علم الھی اور مسکفی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مدینہ کے اعلیٰ طبقہ کے لوگ آ گئے۔ اور لوگوں نے اس کی تصدیق کی (علم حاصل کیا) فروخ کی بیوی نے کہا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھ کر آیئے یہ گئے تو ایک بہت بڑا حلقہ نظر آیا۔ وہ اس حلقہ کے پاس آئے اور ٹھہر گئے لوگوں نے ان کو تھوڑی جگہ دے دی حضرت

ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سر جھکا لیا ان کو وہم ہونے لگ گیا کہ اس کو نہیں دیکھا اور ربیعہ کے سر پر بڑی ٹوپی تھی تو آپ کے والد شک میں پڑ گئے پھر کہا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ ربیعہ بن ابی فروخ ہے کہا اللہ نے میرے بیٹے کو وہ بلند مقام دیا ہے اور گھر لوٹ گئے اور اس کی والدہ سے کہا کہ آج میں نے تیرے بیٹے کو اس مقام پر دیکھا ہے کہ اس مقام پر کسی اہل علم اور فقیہہ کو نہیں دیکھا تو ان کی والدہ نے کہا کہ آپ کو تیس ہزار دینار پسند ہیں یا یہ بیٹا فرمایا خدا کی قسم یہ بیٹا۔ انہوں نے جواب دیا میں نے وہ تیس ہزار دینار اس پر خرچ کئے ہیں۔ فروخ نے کہا! اللہ کی قسم تو نے ان دیناروں کو ضائع نہیں کیا۔ (مخزن)

عشق نبوت اور حضرت عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ

یہود مدینہ وخیبر حضور اکرم ﷺ سے صرف بغض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے بے حد مخالفت رکھتے تھے ان میں خیبر کا ایک رئیس تھا جس کا نام ابورافع تھا یہ بہت بڑا تاجر تھا قبائل عرب پر اس کا بڑا اثر ورسوخ تھا، یہ شخص نبی ﷺ کو بہت تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا آپ ﷺ کے خلاف اس نے بنو غطفان کو بھڑکا کر جتھا اکٹھا کر لیا تھا یہ شخص مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے مواقع کی تلاش میں رہتا تھا، جب اس کی ایذا رسانیاں حد سے بہت متجاوز ہو گئیں تو نبی کریم ﷺ نے اس سے تنگ آ کر سن ۲ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا کہ وہ اس اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے دشمن کا خاتمہ کریں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس دشمن دین کے قتل کا حکم پا کر بہت خوش ہوئے کہ ان کے حبیب ﷺ نے انہیں اس کام پر متعین کیا ہے وہ چار آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر ابورافع کے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے جب یہ لوگ قلعے پر پہنچے تو شام ہو چکی تھی قلعہ کا پھاٹک بند ہونے والا تھا اللہ جل جلالہ کی نصرت اس طرح ان کے ساتھ ہوئی کہ قلعہ والوں کا ایک گدھا گم ہو گیا تھا وہ شمع لے کر اسے ڈھونڈنے نکلے، حضرت عبداللہ بھی

ان کے ساتھ اس طرح ہو گئے گویا یہ بھی گدھا تلاش کر رہے ہیں، جب وہ لوگ گدھے کو باڑے میں چھوڑنے گئے تو یہ بھی ان کے ساتھ چلے گئے، اور وہاں چھپ گئے اور چھپ کر دیکھتے رہے کہ دربان پھاٹک کی کنجیاں کہاں رکھتا ہے، اس نے پھاٹک بند کر کے کنجیوں کو ایک کھونٹی پر لٹکا دیا جب دربان سو گیا تو حضرت عبد اللہ باڑے سے باہر نکلے اور چاروں ساتھیوں کو اندر لے آئے اور یہ سب حضرات ابو رافع کی طرف چلے اس کا کمرہ بالا خانے پر تھا درمیان میں بہت سے دروازے پڑتے تھے یہ سب دروازوں کو اندر سے بند کرتے چلے گئے تا کہ کوئی بھی اس کی مدد کو نہ آسکے وہ بالا خانے پر بیوی بچوں کے ساتھ ایک اندھیرے کمرے میں سویا ہوا تھا۔

حضرت عبد اللہ ﷺ نے پکارا یا ابا رافع ۔ وہ بولا کون؟ حضرت عبد اللہ ﷺ نے زور دار تلوار ماری لیکن وار خالی گیا وہ زور سے بولا بچاؤ بچاؤ حضرت عبد اللہ ﷺ نے آواز بدلی اور ایک کڑک دار آواز لگائی، گویا وہ اس کی مدد کو پہنچ گیا ہے، اے ابو رافع یہ کیسا شور تھا کیا معاملہ ہے؟ ابو رافع بولا۔۔۔انہوں نے کہا گھبراؤ مت میں آ گیا ہوں اس کے بعد اس کے قریب پہنچ گئے اور تلوار کی دھار کو اس کے پیٹ پر رکھ کر ایسا دبایا کہ وہ اس کی کمر کی ہڈی تک پہنچ گئی، اسی دوران اس کے گھر کے تمام افراد جاگ اٹھے ہر طرف شور مچ گیا چھت سے گھبراہٹ میں دوڑے تو چھت سے زمین پر آ رہے پنڈلی پر سخت چوٹ آئی انہوں نے نے اپنی پگڑی اتاری اور خوب اچھی طرح پنڈلی کو باندھ لیا اور تمام ساتھی قلعہ سے باہر آ گئے ۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگ جا کر رسول اللہ ﷺ کو اس بات کو خوش خبری سنا دو میں آج رات یہاں ہی ٹھہروں گا میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ہلوں گا جب تک اس کام کی تصدیق اپنے کانوں سے کرلوں جس کام کے لئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا پھر وہ کہیں کوڑے کے ڈھیر پر چھپ گئے جب صبح ہوئی اور مرغ سحر نے اذان دی تو ایک شخص نے قلعے کی دیوار پر چڑھ کر زور سے ایک آواز لگائی حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت واقع ہوگئی، یہ خبر سنتے ہی حضرت عبد

اللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ کوڑے کے ڈھیر سے نکلے اور مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں سب ساتھی مل گئے مدینہ طیبہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر سنائی کہ ہم اس دشمن رسول کا خاتمہ کر آئے۔ (معارف مدنیہ)

نماز اچھی روزہ اچھا زکوۃ اچھی
مگر باوجو اس کے میں مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں خواجہ بطحی کی عظمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان نہیں ہو سکتا

﴿میں شہید کی والدہ بننے کی وجہ سے قابل مبارک باد ہوں﴾

حضرت ثابت بنانی نے خبر دی کہ صلہ بن اشیم رحمہ اللہ تعالیٰ جنگ میں تھے اور اس کا بیٹا بھی اس کے ساتھ تھا اس نے اپنے بیٹے کو کہا۔ کہ اے بیٹے آگے بڑھ اور لڑ یہاں تک کہ ثواب کا امیدوار بن جا۔ وہ اٹھا اور لڑا حتیٰ کہ مارا گیا پھر وہ بھی آگے بڑھے اور شہید ہو گئے جب عورتیں حضرت معاذۃ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھی ہو گئیں اس نے کہا کہ خوش آمدید اگر تم مجھے مبارک باد دینے کے لئے آئی ہو پھر تو ٹھیک ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور ارادہ ہے پھر چلی جاؤ۔ میرا بیٹا شہید ہوا ہے تو میں مبارک باد کے قابل ہوں۔

(طبقات ابن سعد)

﴿شجاعتِ شاہ عالمگیرؒ﴾

ہندوستان کا تخت شاہی ہے درویش صفت بادشاہ حافظ عالمگیرؒ جلوہ نما ہیں ایک محاذ جنگ برپا ہوا، بادشاہ عالمگیرؒ لشکر کے ساتھ خود بھی محاذ جنگ پر تھے دوران جنگ نماز کا وقت آگیا شاہ عالمگیر فوج سمیت نماز کے لئے کھڑے ہو گئے امام صاحب نماز کے لئے آگے بڑھے اور نماز پڑھانا شروع کر دی دشمن نے اسی حالت میں گولا مارا، اور امام صاحب اس کی زد میں آ کر شہید ہو گئے ایک اور امام آگے بڑھے اور انہوں نے

نماز پڑھانا شروع کی دشمن کی طرف سے پھر گولا آیا اور وہ بھی شہید ہو گئے جب اس طرح یکے بعد دیگرے کئی امام شہید ہو گئے تو اب کسی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

بادشاہ عالمگیرؒ نے جب یہ منظر دیکھا تو خود مصلےٰ پر جا پہنچے اور امامت کے فرائض خود انجام دینا شروع کیے شاہ عالمگیر کی شجاعت اور جرأت کا دشمن پر بہت خوف اور رعب بیٹھا اور ساتھ ہی ساتھ مدد الٰہی شامل حال ہوئی، دشمن کا جو بھی گولا آتا وہ بچ بچا کر نکل جاتا تھا شاہ عالمگیر نے باخیر وخوبی پوری نماز پڑھائی۔ مخالف لشکر پر ایسا رعب بیٹھا کہ انہوں نے شکست قبول کر لی۔ (معارف مدنیہ)

محترم قارئین: جب احکامات خداوندی کو پورا کرنیوالے خداترس بادشاہ تھے تو کامیابیاں ان کے قدم چومتی تھیں، دنیائے کفران کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھی، نصرت خداوندی ان کے شامل حال رہتی تھی۔ جب سے ہم نے اپنے ماضی کو بھلایا، اسلامی تاریخ کو پس پشت ڈالا تو اب اپنی حالتِ زار کو دیکھتے ہوئے بے اختیار زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر ہم کو آسماں نے دے مارا

﴿ غریب آدمی نے اپنی باندی فقیر آدمی کو دے دی ﴾

خرائطی کہتے ہیں کہ ایک غریب آدمی تھا اس کے پاس ایک باندی تھی اور اس کے پاس کچھ نہ تھا خرید وفروخت کے لئے ہر موسم میں اس کو لے جانا بہت زیادہ قیمت لگ چکی تھی لیکن یہ ہمیشہ اور زیادتی کی امید رکھ کر واپس لے آتا پھر ایسا ہوا کہ ایک فقیر کی عقل بھی محبت میں اڑ گئی اور یہ بات اس باندی کے مالک کو پہنچی تو اس نے فقیر کو باندی تحفۃً دے دی لوگوں نے اس کو ملامت کی تو کہا اللہ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا﴾

ترجمہ: ''میں نے ایک جان کو زندہ کیا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا۔''
مذکورہ واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوا کہ انسان کو خودغرض ہی نہیں ہونا چاہئے بلکہ انسان کی حقیقی انسانیت یہ ہیکہ وہ مالی خسارہ برداشت کر کے بھی کسی کے ساتھ حسن سلوک کرسکتا ہو، یا کسی مصیبت زدہ کو مصیبت سے نکال سکتا ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کرے۔

ایک واقعہ دو سبق

حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت ابراہیم ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں ہم زمانہ بزرگ تھے۔ کہا جاتا ہے۔ ایک بار شفیق بلخی اپنے دوست ابراہیم ادہمؒ کے پاس آئے اور کہا کہ میں تجارتی سفر پر جا رہا ہوں۔ سوچا کہ جانے سے پہلے آپ سے ملاقات کرلوں کیونکہ میرا اندازہ یہ ہے کہ سفر میں کئی مہینے لگ جائیں گے۔
اس ملاقات کے چند دن بعد ہی حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے شفیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دوبارہ مسجد میں موجود پایا۔ پوچھا آپ سفر پر نہیں گئے؟
شفیق بلخی فرمایا گیا تو تھا لیکن راستہ میں ایک عجیب واقعہ دیکھ کر واپس آ گیا، ایک غیر آباد جگہ پر پہنچا وہیں میں نے پڑاؤ ڈالا۔ وہاں میں نے ایک چڑیا دیکھی جو اڑنے کی طاقت سے محروم تھی۔ مجھے اس کو دیکھ کر ترس آیا۔ میں نے سوچا کہ اس ویران جگہ پر یہ چڑیا اپنی خوراک کیسے پاتی ہوگی۔ میں اس سوچ میں تھا۔ کہ اتنے میں ایک چڑیا آئی۔ اس نے اپنی چونچ میں کوئی چیز دبا رکھی تھی وہ معذور چڑیا کے پاس اتری۔ تو اس کی چونچ کی چیز اس کے سامنے گر گئی معذور چڑیا نے اس کو اٹھا کر کھالیا۔ اس کے بعد آنے والی طاقت ور چڑیا اڑ گئی یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا سبحان اللہ! خدا جب ایک چڑیا کا رزق اس طرح اس کے پاس پہنچا سکتا ہے تو مجھ کو رزق کے لئے شہر در شہر پھرنے کی کیا ضرورت ہے، چنانچہ میں نے آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہیں سے واپس چلا آیا۔ یہ سن کر ابراہیم بن ادہمؒ نے کہا کہ شفیق رحمۃ اللہ علیہ تم نے اپاہج پرندے کی

طرح بنتا کیوں پسند کیا۔ تم نے یہ کیوں نہیں چاہا کہ تمہاری مثال اس پرندے کی سی ہو جو اپنی قوت بازو سے خود بھی کھاتا ہے اور اپنے دوسرے ہم جنسوں کو بھی کھلاتا ہے۔

شفیق بلخی نے یہ سنا تو ابراہیم ادہم کا ہاتھ چوم لیا اور کہا کہ ابواسحاق تم نے میری آنکھ کا پردہ ہٹا دیا وہی بات صحیح ہے، جو تم نے کہی ہے۔

محترم قارئین! ایک ہی واقعہ ہے اس سے بے ہمتی کا سبق بھی لیا جا سکتا ہے اور بلند ہمتی کا بھی، اسی طرح ہر واقعہ میں بیک وقت دو پہلو موجود ہوتے ہیں یہ آدمی کا اپنا امتحان ہے کہ وہ کس واقعہ کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے، ایک زاویہ سے ایک چیز دیکھنے میں بری نظر آتی ہیمگر دوسرے زاویہء نگاہ سے دیکھنے میں وہی چیز اچھی بن جاتی ہے۔ ایک رخ سے دیکھنے میں ایک واقعہ میں منفی سبق ہوتا ہے اور دوسرے رخ سے دیکھنے میں مثبت سبق موجو ہوتا ہے۔ (راز حیات ص ۱۸۰)۔

رہزن سے رہبر تک

درس وفا گر بود زمزمہ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائی را

ہجرت کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے معتصم کے زمانہ سے دارالخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں ایران کے اصطخر مصر کے رمیس اور یورپ کے روم کے بعد اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق جسے انسان کہتے ہیں اس کا کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے اتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے۔ اور جتنا بڑھتا ہے۔ اتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے اس کا کم ہونا خود اس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں چھپر ڈال کر رہتا ہے۔ تو کیسا نیک کیسا

خوش اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے محبت اور رحمت اس میں اپنا آشیانہ بنا لیتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہے اس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں تو اس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب آ جاتا ہے ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے، صنعت وحرفت کارخانے کھولتی ہے دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے حکومت اور امارت شان وشوکت کے سامان اراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا اور امن وراحت کی جگہ اب انسانی مصیبتوں اور شقاقتوں کا لازوال دور شروع ہو جاتا ہے وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی اور محبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی اب افلاس اور مصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بن جاتی ہے وہی انسان جھونپڑیوں کے اندر محبت وفیاضی کی گرم جوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری اور خود غرضی کا پتھر ہوتا ہے، جب وہ عالیشان مکانوں میں عیش ونعمت کے دستر خوانوں پر بیٹھتا ہے اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوکے ایڑیاں رگڑتے ہیں جب وہ عیش وراحت کے ایوانوں میں جمال و حسن کی محفلیں آراستہ کرتا ہے تو اس کے ہمسایہ یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا زندگی کی قدرتی یکسانیت کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو رہی ہیں۔

کاش کوئی تو جرم کی وجہ معلوم کرتا

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں کمزوری افلاس اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بد بخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اچانک دنیا کی زبانوں کا سب سے بے معنی لفظ وجود میں آ جاتا ہے یہ قانون اور انصاف ہے اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور اس کے دروازے پر لکھا جاتا ہے۔ انصاف کا گھر۔

انصاف کے اس مقدس گھر میں کیا ہوتا ہے یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلسی کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بد اطوار بن جانے پر مجبور کر دیا تھا قانون کا پر ہیبت جبہ پہن کر آتا ہے اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر حکم دیتا ہے۔ مجرم کو سزا دی جائے کیوں اس لئے کہ اس نے چوری کی اس بد بخت نے چوری کیوں کی اس لئے کہ وہ انسان ہے۔ انسان بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہے اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے ان آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے ان کے معصوم چہروں پر بہہ رہے ہیں۔ پھر یہ بد قسمت انسان اگر قید خانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر اس قابل ہو جاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے تو مقدس انصاف اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو۔

یہ گویا انسان کے پاس اس کے ابناء جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے یہ ہے انسان کی متمدن اور شہری زندگی کا اخلاق وہ خود ہی انسان کو برائی پر مجبور کرتا ہے، اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو انصاف کے نام سے تعبیر کرتا ہے اس انصاف کے نام سے جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہے۔

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے ہیں جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہے۔ بغداد کے قید خانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی اس کی آبادی میں مجرموں کی کمی نہ تھی۔

بغداد میں جس طرح آج کل حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی شہرت ہے اسی طرح ابن ساباط کی چوری و عیاری بھی مشہور ہے پہلی شہرت نیکی کی ہے

دوسری بدی کی۔ دنیا میں بدی نیکی کی طرح اس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگر چہ کر نہیں سکتی دس برس سے ابن ساباط مدائن کے قید خانے میں ہے۔ اس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہو گئے ہیں تاہم اس کی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں وہ جب کبھی دلیرانہ چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں یہ دوسرا ابن ساباط ہے اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہو گئے ہیں مگر پرانے ابن ساباط کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا بغداد والوں کی بول چال میں وہ جرائم کا شیطان اور برائیوں کا عفریت تھا۔

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں جب وہ پہلی مرتبہ سوق النجارین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی تو معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہے، اس کے ماں باپ ڈس سے ایک قافلے کے ساتھ آرہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑ گئے اور مر گئے قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہنچا دیا یہ اب سے دو برس بیشتر کی بات ہے۔ یہ دو برس اس نے کہاں وہ کیونکر بسر کئے اس کا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا گرفتاری کے وقت اس کی عمر پندرہ برس کی تھی کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر اسے تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

پہلی سزا نے اس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح اثر ڈالا وہ اب تک ڈرا سہما کمسن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر بے باک مجرم کی روح اس کے اندر پیدا ہو گئی گویا اس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں، گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اس کے وہم گمان میں بھی نہیں گزرے تھے۔ اب اس طرح اس پر کھل گئے گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اس کے سر میں اتار دیا گیا تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا۔

اب چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے چوری کی تھی۔ تو

دو دن کی بھوک اسے نان بائی کی دوکان پر لے گئی تھی لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہو کر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہو کر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی ہے۔ دن ہو۔ رات، بازار کی منڈی ہو یا امیر کا ایوان خانہ ہر وقت ہر جگہ اس کی کارستانیاں جاری تھیں۔ اس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا۔ سپہ سالار کا سا عزم تھا سپاہی کی مردانگی تھی مدبر کی سی دانشمندی تھی لیکن دنیا نے اس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس کے لئے اس کی فطرت کے تمام جواہر اسی میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس فطرت کس فیاضی سے بخشتی ہے۔ اور انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہے ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا۔ کٹنا نہ تھا بلکہ سینکڑوں ہاتھوں کو اس کے شانوں سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے جونہی اس کا ہاتھ کٹا انہوں نے اپنے سینکڑوں ہاتھ اس کے حوالے کر دیئے اب اس نے عراق کے تمام چور اور عیار اکٹھے کر کے اپنا اچھا خاصا جتھا بنالیا۔ اور فوجی سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کر دی تھوڑے ہی عرصے کے اندر اس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچا دیا۔

وہ قافلوں پر حملہ کرتا۔ دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا۔ محل سراؤں میں نقب لگاتا سرکاری خزانے لوٹ لیتا۔ اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور مردانگی سے کرتا کہ اس پر اور اس کے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقع پر صاف بچ کر نکل جاتا۔ لوگ جب اس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہ جاتے یہ ڈاکو نہیں ہے۔ جرم کی خبیث روح ہے۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہے۔ مگر انسان اسے چھو نہیں سکتا یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا۔

مگر ظاہر ہے یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی۔ آخر وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہو جائے ایک موقع پر جب اس نے اپنے تمام

ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود بھاگ نکلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کرلیا اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت سے گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہے تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک دوسرا رنگ اختیار کیا وہ تیار ہو گیا کہ قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرا دے گا۔ عدالت نے منظور کرلیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا۔ لیکن اس کے سو سے زیادہ ساتھی اس کی نشان دہی پر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جس نے قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط پر لعنت نہ بھیجی ہو بدعہدی ایک ایسی برائی ہے۔ جسے برے بھی سب سے بڑی برائی سمجھتے ہیں ابن ساباط نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا تھا کہ وہ جرم سے بڑھ کر برائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا ہے۔

بہر حال ابن ساباط مدائن کے قید خانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہے اس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں۔ دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہے۔ کہ ایک مجرم کی سیاہ کاری بھلا دی جائے۔ لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جاسکتے دس برس گزرنے پر بھی اس کے دلیرانہ جرائم کا تذکرہ بچے بچے کی زبان پر ہے۔ لوگوں کو یہ بات بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں کیونکہ یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں۔ البتہ وہ اس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے کیونکہ اس تذکرہ میں ان کے لئے لطف اور دلچسپی ہے انہیں ابن ساباط کی نہیں اپنی دلچسپیوں کی فکر ہے۔ انسان کی بے مہریوں کی طرح اس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے۔ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے لیکن اس کی پروا نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آتا ہے۔ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بڑی دلچسپی کا واقعہ ہے وہ اس کی

صورت دیکھنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے وہ گھنٹوں اس پر رائے زنی کرتا ہے وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے۔ جس میں اس کی تصویر چھپی ہوتی ہے۔ یا اس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہے اور جس مسکین کا مال چوری کیا گیا اس کے لئے کیسی مصیبت ہے اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر امنڈ آتا ہے جس کو دیکھئے تو بے تحاشا دوڑا جاتا ہے۔ لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک چھوڑ دیتے ہیں اگر انسانوں کے چند جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور ان کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں۔ تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے تماشائی جوش نظارہ میں مجنوں ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اس مکان اور اس کے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے اور جان و مال کی کیسی المناک بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی وجود میں آسکتی ہے۔ اس بات کے سوچنے کی نہ لوگوں کو فرصت ملتی ہے۔ اور نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں۔

اگر انسان کی ابنائے جنس میں سے ایک بد بخت مخلوق کو سولی کے تخت پر لٹا دیا جائے تو یہ ان تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہے۔ سب سے زیادہ دلچسپ نظارہ ہوتا ہے اتنا دلچسپ نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکی ہوئی لغش دیکھتا ہے مگر اس کی سیری نہیں ہوتی لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں اس لئے کہ اپنے ابنائے جنس کی جانکنی میں تڑپنے اور پھر ہوا میں معلق دیکھ لینے کی لذت حاصل کرلیں لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے دلکش تماشا وجود میں آیا خود اس پر کیا گزری اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا۔ سینکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں

جاتا گرمیوں کا موسم ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہے مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ لیکن دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔ اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جارہا ہے وہ ایک گلی سے دوسری گلی اور دوسری گلی سے مڑکر تیسری گلی میں پہنچا ایک مکان سائبان کے نیچے کھڑا ہوگیا اب اس نے لمبی سانس لی گویا یہ مدت کی بند سانس تھی۔ جسے اب آزادی سے ابھرنے کی مہلت ملی ہے۔ پھراس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا مگر کیا بدنصیبی ہے جس طرف گیا ناکامی ہوئی کیا پوری رات اسی طرح گزر جائے گی۔

یہ خوفناک ابن ساباط ہے جو دس برس کی طویل زندگی قید خانے میں گزارنے کے بعد اب کسی طرح نکل بھاگا ہے اور نکلنے کے ساتھ اپنا قدیم پیشہ از سر نو شروع کر رہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہے۔ اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع ہو جانے پر اس کا بے صبر دل پیچ تاب کھا رہا ہے۔

اس نے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دور دور کی صداؤں کا جائزہ لیا۔ اور مطمئن ہوکر آگے بڑھا کچھ دور چل کر اس نے دیکھا کہ ایک احاطہ کی دیوار دور تک چلی گئی ہے اور وسط میں ایک بڑا پھاٹک ہے۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر امراء کے باغ تھے یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اس نے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہے یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہنچ کر رک گیا اور سوچنے لگا۔ اندر کیوں کر جائے اس نے آہستگی کے ساتھ دروازہ پر ہاتھ رکھا لیکن اسے نہایت تعجب ہوا کہ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سیکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم اندر پہنچ گئے۔ اس نے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس

کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوئے تھے اور وسط میں نسبتاً ایک بڑی عمارت تھی۔ وہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا عجیب بات ہے۔ کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا۔ چھوتے ہی اندر سے کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر ہے یہ ایک بے باکی ہے جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدم میں ہو سکتی ہے اندر چلا گیا اندر جا کر دیکھا تو ایک وسیع ایوان ہے۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ اور ایک طرف چمڑے کا تکیہ پڑا ہوا تھا البتہ ایک طرف پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیئے ہوں اور ان کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں اس نے مکان کے موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ ہی دیر میں اپنی اندھیرے میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں ایک ہاتھ کا شیطان تھا۔ جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا تھا۔

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقع ملا تھا۔ کہ اپنے دل پسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے جب اس نے دیکھا کہ اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے اور یہ پہلا قدم بے کار ثابت ہوگا تو اس کے تیزی اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان والوں کو گالیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کر سکے۔

ایک مفلس کا افلاس خود اس کے لئے اس قدر دردانگیز نہیں ہوتا۔ جس قدر اس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت کی تلاش کرتا ہوا پہنچا ہے اس میں شک نہیں کہ پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے۔ اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنیٰ قسم کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا۔ بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ ایک ہاتھ رکھتا تھا وہ ہزار ہمت کرتا۔ اتنا بڑا بوجھ سنبھالے نہ سنبھل سکتا تھا۔ اور وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا ان کے

وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لے جانا آسان کام نہ تھا۔

ایک ہزار لعنت کرخ اور اس کے باشندوں پر اور وہ اندر ہی اندر بڑ بڑانے لگا نہیں معلوم یہ کون احمق ہے۔ جس نے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں غالبًا کوئی تاجر ہے۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے۔ جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اس میں گدھوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کر رکھا ہے اس نے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کو ٹٹول ٹٹول کر پیمائش کی بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے ایک تھان کے اٹھانے کے لئے گن کر دس گدھے ساتھ لانے چاہئیں۔

لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا رات جاری تھی اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جائے اس نے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اسے فرش پر بچھا دیا پھر کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ جو تھان اٹھائے جا سکتے ہوں اٹھائے مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت وزنی تھا کم لیتا ہے تو بے کار ہے زیادہ لیتا ہے تو لے جا نہیں سکتا۔ عجیب طرح کی کشمکش میں گرفتار تھا بہر حال کسی نہ کسی طرح یہ مسئلہ طے ہوا۔ لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی صرف کپڑا بے حد موٹا تھا۔ اسے مروڑ دے کر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔

دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا۔ چہ جائیکہ ایک ہاتھ سے بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا دو تھے۔ لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے۔ اس نے بہت سی تجویزیں سوچیں طرح طرح کے تجربے کئے۔ دانتوں سے کام لیا کٹی کہنی سے سرا دبایا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھڑی کی گرہ نہ لگ سکی۔ وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا تھا وقت کی کمی عمل کا قدرتی

خوف مال کی نگرانی محنت کی شدت اور فائدہ کی قلت اس کے دفاع کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔

﴿ محبت کا کرشمہ ﴾

اچانک وہ چونک اٹھا۔ اس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ سنی ایک لمحہ تک خاموشی چھائی رہی پھر ایسا محسوس ہوا۔ جیسے کوئی آدمی دروازے کے پیچھے کھڑا ہے۔ ابن ساباط گھبرا کر اٹھ بیٹھا مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کر سکے دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی خوف اور دہشت سے اس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا۔ وہیں گر پڑا۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں شمعدان ہے۔ اور اسے اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہو گئے ہیں۔

اس شخص کی وضع قطع سے اس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملے جلے رنگ کی ایک لمبی سی عبا اس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسی لپیٹ کر جسم پر چست کر دیا تھا سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی اور اس قدر کشادہ تھی کہ اس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی ابھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ اور قد کی درازی سے کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کر دی تھی لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اس کے چہرے پر نظر نہیں آتا تھا اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کا تاثر و گہرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچہ پر ایک شاندار اور دلآویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہے۔ رنگت زرد تھی رخسار بے گوشت تھے جسمانی تنومندی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیبت میں کوئی

ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا کہ ایک نہایت طاقت ور چہرہ اس کے سامنے ہے خصوصاً اس کی نگاہیں ایسی روشن ایسی مطمئن ایسی ساکن تھیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہے چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کیئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا گویا اس سے جو کچھ سمجھنا تھا سمجھ گیا ہے۔ اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم زیرلب تھا۔ ایسا دلآویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دور کرسکتی ہے چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کیئے ابن سباط کو دیکھتا رہا اس نے شفقت اور ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز کے ساتھ ابن ساباط سے کہا۔

میرے دوست تمہارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں بلکہ بھوکے بھی ہو بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ لے لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کرسکو تو میں دودھ لے آؤں اس نے کہا جب کہ اس کے پر شکوہ چہرے پر بدستور دلآویز مسکراہٹ موجود تھی۔ ممکن نہ تھا۔ کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں قبل اس کے کہ ابن ساباط جواب دے وہ تیزی کے ساتھ اٹھا اور باہر نکل گیا۔

اب ابن ساباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی۔ جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا۔ اجنبی کی ہستی اور اس کا طور طریقہ ایسا عجیب وغریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا ابن ساباط کو متحیر وتاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اس کی شخصیت مغلوب ہوگئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا۔ آہستہ آہستہ اس کا دماغ اپنی اصل حالت پر آگیا یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح ابھر آئے اور وہ اسی روشنی میں معاملات دیکھنے لگا۔ جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ عادی تھا۔ وہ جب اجنبی کا تبسم اور دشوار صدائیں یاد کرتا تو شک اور خوف کی جگہ اس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ

پیدا ہوتا جو آج تک اسے بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہ جاتی۔ اور کوئی بات سمجھ میں نہ آتی۔ اس نے اپنے دل میں کہا یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے مکان کا مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کرتا۔ پھر یہ شخص ہے کون اچانک ایک نیا خیال اس کے اندر پیدا ہوا وہ ہنسا (استغفر اللہ) میں بھی کیا احمق ہوں یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات ہے۔ معاملہ بالکل صاف ہے تعجب ہے۔ مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا۔ یقیناً یہ بھی میرا کوئی ہم پیشہ آدمی ہے اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں کو اکٹھا کر دیا چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے۔ اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا اسے معلوم ہوگا کہ مکان آج رہنے والوں سے خالی ہے۔ اور یہ اطمینان سے کام کرنے کا موقع ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر واپس آیا لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حقدار بن جائے گا وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہوا۔

یہ لو تمہارے لئے دودھ لایا ہوں اسے پی لو یہ بھوک اور پیاس دونوں کے لئے مفید ہے۔ اس نے کہا اور پیالہ ابن ساباط کو پکڑا دیا ابن ساباط واقعی ہی بھوکا اور پیاسا تھا۔ بلا تامل منہ لگایا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا اب اسے معاملہ کی فکر ہوئی اتنی دیر کے وقفہ نے اس کی طبیعت بحال کر دی تھی۔ دیکھو اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچا ہوں اور ہاتھ لگا چکا تھا اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے بموجب تمہارا کوئی حق نہیں لیکن تمہاری ہوشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تامل نہیں کہ تمہیں بھی اس مال میں شریک کرلوں گا۔ لیکن دیکھ یہ میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے اس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے کیونکہ دراصل آج میرا ہی کام تھا۔

اس نے صاف آواز میں کہا اس کی آواز میں اب تاثر نہیں تھا تحکم تھا۔ اجنبی

مسکرایا اس نے ابن سا باط پر ایک نظر ڈالی جو اگر چہ شفقت سے خالی نہ تھی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی اس میں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن سا باط سمجھ نہ سکا اس نے خیال کیا شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے اچانک اس کی آنکھوں میں اس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اٹھی وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا۔

بے وقوف چپ کیوں ہے یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک گلاس پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم احمق بنا لو گے۔ تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو اس پر راضی ہو کہ نہیں اگر نہیں تو...... لیکن ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے اب بھی اس کے لبوں سے اس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی۔ میرے عزیز دوست کیوں بلاوجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو آؤ یہ کام جلدی نمٹا لیں۔ جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو میں نے دو گٹھڑیاں باندھ لی ہیں ایک چھوٹی ہے اور ایک بڑی ہے تمہارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھڑی تم اٹھاؤ بڑی میں اٹھا لیتا ہوں باقی رہا حصہ جس کے خیال سے تمہیں اتنی آزردگی ہوئی ہے۔ تو میں بھی نہیں چاہتا کہ اس وقت اس کا فیصلہ کراؤں تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے میرے ساتھ معاملہ کر سکتے ہو مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ کے لئے میرے ساتھ معاملہ کر لو۔

ابن سباط بولا ہاں اگر یہ بات ٹھیک ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے تمہیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں پورے ملک میں تمہیں مجھ سے بہتر سردار نہیں مل سکتا۔ اس نے بڑی گٹھڑی کے اٹھانے میں مدد کرتے ہوئے اجنبی سے کہا۔

گٹھڑی اس قدر بھاری تھی کہ ابن سا باط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا وہ اگر چہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔ دوست تم دیکھنے میں تو بڑے دبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اٹھانے میں بڑے

مضبوط نکلے۔ ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں کہا یہ جتنا مضبوط ہے اتنا عقل مند نہیں ہے۔ ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا اگر آج یہ احمق نہ مل جاتا تو مجھے سارا چھوڑ کر صرف دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی۔ اب ابن ساباط نے اپنی گٹھڑی اٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی اور دونوں باہر نکلے اجنبی کی پیٹھ جس میں پہلے ہی سے خم موجود تھا اب گٹھڑی کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا لیکن ابن ساباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو اور چونکہ خود اس کا بوجھ ہلکا تھا۔ اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہ کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا۔ لیکن اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں بار بار بوجھ گرتے گرتے رہ گیا۔ ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا کہ چوٹ کھائے پھر بھی اس نے رکنے یا ستانے کا نام نہ لیا گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ چلتا رہا۔

لیکن ابن ساباط اس پر بھی خوش نہ تھا اس نے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا پھر وہی بے تامل گالیوں پر اتر آیا ہر لحہ کے بعد ایک گالی دیتا۔ اور کہتا تیز چلو اتنے میں پل آیا یہاں چڑھائی تھی جسم کمزور اور تھکا ہوا بوجھ بے حد بھاری اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر گیا۔ ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے سخت لات پڑی۔ یہ ابن ساباط کی لات تھی اس نے غضب ناک ہو کر کہا کتے کے بچے اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟ اجنبی ہانپتا ہوا اٹھا۔ اس کے چہرہ پر درد و شکایت کی بجائے شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس نے فوراً گٹھڑی اٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

اب یہ دونوں شہر کے کنارے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھی۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ حصہ تھا۔ ابن ساباط اس احاطہ کی ایک جانب

پہنچ کر رک گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھڑیاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی کود کر اندر ہو گیا اور دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے پرانا تہہ خانہ تھا۔ جس میں ابن سا باط نے قید خانے سے نکل کر پناہ لی تھی لیکن اس وقت وہ سرداب میں نہیں اترا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھا دے۔

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اس پر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی۔ یا پڑی تھی تو امتداد وقت سے شکستہ ہو کر گر پڑی تھی ایک طرف بہت سے پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھڑیاں سامنے دھری تھیں ایک گوشہ اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا کچھ دیر خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن سا باط کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اب رات ختم ہونے پر تھی پچھلے پہر کا چاند درخشاں تھا کھلی چھت سے اس کی دھیمی اور ظلمت آلود شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں ابن سا باط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ ٹھیک چاند کے مقابل تھا۔ اس لئے اس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا ابن سا باط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ ایک نورانی تبسم ایک پراسرار انداز نگاہ کی دلآویزی اس کے سامنے ہے۔ میرے عزیز دوست اور رفیق۔

اجنبی نے اپنی دلنواز اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن سا باط کو بے خود کر چکی تھی کہنا شروع کیا میں نے اپنی خدمت پوری کر لی ہے اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اس کی وجہ سے تمہیں بار بار پریشان خاطر ہونا پڑا اس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں مجھے امید ہے تم مجھے معاف کر دو گے اس دنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے ملتی جلتی نہیں ہے۔ جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور بخش دیں لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں۔ تمہیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں

ہوں جو تم نے خیال کیا ہے میں اسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی ہے اور تم نے میری رفاقت قبول کر لی تھی۔ میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر اس کمرہ سے جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے آج آیا تو دیکھا کہ تم اندھیرے میں بیٹھے تکلیف اٹھا رہے ہو تم میرے گھر میں عزیز مہمان تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمہاری تواضع اور خدمت نہیں کر سکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے آئندہ جب کبھی ضرورت ہو تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔

یہ کہا اور آہستگی کے ساتھ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کیا اور تیزی کے ساتھ نکل کر روانہ ہو گیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہو گیا لیکن ابن ساباط کو ایک نئے عالم میں پہنچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور اس طرف تک رہی تھیں۔ جس طرف اجنبی روانہ ہوا تھا۔ لیکن معلوم نہیں اسے کچھ بجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں دوپہر ڈھل چکی تھی۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق در جوق نمازی نکل رہے ہیں دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہہ خانوں اور غریبوں کو دیوار کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں ایک تفریح کے لئے دوسرا مزدوری کے لئے لیکن ابن ساباط اس وقت وہیں بیٹھا ہے۔ جہاں صبح بیٹھا تھا رات والی گٹھڑیاں سامنے پڑی ہیں اور اس کی نظریں اس طرح ان پر گڑی ہیں گویا ان کی شکنوں نے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈ رہا ہے۔

دو گھنٹے گزر گئے۔ جسم اور زندگی کی ضرورت بھی اسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اس نے اپنا ایک ہاتھ بھی کٹا دیا تھا۔ اب اس کو نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اس کے لئے دنیا کی سب سے بڑی نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی۔ اب اسے محسوس نہیں ہوتا۔ اس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی تھی وہ رات والے عجیب و غریب اجنبی کی صورت تھی۔ وہ خود اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ مگر

اسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھائی گئی۔ جو اب تک اس کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔

اس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاریوں میں بسر ہوئی تھی اس نے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سنا تھا وہ یہی تھا کہ خود غرضی کا پتلا اور نفس پرستی کی مخلوق ہے وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے۔ سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے۔ اور اس میں فیاضی، بخشش اور قربانی کی روح بھی ہو سکتی ہے بچپن میں اس نے بھی خدا کا نام سنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا جب زندگی کی کشائش کا میدان سامنے آیا تو اس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اس نے قدم اٹھا دیئے اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی بڑھتا گیا نہ تو خود اس کو کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا۔ اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اسے خدا سے آشنا کرتے، جوں جوں شقاوت بڑھتی گئی معاشرہ اپنی سزا و عقوبت کی مقدار بھی بڑھاتا گیا، معاشرہ کے پاس اس کی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی۔ اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی کا خوگر ہو گیا۔

لیکن اب اچانک اس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے وہ چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اب یکا یک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی۔ اور وہ یک دم تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ گیا اجنبی کی شخصیت پہلی نظر میں اس کے دل تک پہنچ گئی تھی لیکن وہ جہالت اور گمراہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور حقیقت کے فہم کے لئے تیار نہیں ہوا لیکن جیسے ہی اجنبی کے آخری الفاظ نے پردہ ہٹا دیا جو اس نے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا حقیقت اپنی پوری شان تاثر کے ساتھ بے نقاب ہو گئی، اور اب اس کی طاقت سے یہ بات باہر تھی کہ اس تیر کے زخم سے اپنا سینہ بچا لے جاتا۔

اس نے پہلے اپنی جہالت سے خیال کیا تھا کہ اجنبی بھی میری ہی طرح کا ایک چور ہے اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت اور اعانت کر رہا ہے اس کا ذہن یہ

تصور کر ہی نہیں سکتا تھا کہ بغیر غرض اور انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کر سکتا ہے لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلا دیا کہ وہ چور نہیں بلکہ اسی مکان کا مالک ہے جس کا مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یکا یک بجلی آسمان سے گر پڑی۔

یہ چور نہیں تھا مکان کا مالک تھا لیکن اس نے چور کو پکڑنے اور سزا دلوانے کی جگہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

اس سوال کا جواب اس کی روح کے لئے ایک دہکتا انگارہ تھا اور دل کے لئے ایک ناسور تھا، وہ جس قدر سوچتا روح کا زخم گہرا ہوتا ہے اور دل کی تپش بڑھتی جاتی، اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا اس کا ایک ایک واقعہ ایک ایک حرف یاد کرتا، اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہو جاتی تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کر دیتا ہے اور آخر تک پہنچا کر پھر ابتداء کی طرف لوٹتا۔

میں اس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا میں نے اسے بھی چور سمجھا اسے گالیاں دیں بے رحمی سے ٹھوکر لگائی، مگر اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور پھر یہی سوال دہرانے لگتا۔

سورج ڈوب رہا تھا بغداد کی مسجدوں کے میناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں ابن ساباط بھی اپنے غیر آباد گوشہ سے اٹھا چادر جسم پر ڈالی اور کسی جھجک کے بغیر باہر نکل گیا، اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی۔

وہ کرخ کے اسی حصے میں پہنچا جہاں گزشتہ رات آ گیا تھا، رات والے مکان کے پاس پہنچنے میں اسے بہت دقت پیش نہیں آئی مکان کے پاس ہی ایک لکڑ ہارے کا جھونپڑا تھا یہ اس کے پاس گیا اور پوچھا یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے اس میں کون تاجر

رہتا ہے۔

تاجر؟...... بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو یہاں تاجر کہاں سے آیا؟

یہاں تو شیخ جنید بغدادی رہتے ہیں ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا بلکہ صورت سے آشنا نہ تھا ابن ساباط اس نام مکان کی طرف چلا رات کی طرح اس وقت بھی دروازہ کھلا تھا یہ بے تامل اندر چلا گیا سامنے وہی رات والا ایوان تھا یہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی وہی رات والی چٹائی بچھی ہوئی تھی رات والا تکیہ ایک جانب پڑا تھا تکیہ سے سہارا لگائے عجیب اجنبی بیٹھا تھا تیس چالیس آدمی سامنے تھے واقعی اجنبی تاجر نہیں شیخ بغدادی تھے۔

اتنے میں عشاء کی اذان ہوگئی لوگ اٹھ کھڑے ہوئے سب لوگ جا چکے تو شیخ بھی اٹھے جونہی انہوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں میں گر گیا یہ ابن ساباط تھا اس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں دجلہ کی سولہریں بھر گئی تھیں، بہت دیر تک رکی رہیں تھیں مگر اب نہیں رک سکتی تھیں، آنسوؤں کا سیلاب آ جائے تو پھر دل کی کون سی کثافت ہے جو باقی رہے، شیخ نے شفقت سے اس کا سر اٹھایا یہ کھڑا ہو گیا، مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی، جب دل کی آنکھوں کی زبان کھل جاتی ہے، تو منہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اس واقعہ پر کچھ عرصہ گزر چکا ہے شیخ احمد ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقہ ارادت کے ان فقراء میں ہے جو سب میں پیش پیش ہیں شیخ کہا کرتے تھے؟

ابن ساباط نے وہ راہ لمحوں میں طے کر لی جو دوسرے برسوں میں بھی طے نہیں کر سکے، ابن ساباط کو ۴۰ برس تک دنیا کی وحشت انگیز سزائیں نہ بدل سکیں مگر محبت اور قربانی کے ایک لمحہ نے چور سے اہل اللہ بنا دیا۔ (کتابوں کی درسگاہ میں)

حقیقی غنا تو دل کا ہے

خوف خداوندی اور محبت خداوندی ایسی چیزیں ہیں جو ہر لمحہ انسان کی کامل رہنمائی کرتی ہیں اور ہر اس بات سے جو ان کے لئے دنیا و آخرت میں نقصان کا باعث بن سکتی ہو، اس سے کوسوں دور رکھتی ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کے شمس الدین محمد بن عبدالرحیم مقدسی اپنے وقت میں شام کے مشہور علماؤ بزرگان دین میں سےہیں۔ خلق خدا اپنی اصلاح کیلئے انہیں مرجع بنائے ہوئے ہے، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کسی پہاڑ کے دامن میں اپنے مکان کے لئے جگہ کھودرہے ہیں، ان کی اہلیہ بھی ان کے ساتھ ہیں وہ بھی ان ہی کی طرح نیک کردار اور پاکیزہ سیرت خاتون تھیں، زمین کھودتے ہوئے انہیں دیناروں سے بھری ہوئی دفن شدہ ایک تھیلی ملی تو "انا للّٰہ" ...... پڑھنے لگے پھر اس کھودی ہوئی جگہ کو اسی طرح بھر دیا جیسے پہلے تھی، اور بیوی سے کہا غالباً یہ ہمارے لئے (منجانب اللہ) آزمائش ہے۔ ہوسکتا ہے یہ تھیلی کسی بندہ، خدانے دفن کی ہو اور ضرورت کے وقت وہ اس کو نکالنے آئے۔ اس لئے کسی سے اس کے متعلق تذکرہ تک نہیں کرنا چنانچہ دونوں نے فقر و حاجت مندی کے باوجود اس تھیلی کو اسی جگہ چھوڑا اور چلے گئے **جزاهم الله خير الجزاء**۔ (شذرات الذهب لابن عماد)

(یہ خداترس لوگ تھے اگر ہم جیسے ہوتے سو بہانے تراش کر جواز پیدا کر لیتے (خواہ مالدار ہی کیوں نہ ہوتے)، مگر جنہیں اللہ جل جلالہ نے دولتِ تقوی سے مالا مال کر دیا ہے انہیں دنیا کی ظاہری رونقیں خیرہ نہیں کرسکتیں حدیث پاک میں ہے حقیقی غنا تو دل کا غنی ہونا ہے)۔

خوفِ خدا سے رونا

غزوۂ موتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا۔ ان میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے۔ اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہؓ کو رخصت کرنے لگے۔ تو وہ

رونے لگے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا میں دنیا سے محبت یا تم سے شیفتگی وعشق کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں۔ بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔

"وَ اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا"

یعنی تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا اس جہنم پر سے گزر نہ ہو یہ اللہ جل شانہ کا حتمی اور اٹل فیصلہ ہے معلوم نہیں کہ اس پر گزرتے ہوئے میرا کیا بنے گا۔ مسلمانوں نے انہیں تسلی دی اور کہا۔ اللہ آپ کو ہماری طرف صحیح وسلامت لوٹائیں اس پر حضرت عبداللہ نے یہ اشعار پڑھے جن میں انہوں نے اپنے لئے شہادت کی دعا مانگی ؎

لکنی اسأل الرحمن مغفرة وضربة
ذات فرع تقذف الزبدا

میں واپسی کا خواہشمند نہیں ہوں، بلکہ اللہ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے گہرے زخم کا طلبگار ہوں جو جھاگ پھینکتا ہو۔

او طعنة بیدی حران مجهزة
بحربة تنفذ الاحشاء والکبدا

یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری انتڑیوں اور جگر سے پار ہو جائے۔

حتی یقولوا اذا مروا علی جدثی
ارشدک اللّٰه من غازٍ وقد رشدا

یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر سے گزریں تو کہیں واہ واہ کیا غازی تھا کیسا کامیاب ہوا۔

انت الرسول فمن یحرم نوافله
والوجه منه فقد ازری به القدر

آپ اللہ کے رسول ہیں جو شخص آپ کے فیوض وبرکات اور آپ کے چہرہ انور دیدار سے

محروم رہا تو سمجھ لو کہ قضاء وقدر نے اس کی تحقیر کی کہ اس کو اس دولت عظمیٰ سے محروم رکھا۔

فثبت الله ما اتاک من حسن

ثبت موسی ونصرا کالذی نصروا

پس اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کے محاسن کو ثابت وقائم رکھے، انبیاء سابقین کی طرح آپ کی مدد فرمائے۔

انی تفرست فیک الخیر نافلہ

فراسہ خالفت فیک الذی نظرو

میں نے آپ میں خیر و بھلائی کو پیش از پیش محسوس کرلیا ہے، اور میرا یہ احساس مشرکین کی نظر و احساس کے خلاف ہے۔

ان تثبتک اللہ یا ابن رواحہؓ

نبی کریم صلی الہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن رواحہ تجھ کو بھی اللہ ثابت قدم رکھے۔

پھر یہ لشکر موتی کی طرف جمادی الاولی ۸ھ روانہ ہوگیا۔ یہ لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا ان کے مقابلہ میں شرحبیل ایک لاکھ سے زائد افراد کا لشکر لے کر نکلا تھا مزید ایک لاکھ افراد کا لشکر ہرقل نے اس کی مدد کے لئے بھیج دیا تھا، اس طرح مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار رہی اور کفار کی تعداد دو لاکھ تک جا پہنچی۔ جب مسلمانوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کا آپس میں مشورہ ہوا کہ آپ ﷺ کو اطلاع دی جائے اور آپ ﷺ کے حکم اور امداد کا انتظار کیا جائے اس وقت حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔

اے قوم! خدا کی قسم جس بات کو تم مکروہ سمجھ رہے ہو یہ وہی شہادت ہے جس کی تلاش میں تم نکلے ہو ہم ان کافروں سے کس قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے، ہمارا لڑنا تو اس محض دین اسلام کی وجہ سے جس سے اللہ نے ہمیں عزت بخشی۔

پس اٹھو اور چلو دو بھلائیوں میں ایک بھلائی ضرور حاصل ہوگی یا تو کفار پر غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت کی نعمت عظمیٰ نصیب ہوگی لوگوں نے کہا خدا کی قسم حضرت عبداللہ

بن رواحہؓ نے سچ فرمایا۔

شہادت ہے مقصود مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

چنانچہ اسی غزوہ میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ.
(کامل ابن اثیر، تاریخ طبری، فتح الباری)

یہاں کام کر وایسا جو آئے وہاں کام

حضرت ربیع بن خثیم متوفی ۶۵ھ مشہور تابعی ہیں۔ ان کے زہد وتقوی اور دنیا سے بے رغبتی کے یادگار واقعات تاریخ کی کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں ان کی کنیت ابو یزید ہے، رسالت کا مقدس دور پایا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ آئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے خصوصی تعلق تھا، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، فرما یا کرتے تھے، اے ربیع اگر تمہیں رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو بہت محبت فرماتے، ایک مرتبہ ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ صاحب فراش ہو گئے۔ انسان بیمار ہو جائے تو خواہشات کا نخل ہرا ہو جاتا ہے۔ انہیں مرغی کے گوشت کھانے کی خواہش ہوئی۔ چالیس دن تک تو اظہار نہیں کیا، اس کے بعد بیوی سے کہہ دیا۔ انہوں نے مرغی منگوائی عمدہ پکائی آپ کے سامنے پیش کی ابھی آپ نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا (شاید ابھی چکھ نہیں پائے تھے) کہ دروازے سے فقیر نے خیرات کی صدا لگائی آپ نے ہاتھ کھینچا۔ اہلیہ سے فرمایا یہ فقیر کو دے آؤ اہلیہ نے کہا میں فقیر کو اس سے بہتر چیز دے آتی ہوں فرمایا وہ کیا؟ کہنے لگیں اس کی قیمت فرمایا بہت خوب قیمت لے آؤ وہ قیمت لے آئیں تو آپ نے فرمایا یہ کھانا اور قیمت دونوں فقیر سائل کو دے آؤ۔ (صفۃ الصفوہ)

یہ تھے اپنی جائز خواہشات کو کچل کر قرب خداوندی حاصل کرنے والے بلند

ذوق ونظر اصحاب، کاش ہم اپنے ان بزرگوں کی زندگی کا مطالعہ کر کے حرام وناجائز خواہشات سے ہی خودکو بچالیتے، انیس نے خوب کہا ہے

امید نہیں جیسے کی ہاں صبح سے تا شام
ہستی کو یہ سمجھو کہ ہے خورشید لب بام
یاں کام کرو ایسا جو آئے وہاں کام
آجائے خدا جانے کب موت کا پیغام
اپنی کوئی ملک نہ املاک سمجھنا
ہونا ہے تمہیں خاک سب خاک سمجھنا

ایک مرتبہ حضرت ربیع ؒ کے صاحبزادے نے عرض کیا ابو جان امی جی نے آپ کیلئے عمدہ قسم کا حلوہ تیار کیا ہے ان کی خواہش ہے کہ آ پکھ تناول کرلیں، شیخ فرمانے لگے اچھا لے آؤ، صاحبزادہ لینے گیا، ادھر ایک فقیر نے دروازہ پر دستک دی اور صدا لگائی،۔

شیخ فرمانے لگے اسے لے آؤ، شیخ منذر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بوسیدہ حال، پراگندہ بال جیسے نیم پاگل انسان ہے، جس کے ناک اور منہ سے الائش بہہ رہی ہے۔ شیخ ربیع ؒ نے اسے (بغیر نفرت کئے) سامنے بٹھالیا، اتنی دیر میں صاحبزادہ حلوہ لے آیا۔ شیخؒ نے صاحبزادہ سے برتن لیا (بغیر چکھے) اور فقیر کے سامنے رکھدیا، وہ بوڑھا فقیر اس حلوہ پر ایسا ٹوٹا، گویا وہ فاقہ زدہ انسان ہے، اور آناً فاناً (فوراً) برتن صاف کردیا، صاحبزادے سے یہ منظر دیکھ کر رہا نہ گیا۔

عرض کرنے لگا ابو جان امی جی نے تو بڑے اہتمام سے آپ کے لئے یہ حلوہ تیار کیا تھا، ہم سب کی خواہش تھی کہ آپ تناول کریں، لیکن آپ نے سارا حلوہ ایک ایسے شخص کو کھلا دیا جسے یہ بھی علم نہیں ہے کہ وہ کیا چیز کھا رہا ہے۔

شیخ ربیع ؒ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں جانتا تو کیا ہوا وہ (جس پاک ذات یعنی اللہ جل جلالہ کے لئے یہ کام کیا ہے) تو خوب جانتا ہے۔ پھر حضرت شیخؒ نے قرآن کریم کی یہ

آیت تلاوت فرمائی۔

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ﴾
تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کردو اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ وتہذیب وغیرہ)

﴿زبان ودل درست تو بہترین ورنہ بدترین﴾

حضرت لقمان حکیم کے آقا نے ان سے ایک مرتبہ کہا بکری ذبح کر کے اس کے دو بہترین حصے میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور اس کے دل اور زبان آقا کے پاس لے گئے۔ آقا نے پھر حکم دیا ایک اور بکری ذبح کر کے اس کے دو بدترین ٹکڑے میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے بکری ذبح کی۔ اور اس مرتبہ بھی اس کے دل اور زبان اس کے پاس لے کر گئے آقا نے پوچھا میں نے بہترین حصے طلب کئے تو تم یہی لائے۔ بدترین طلب کئے تب بھی یہی لائے۔

حضرت حکیم نے فرمایا میرے آقا دل اور زبان اچھے رہیں۔ تو ان سے بہتر جسم کا کوئی عضو نہیں ہوسکتا اور اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے بدتر کوئی عضو نہیں ہوسکتا یہ بہتر رہیں تو بہترین ہیں بدتر ہو جائیں تو بدترین ہیں۔ (کتابوں کی درسگاہ میں بحوالہ تفسیر قرطبی)

ایک حدیث مبارکہ میں ہے جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، زبان اور شرمگاہ۔ ایک حدیث میں ہے کہ خبردار جسم میں ایک حصہ ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔

﴿مظلوم بڑھیا اور سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ﴾

سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۳۵۷ھ تا ۴۲۱ھ) کے زمانے میں نیشاپور سے ہندوستان تجارتی قافلے آتے جاتے تھے، ان کو اکثر راستہ میں قزاق لوٹ لیتے

تھے کئی مسافر مارے بھی جاتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک تجارتی قافلہ کو ڈاکوؤں نے لوٹا تو اس میں ایک بڑھیا کا بیٹا بھی تھا۔ بڑھیا کو اس کا بہت صدمہ ہوا وہ کسی نہ کسی طرح سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار تک آ پہنچی اور اپنی درد بھری داستان سلطان کو سنائی۔ سلطان نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور کہا اماں: تمہارے بیٹے کے ساتھ واقعی بڑا ظلم ہوا ہے مجھے تم سے پوری ہمدردی ہے۔ لیکن میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔ وہ جگہ جہاں حادثہ ہوا ہے میرے پایۂ تخت سے بہت دور ہے۔ اس لئے اس کا انتظام بہت مشکل ہے۔

بڑھیا نے بے ساختہ کہا اے بادشاہ جب تم اس ملک کا انتظام نہیں کر سکتے تو اپنے قبضے میں کیوں رکھتے ہو؟ چھوڑ و اور کسی دوسرے کو انتظام کرنے کا موقع دو۔ اور تم ملک کا اتنا ہی حصہ اپنے قبضے میں رکھو جتنے کا انتظام آسانی سے کر سکتے ہو۔

بڑھیا کا یہ بے باکانہ جواب ایسا تھا کہ سلطان کے دل میں تیر کی طرح چبھ سا گیا۔ اس کو تسکین دے کر رخصت کیا (نہ کہ اس پر ہمارے زمانہ کے ظالموں و جابروں کی طرح مزید ظلم و ستم ڈھائے اور قید میں بھیج دیا کہ سلطان کی گستاخی کی ہے) اور قزاقوں کے گرفتار کرنے کی فکر میں رہے۔ آخر پانچ سو غلاموں کو تاجروں کے روپ میں چھپا کر ایک قافلہ تیار کیا۔ ان کو سخت زہر آلود میوے دے کر سفر میں بھیجا قزاقوں نے ان کو راستہ میں لوٹ لیا زہریلے میوے کھا کر بہت سے قزاق مر گئے جو بچے ان کو سلطان نے سیستان کے حاکم کو حکم بھیج کر گرفتار اور قتل کرایا اس طرح بوڑھی عورت کی تلخ صداقت نے سلطان سے یہ کام انجام دلوا دیا۔ (پراسرار بندے)

ضوابطِ حکیم الامت رحؒ

حکیم الامہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھانہ بھون میں متعینہ ایک پولیس افسر نے بیعت کی درخواست کی تھی، جس کے جواب میں آپ نے

انہیں اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھا میں ایک خشک طالب علم ہوں۔ اس زمانہ میں جن چیزوں کو لوازم درویش سمجھا جاتا ہے جیسے میلاد شریف۔ گیارہویں عرس نیاز فاتحہ، قوالی وتصرف ومثل ذالک میں ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اس خشک طریقہ پر رکھنا پسند کرتا ہوں۔

میں نہ صاحب کرامت ہوں اور نہ صاحب کشف نہ صاحب تعریف ہوں اور عامل صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں، اور اپنے دوستوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا۔ نہ اپنی حالت نہ اپنی کوئی تعلیم نہ امور دینیہ کے متعلق کوئی مشورہ چھپانا چاہتا ہوں عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا البتہ عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ضرور ہوتا ہوں۔

میں نہ کسی سے کوئی فرمائش کرتا ہوں نہ کسی کی سفارش، اس لئے بعض اہل الرائے مجھ کو خشک کہتے ہیں میرا انداق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں خواہ مرضی ہی اذیت ہو۔ سب سے زیاہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کسی کی کوئی چیز لے لینا خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت خواہ نفسانی ہو۔ جیسے کسی کو کسی تشویش میں ڈالنا۔ یا کوئی ناگوار، رنجیدہ معاملہ کرنا اور اگر اپنی غلطی سے ایسی بات ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

مجھے ان کا اس قدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع خلاف شرع دیکھ کر تو صرف شکایت ہوتی ہے مگر ان امور میں کوتاہی دیکھ کر بے حد صدمہ ہوتا ہے۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس سے نجات دے یہ ہے کچا چٹھا ورنہ لوگوں نے تو

منش کردہ ام رستم داستاں
وگرنہ بلے بود در سیستاں

(پراسرار بندے)

﴿ایک بھنگی پر حضرت امیر شریعت رحؒ کی عجیب شفقت﴾

جناب محترم امین گیلانی راقم ہیں:

حضرت مولانا نورالحسن شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں اور راقم الحروف نے بھی یہ واقعہ خود حضرت بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی سنا کہ خیر المدارس جالندھر کے جلسہ میں شریک تھے۔ کھانے کے دستر خوان پر بیٹھے تو سامنے ایک نوجوان بھنگی کو دیکھا۔ شاہ جی نے کہا کہ آؤ بھائی کھانا کھالو۔ اس نے عرض کیا جی میں تو بھنگی ہوں۔ شاہ جی درد بھرے لہجے میں فرمایا۔ انسان تو ہو اور بھوک تو لگتی ہے یہ کہہ کر خود اٹھے اس کے ہاتھ دھلا کر ساتھ بٹھالیا، وہ بے چارا تھر تھر کانپتا تھا، اور کہتا جا رہا تھا کہ جی میں تو بھنگی ہوں، شاہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود لقمہ توڑا شوربے میں بھگو کر اس کے منہ میں دے دیا، اس کا کچھ حجاب دور ہوا تو شاہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک آلو اس کے منہ میں ڈال دیا۔ اس نے جب آدھا آلو دانتوں سے کاٹ لیا تو باقی آدھا خود کھالیا۔ اسی طرح اس نے پانی پیا تو اس کا بچا ہوا پانی خود پی لیا۔ وقت گزر گیا، وہ کھانے سے فارغ ہو کر غائب ہو گیا، اس پر رقت طاری تھی۔ وہ خوب رویا اس کی کیفیت ہی بدل گئی، عصر کے وقت اپنی نوجوان بیوی اس کی گود میں ایک بچہ تھا لے کر آیا، اور کہا شاہ جی اللہ جل جلالہ کے لئے ہمیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے اور میاں بیوی دونوں اسلام لے آئے۔ (بخاری کی باتیں ص ۲۹، ۳۰)

جگر نے خوب کہا ؎

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتح زمانہ

بلاشبہ ہمارے ان بزرگوں کو اَخلاقِ نبوت کا ایک بڑا حصہ ملا تھا۔

نہ ہو یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

یہ ہیں علماء دیوبند جن کی محنت کا محور اشاعت اسلام ہے، جن کی حیات وموت کا مقصد اطاعتِ رسول واتباعِ سنت ہے، یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنے طبعی تقاضوں کی پرواہ کئے بغیر مال، جان، عزت وآبرو، ہر چیز کی قربانیاں دیکر چمن اسلامی کی آبیاری کی۔ **جزاھم اللہ خیر الجزاء**

بسم اللہ کی عجیب تاثیر

روم کے بادشاہ قیصر نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایک خط لکھا کہ میرے سر میں درد رہتا ہے کوئی علاج بتائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پاس ٹوپی بھیجی کہ اسے اپنے سر پر رکھا کرو سر کا درد جاتا رہے گا۔ چنانچہ قیصر جب وہ ٹوپی سر پر رکھتا تو درد ختم ہو جاتا، جب اتارتا تو درد دوبارہ لوٹ آتا۔ اسے بڑا تعجب ہوا تجس سے ٹوپی چیری تو اس کے اندر ایک رقعہ پایا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔ یہ بات قیصر کے دل میں گھر کر گئی، اس طرح اس کی قسمت کا ستارہ جگ مگا اٹھا اور اس کے دل میں اسلام کی عزت جاگزیں ہوگئی، اسکا دل پکار اٹھا کہ دین اسلام کس قدر معزز ہے کہ اس کی تو ایک آیت بھی شفا کا باعث ہے۔ پورا دین نجات کا سبب کیوں نہ ہوگا اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ (المواھب الدنیہ)

عذاب کی تاریکی نورِ مغفرت سے بدل گئی

بسم اللہ کی تاثیر کا ایک واقعہ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک قبر پر ہوا جس میں میت کو عذاب ہو رہا تھا۔ دوبارہ وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ قبر میں رحمت کے فرشتے ہیں عذاب کی تاریکی کی بجائے وہاں اب مغفرت کا نور ہے آپ کو تعجب ہوا اللہ تعالیٰ سے اس عقدہ کو حل کرنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ یہ بندہ گنہگار تھا جس کی وجہ سے مبتلائے عذاب تھا، مرتے وقت اس کی بیوی امید (حمل) سے تھی۔ اس کا بچہ پیدا ہوا وہ بچہ مدرسہ میں داخل کر دیا گیا۔ جب پہلے دن استاذ نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی تو مجھے اپنے بندے سے لحاظ آئی کہ اس کا بیٹا تو زمین پر میرا نام لے رہا ہو اور میں زمین کے اندر اسے عذاب دیتا رہوں، اس لئے اس کے گناہوں کی وجہ سے جو عذاب ہو رہا تھا رحمت خداوندی نے اسے ہٹا دیا ہے۔ (از تفسیر کبیر)

تجھ سے دم بھر بھی مجھے غفلت نہ ہو

عبدالرحمٰن بن ابی نعیم بجلی جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ زہد و عبادت میں مشہور ترین اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ان کے خوف خداوندی اور فکر آخرت کو بیان کرتے ہوئے بکیر بن عامر کہتے ہیں کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ موت کا فرشتہ آپ کی روح قبض کرنے کو آیا ہے، تو اس خبر سے ان کی حالت میں ذرہ بھی فرق نہ آ سکتا۔

وہ ایک دن وعظ و نصیحت کی غرض سے حجاج بن یوسف کے پاس گئے حجاج کے ظلم سے کون ناواقف ہوگا، ظلم کے انجام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے (ظلم نہ کرنے کی) نصیحت فرمائی، حجاج بھڑک اٹھا، اس نے حکم دیا کہ اسے تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دو، حجاج کے کارندوں نے انہیں قید کر دیا، اسی حالت میں پندرہ دن گزر گئے۔ نہ کھانا پینا نہ روشنی۔ اور نہ زندگی کا کوئی سامان، مگر نہ شکوہ ہے نہ آہ و زاری، بس اپنے رب سے لو لگائے ہوئے ہیں۔

مصیبت عین راحت ہے اگر ہو عاشق صادق
کوئی پروانے سے پوچھے جلنے میں مزا کیا ہے

حجاج نے کہا اب ان کی لاش نکال کر دفن کردو۔ چنانچہ ان کی لاش نکالنے کے لئے حجاج کے کارندوں نے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہیں، سچ ہے جو دل یادِ خداوندی اور محبت خداوندی سے سرشار ہو تو مولی اسے ہر فکر سے آزاد کر دیتے ہیں۔

تجھ سے دم بھر بھی مجھے غفلت نہ ہو
تیرے ذکر و فکر سے فرصت نہ ہو

حجاج کو ان کی یہ کیفیت بتائی گئی تو اس نے انہیں آزاد کر دیا۔

قیمت لگا نہ سکا دل کی کوئی آج تک
جب سے یادِ خدا سے وہ آباد ہوا

(از تهذیب التهذیب ج۶ ص ۲۸۶)

﴿ جسے رب رکھے اسے کون چکھے ﴾

چوتھی صدی ہجری کے بزرگوں میں سے ایک بنان حمال رحمہ اللہ تعالی بھی ہیں اصل بغداد کے تھے۔ لیکن بعد میں مصر میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ عوام وخواص دونوں میں ان کی بڑی مقبولیت تھی۔ محبت الٰہی میں سرشار اللہ والوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں خود ہی جگہ بنالیا کرتی ہے وہ دلوں کے بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں۔

حمال رحمہ اللہ تعالی نے مصر کے باشاہ ابن طولون کو ایک مرتبہ نصیحت فرمائی۔ ابن طولون ان کی نصیحت برداشت نہ کر سکا، اور ناراض ہو کر اس نے حکم دیا کہ انہیں خونخوار شیر کے سامنے ڈال دیا جائے۔ انسان اپنے جذبہ انتقام کی تسکین کے لئے سزا کے بھی عجیب طریقے ایجاد کرتا ہے، سزا کا جو طریقہ جس قدر سخت ہوگا اس کے جذبہ انتقام کو اس قدر ٹھنڈک پہنچے گی۔

بنان حمال رحمہ اللہ تعالی کو خونخوار شیر کے سامنے ڈال دیا گیا، شیر ان پر لپکا پھر اچانک رک گیا (جیسے کسی زبردست نے اسے حملہ کرنے سے روک دیا ہو) پھر وہ ان کے جسم کو

سونگھنے لگا۔ دیکھنے والے ان کے جسم کی چیر پھاڑ کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ جب دیکھا کہ شیر انہیں کچھ نہیں کہہ رہا (بلکہ عاشق زار کی طرح محو زیارت ہے) تب انہیں اس کے سامنے سے اٹھا دیا گیا، اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہوئی کہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ شیر کے سونگھتے وقت آپ کے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ فرمانے لگے اس وقت میں درندے کے جوٹھے کے متعلق علماء کے اختلاف کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس کا جوٹھا پاک ہے یا ناپاک۔ (حلیۃ الاولیاء)

کیا عجیب یہ لوگ تھے اور کیا خوب علمی ذوق تھا، موت کے منہ میں پڑے ہوئے ہیں مگر جان کی فکر نہیں بلکہ ایک فقہی مسئلہ میں مگن ہیں یقیناً وہ لوگ جو اپنی جان کا سودا خدا سے کر چکے ہوتے ہیں انہیں اپنی جان کی نہیں اپنے مالک کی خوشی کی فکر ہوتی ہے۔

اے یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

﴿احسان کا بدلہ﴾

بنو قریظہ جو یہود کا ایک مشہور قبیلہ ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غزوۂ خندق میں کفار قریش کی مدد کی تھی۔ مسلمانوں نے غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر بنو قریظہ پر حملہ کیا اور تقریباً سارے قبیلے کو گرفتار کر لیا۔

امام مغازی ابن اسحاق نے بنو قریظہ کے قیدیوں میں ایک قیدی زبیر بن باطا کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے زمانہ جاہلیت کی مشہور جنگ ''بعاث'' میں انصار کے مشہور صحابی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پر کچھ احسان کیا تھا۔ اس غزوہ کے وقت زبیر بن باطا بوڑھا ہو کر اندھا ہو چکا تھا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور کہا مجھے پہچانتے ہو؟ کہنے لگا مجھ جیسا آپ جیسے کو کیسے بھول سکتا ہے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا میں چاہتا

ہوں کہ آج آپ کے احسان کا بدلہ دوں۔ کہنے لگا۔"ان الکریم یجزی الکریم" حضرت ثابت رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور زبیر کی آزادی کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر اس کو آزاد کر دیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے آکر اسے اطلاع دی۔ کہنے لگا ایسے بوڑھے کی حیات میں کیا مزہ جس کے اہل وعیال نہ ہوں، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے اہل وعیال کی آزادی کا پروانہ حاصل کیا، اور آکر اسے بتایا تو کہنے لگا۔ حجاز میں اہل خانہ ہوں لیکن مال نہ ہو تو گزرانِ زندگی کیسے ممکن ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے جا کر اس کا مال بھی واپس کرادیا۔ اب وہ اندھا یہودی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگا کعب بن اسد کا کیا ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ قتل ہوگیا۔ پھر پوچھا حی بن اخطب اور اعزال بن شموال کا کیا بنا؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی قتل کر دئے گئے۔ اس نے پوچھا کہ باقی لوگوں کا کیا حشر ہوا حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا سب قتل کر دیئے گئے، تو بوڑھے یہودی نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے احسان کا بدلہ یہ ہے کہ آپ مجھے بھی میری قوم کے ساتھ ملا دیں کہ ان کے بعد زندگی میں کیا خیر ہے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کو آگے بڑھا دیا اور اس کی گردن بھی اڑا دی گئی۔

جو تجھ بن نہ جینے کا کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

(سیرت ابن هشام ج ۳)

بصیرت ودل کی بینائی

مولانا امین صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بیعت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ایک دن میں خدام الدین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا۔ جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ نے گدھوں اور

کتوں کو بھی دی ہیں آنکھیں تو اصل دل کی ہیں اگر یہ روشن ہو جائیں تو انسان کو حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا، میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا وہ حال کمرے میں داخل ہوئے، ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا، اور کہتے آرہے تھے کہ کسی نے حرام نوٹ لینا ہے؟ یہ حرام ہے حرام۔ میں نے کہا مجھے دے دو وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟۔ میں نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس ذکر کی وہ تقریر سنائی اور کہا لاہور چلتے ہیں۔ اور امتحان لیتے ہیں کہ خود لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا۔ ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے خریدے۔ اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ہر پھل پر کوئی نشانی لگا دی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے، اور وہ حلال روپے کا ہے یہ کینو حرام روپے کا ہے، اور وہ حلال کا غرضیکہ ہم پھل لے کر لاہو پہنچ گئے اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جا پیش کئے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی طرف دیکھا پھر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا بھئی یہ کیا لائے ہو۔ میں نے عرض کیا حضرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں یہ کچھ ہدیہ ہے فرمایا یہ ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو یہ فرما کر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان مختلف پھلوں کو الگ الگ کر دیا اور فرمایا یہ حلال ہیں اور یہ حرام ہیں اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا۔ چلے جاؤ تم بیعت کے لئے تھوڑا آئے ہو تم تو امتحان لینے آئے تھے اور ہمیں اٹھا دیا۔ ہم واپس اسٹیشن پر آ گئے گاڑی آئی باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا، میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف کے یہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد درس کی جگہ پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے درس

قرآن ارشاد فرمایا درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لئے بڑھے میں بھی ساتھ بیٹھ گیا دیکھ کر مسکرا کر فرمایا اچھا اب بیعت کے لئے آ گئے ہو میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہو گیا ہوں ،حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیعت فرمایا اور اسم ذات استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔ (کتابوں کی درسگاہ میں)

احقر نعمانی نے دوران درس جامعہ خیر المدارس میں حضرت الاستاذ مولانا اوکاڑویؒ سے خود بھی یہ واقعہ سنا ہے۔

گل عقیدت

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک اپنا قاصد امام احمد بن حنبل کے پاس بھیجا کہ تم عنقریب ایک عظیم مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہو مگر اس سے سلامتی کے ساتھ نکل جاؤ گے۔ یعنی قرآن مجید کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کے مسئلہ میں جس وقت قاصد نے امام احمد بن حنبل کو خبر دی۔ تو وہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قاصد کے آنے پر اس قدر خوش ہوئے کہ اسے اپنا کرتہ دیا قاصد کرتہ لے کر پہنچا۔ اور ان کو خبر دی انہوں نے دریافت کیا کیا یہ قمیص امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بدن پر تھی۔ اس کے نیچے کوئی کپڑا تو نہیں تھا۔ عرض کیا نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا پھر ایک برتن میں رکھا اس پر پانی ڈالا۔ اسے مل کر نچوڑ لیا۔ اور اس غسالہ کو ایک شیشہ میں اپنے پاس رکھ لیا۔ جب ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو اس کو اس میں سے تھوڑا سا بھیج دیتے وہ اسے بدن پر ملتا تو اسی وقت شفایاب ہو جاتا۔ (اولیاء اللہ کے اخلاق ص ۸۵)

دیانت ہو تو مبارکؒ جیسی

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد ایک ترک تاجر کے ملازم تھے۔ اس

کے باغ میں کام کرتے تھے، ایک مرتبہ تاجر یعنی باغ کا مالک باغ میں آیا اور کہا کہ میٹھا انار لائیے۔ مبارک ایک درخت سے انار کا دانہ توڑ کر لائے تاجر نے چکھا تو کھٹا تھا، اس کی تیوری پر بل آئے اور کہا کہ میں میٹھا انار مانگ رہا ہوں تم کھٹا لائے ہو۔ مبارک رحمہ اللہ جا کر دوسرے درخت سے انار توڑ لائے مالک نے کھا کر دیکھا تو وہ کھٹا تھا۔ غصے ہوئے اور کہنے لگے میں نے تم سے میٹھا انار مانگا ہے تم جا کر کھٹا انار لے آئے ہو، مبارک گئے اور ایک تیسرے درخت سے انار لے کر آئے اتفاقاً وہ بھی کھٹا تھا۔ مالک کو غصہ بھی آیا اور تعجب بھی ہوا اور پوچھا تمہیں ابھی تک کھٹے میٹھے کی تمیز اور پہچان نہیں، مبارک نے جواب میں فرمایا میٹھے کھٹے کی پہچان کھا کر ہی ہو سکتی ہے۔ اور میں نے اس باغ کے درخت سے کبھی کوئی انار نہیں کھایا، مالک نے پوچھا کیوں؟ اس لئے کہ آپ نے باغ سے کھانے کی اجازت نہیں دی ہے، اور آپ کی اجازت کے بغیر میرے لئے کسی انار کا کھانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ یہ بات مالک کے دل میں گھر کر گئی اور تھی بھی یہ گھر کرنے والی بات۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعتاً مبارک نے کسی درخت سے کوئی انار نہیں کھایا، مالک اپنے غلام مبارک کی اس عظیم دیانت داری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کرایا اس بیٹی سے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کو اللہ جل شانہٗ نے علمائے اسلام میں جو مقام عطا فرمایا وہ محتاج تعارف نہیں۔ (وفیات الاعیان ص ۲۳ ج ۳)

﴿دل دشمناں سلامت دل دوستاں نشانہ﴾

غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس مین عوام تو عوام خواص بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، اور یہ ہے ایسا شدید گناہ کہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتا، اس گناہ سے نیکیاں برباد اور گناہ لازم ہو جاتا ہے۔

سفیان بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ نامی ایک شخص قاضی ایاس بن معاویہ کی مجلس میں

بیٹھ کر کسی آدمی کی غیبت کرنے لگا۔ قاضی نے اس سے کہا۔ آپ نے رومیوں کے ساتھ جہاد کیا کہنے لگا نہیں پوچھا سندھ اور ہند کے جہاد میں شریک ہوئے ہو؟

کہا نہیں فرمانے لگے روم، سندھ اور ہند کے کفار تو آپ سے محفوظ رہے لیکن بے چارہ اپنا ایک مسلمان بھائی آپ سے نہ بچ سکا۔ اور زبان کی تلوار اس پر چلا دی سفیان پر ان کے اس جملہ کا اس قدر اثر انداز ہوا کہ زندگی بھر پھر کسی کی غیبت نہیں کی۔

(البدایہ والنہایہ)

کیا خوب انداز اختیار فرمایا ہے سمجھانے کا اور کیسے سامع نے ایک بار ہی کی نصیحت سے کامل استفادہ کیا ہے۔ کاش کہ ہم بھی اپنے نفس کو سمجھا پائیں اور اس جرم عظیم سے چھٹکارا حاصل ہو۔

غیبت سے بچاؤ کا نسخہ

امام ابن وہب دوسری صدی ہجری کے مشہور محدث اور فقیہ ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے غیبت سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اپنایا کہ جس دن کسی کی غیبت کر بیٹھتا۔ اگلے دن اپنے نفس کو سزا دینے کے لئے روزہ رکھ لیتا۔ لیکن بات بنی نہیں بنی روزہ رکھنا عادت سی ہوتی ہو گئی اور سزا کی کڑواہٹ کی بجائے اس میں لطف محسوس ہونے لگا۔ ظاہر ہے جو چیز پر لطف ہو وہ سزا کیسے ہو سکتی ہے۔

اس لئے میں نے روزہ کی بجائے ہر غیبت کے عوض ایک درہم صدقہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ سزا نفس کو شاق معلوم ہوئی۔ اور اس طرح غیبت کے روگ اور گناہ سے مجھے چھٹکارا حاصل ہو گیا۔

بلا شبہ ترک غیبت کا یہ بہترین نسخہ ہے، جو اس مرض سے نجات حاصل کرنا چاہے وہ ضرور استعمال کرے انشاء اللہ کامل فائدہ ہوگا۔

(ترتیب المدارک للقاضی عیاض ج ۳ ص ۲۴۰)

﴿ایک عورت کی بیت اللہ میں دعا﴾

حضرت ابراہیم بن مسلمہ مخزومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نصف رات میں کھڑی ہوئی کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی اے بہترین کریم آقا۔ اے بہت اچھی امداد کرنے والے میں آپ کے پاس بہت دور سے آئی ہوں آپ کی اس شفقت اور رحمت کو تھام کر جس نے آپ کی ساری مخلوق کو اپنی وسعت میں رکھا ہے اپنی رحمت کا معاملہ کیجئے تا کہ میں آپ کے علاوہ کسی اور کی رحمت سے بے پرواہ ہو جاؤں اے تقویٰ کے مالک خدا۔ اے وسیع مغفرت والے خدا پھر وہ عورت چیخ مار کر منہ کے بل گر پڑی۔ جب ہم نے اس کو اٹھایا تو وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

(صفحات نیرات من حیات السابقات)

﴿کدال کی پہلی ضرب سے بخشش ہو گئی﴾

زبیدہ ام امین کے حالات میں آتا ہے کہ اس نے اہل مکہ کو پانی پلایا اور ان پر دینار برسائے اس نے پہاڑوں کے دامن میں دس میل صحر کی طرف پانی پہنچوایا حتیٰ کہ حل حرم کی وجہ سے کام روک دیا اس نے باغ کے عقب میں کام کیا وکیل نے کہا کہ اس پر بہت سارا خرچ آئے گا حضرت زبیدہ نے کہا جتنا ہوتا ہے خرچ کریں اس کو خرچ کے متعلق بتایا گیا کہ خرچ ایک کروڑ ستر ہزار دینار ہے جو انہوں نے خوشی سے خرچ کر دیا، ان کے انتقال کے بعد اس کو عبداللہ بن مبارک نے خواب میں دیکھا پوچھا اللہ نے کیا معاملہ کیا جواب دیا اللہ نے مکہ کے راستہ میں کدال کی پہلی ضرب کے وقت میری بخشش کر دی تھی۔ (صفحات نیرات من حیات السابقات)

حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے آنسو اللہ کے خوف سے

عبداللہ بن عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے گھر آیا میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر نور تھا یہ بہت رونے والی خاتون

تھیں ایک آدمی نے جہنم کے عذاب والی آیت پڑھی اسی کو سن کر وہ چیخ مار کر گر پڑیں۔
فرماتے ہیں میں ان کے پاس گیا اور وہ چٹائی کے ایک ٹکڑے پر بیٹھی تھیں اور ایک آدمی سے جوان کے پاس بیٹھا تھا کسی چیز کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں اور ان کے آنسو چٹائی پر بارش کی طرح گر رہے تھے پھر وہ پریشان ہو گئیں چیخ ماری ہم سے اس کا رونا برداشت نہ ہوسکا پھر ہم وہاں سے کھڑے ہوئے اور ان کے پاس سے باہر نکل آئے۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے دعا کرنے کا عجیب واقعہ

سجف بن منصور کہتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے پاس گیا وہ سجدہ کی حالت میں تھیں اور جب انہیں میری موجودگی کا احساس ہوا اپنا سر اٹھایا، تو ان کے سجدہ کی جگہ پانی کی طرح آنسوؤں سے تر بتر تھی میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر پوچھا بیٹا کوئی کام ہے میں نے عرض کیا میں سلام کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ سجف کہتے ہیں یہ سن کر رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ رو پڑیں پھر کہا اللہ تیرے عیبوں کو چھپائے کچھ اور دعائیں دیں پھر وہ نماز میں مشغول ہو گئیں میں واپس چلا آیا۔ (ایضا)

حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ کا غیر معمولی آرام کرنا

عبدۃ بنت ابی شوال یہ رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی خادمہ تھیں کہتی ہیں حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ ساری رات نفل نماز پڑھتی تھیں جب صبح صادق نمودار ہوتی معمولی سا لیٹ جاتیں جب صبح کی روشنی ظاہر ہوتی تو جلدی جلدی اٹھ کھڑی ہوتیں گھبرائی ہوئی ہوتیں اپنے آپ کو کہتی تھیں کب تک سوتی رہو گی اور کب جاگو گی تیری سستی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کی صبح میں تو جاگے۔ (نفس مصادر)

ام محمد القرظی رحمہا اللہ تعالیٰ

مشہور (اہل کتاب) تابعی حضرت محمد بن کعب القرظی کی والدہ تھیں عہد رسالت

میں موجود تھیں اور شرف اسلام سے بھی بہرہ ور ہوئیں لیکن علماء اسماء الرجال نے صحابیات کے ذکر میں ان کا نام نہیں لیا، البتہ بعض علماء نے ان کا ذکر ایک تابعیہ کی حیثیت سے کیا ہے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہود کے قبیلہ بنونضیر سے تھیں۔ ان کی شادی کعب بن حبان سے ہوئی تھی جو یہود کے قبیلہ بنوقریظہ سے تعلق رکھتے تھے اور انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ غزوۂ بنوقریظہ میں گرفتار ہوئے لیکن کمسن تھے اس لئے چھوڑ دیئے گئے۔ ان کے فرزند محمد بن کعب کا شمار مدینہ کے افضل ترین علماء میں ہوتا تھا زہد وعبادت میں بھی وہ اپنی نظیر آپ تھے۔ ام محمد بہت نیک اور عبادت گزار بی بی تھیں اور انہوں نے اپنے فرزند کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی تھی حضرت محمد بن کعب زندگی کے ہر دور میں نہایت پاکباز اور خداترس رہے مگر ہر وقت توبہ واستغفار میں مشغول رہتے تھے یہ دیکھ کر ام محمد فرماتی تھیں۔ اے میرے بیٹے محمد! اگر تمہاری پاکبازانہ زندگی میرے سامنے نہ ہوتی تو تمہارے دن رات کی گریہ وزاری اور توبہ واستغفار سے میں یہ سمجھتی کہ تم نے کوئی بڑا گناہ کیا ہے۔ لیکن میں نے تمہیں بچپن میں بھی پاکباز اور نیک سیرت پایا اور بڑے ہونے پر بھی اسی طرح دیکھ رہی ہوں۔

حضرت محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا۔ اماں جان! آپ جو سمجھتی ہیں وہ ٹھیک ہے لیکن میں اپنے کو گناہوں سے محفوظ نہیں سمجھتا۔ ہوسکتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی لغزش ہوگئی ہو جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا باعث ہو۔ اسی وجہ سے میں ہر وقت توبہ واستغفار کرتا رہتا ہوں۔ (اہل کتاب صحابہ وتابعین)

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ

وہ مارچ ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئیں اور ۷۵ سال کی عمر میں جولائی ۱۹۹۲ میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ دنیاوی تعلیم مڈل تک پرائیویٹ طور پر حاصل کی۔ بہشتی زیور تقریباً زبانی یاد تھا۔ عورتیں آکر دینی مسائل دریافت کرتیں حضرت حکیم الامت کے مواعظ،

ملفوظات اور دیگر اردو کی تالیفات کو کئی بار پڑھا اور اس طرح دینی ذوق سنت کے مطابق بن گیا، اس کا نتیجہ تھا کہ اعمال صالحہ میں بڑی استقامت کے ساتھ مستعد رہتی تھی، اعمال سیئہ، بدعات، غلط رسوم سے سخت نفرت تھی دین طبعی مزاج بن گیا تھا گویا شریعت عادت ثانیہ بن گئی تھی۔ الحمد للہ اس طرح دین کے ہر شعبہ میں بلا تکلف شریعت پر چلنا ان کے لئے آسان ہوگیا تھا اس دینی ذوق کی ترویج اور اشاعت کے لئے ہفتہ میں ایک دن مستورات جمع ہوتیں اور ایک گھنٹہ ان کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اردو کی آسان کتابیں سناتی تھیں جن میں بہشتی زیور ہر دفعہ نصف گھنٹہ پڑھتیں اس طرح حضرت کی کئی کتابیں عورتوں کو سنا دیں جس کے نتیجے میں بیشتر عورتوں کا ذوق دینی ہوگیا اور بدعات وغلط رسوم سے متنفر ہوگئیں۔ ڈاکٹر کریم اللہ مکی اپنی والدہ کے حالات کے سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں کہ یہ کہاوت مشہور ہے کہ بچے کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہوتی ہے، یہ الحمد للہ ہم کو نصیب ہوئی وہ ایک کامل اور مؤمن ماں تھیں، دین کے تمام شعبوں میں کمال حاصل تھا۔ نہایت شاکر ذاکر عورت تھیں۔ اور انہی خطوط پر ہماری تربیت کی شروع سے ہم میں دین کا فہم پیدا کرنے کی کوشش کی، ہماری ایک ایک ادا کی تربیت کی، دین کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھتی تھیں ان کی تصحیح کرتی رہتی تھی یہاں تک کہ نماز بچپن میں اپنے سامنے پڑھواتی تھیں، کسی غلط کام پر گرفت فرماتی تھیں اور اگر ضرورت سمجھتیں تو قبلہ والد صاحب مدظلہ سے شکایت کرتی تھیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اگر قبلہ والد صاحب نے کسی قصور پر ہمیں سزا دی اور اس پر انہوں نے سزا نہ دینے کی سفارش کی ہو۔ ہمیشہ تربیت کے بارے میں والد صاحب سے پورا پورا تعاون فرماتی تھیں یہاں تک کہ حضرت والد صاحب نے ہدایت دے رکھی تھی کہ بچے کے آنے جانے کے اوقات کا خیال رکھا کریں اس کی پوری رپورٹ والد صاحب کو دیتی تھیں۔

(مثالی خواتین)

امور دین و دنیا میں ہم آہنگی

یہ سب خوبیاں کیوں نہ ہوتیں، ایک تو وہ خود سلیم الطبع تھیں اور دوسرے قبلہ والد صاحب نے ان کی ہر پہلو سے تربیت کی تھی۔ انہوں نے انتقال تک کبھی کوئی بات قبلہ والد صاحب کی ہدایت کے خلاف نہیں کی چاہے ان کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ والد صاحب کی زبانی سنا ہے کہ کبھی ساری عمر ایک روپیہ تک خیانت نہیں کی بلکہ ذاتی رقم بھی جائز جگہ خرچ کرنے سے قبل والد صاحب سے اجازت حاصل کرتیں کبھی کسی کو ملنے جانے کے لئے بغیر والد صاحب کی اجازت کے نہیں گئیں یہاں تک کہ اپنی ذاتی ضروریات کی اشیاء کپڑے وغیرہ قبلہ والد صاحب کے مشورے کے بغیر نہ لیتی تھیں، کبھی بازار نہیں گئیں، ان کی ضروریات کی اشیاء قبلہ والد صاحب یا ہم لوگ بازار سے لاکر پسند کرواتے تھے یہی تربیت انہوں نے ہماری ہمشیراؤں کی کی تھی، یہی وجہ ہے کہ ہمارے گھر کی کوئی عورت بازار خریداری کے لئے نہیں جاتی۔ دین کے کسی پہلو میں کوتاہی پر سزا دیتی تھیں، بڑی جفاکش اور گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں گھر کی صفائی جھاڑو، برتن، کپڑے دھونا، کھانا پکانا سب اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ ان سب کے علاوہ ذاتی عبادت، اور وظائف، تلاوت قرآن کے وقت مقررہ پر پابند رہتی تھیں نفلی نمازوں کی بھی عادی تھیں تہجد، اشراق، چاشت، سنت عصر اوابین باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں نماز بڑی توجہ اور دھیان سے ایک ایک لفظ سوچ سوچ کر پڑھتی تھیں۔

شفیق ماں

جب ہم لوگ بڑے ہو کر تعلیم یا ملازمت کے لئے دوسرے شہروں میں گئے تھے تو فرماتی تھیں جلدی جلدی آیا کرو۔ تمہارے آنے سے دل کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اپنے سینے سے لگا لیتی تھیں۔ فرماتی تھیں مجھے اس سے سکون ہوتا ہے۔ فرماتی تھیں تم کو اس

کی قدر اس وقت ہوگی جب تمہاری اولاد ہوگی بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک طرف اتنی زیادہ شفقت اور دوسری طرف دین کے پہلوؤں کے بارے میں اتنی سخت کہ جو چیز اولاد کی یا دین کے پہلوؤں کی خلاف شرع محسوس کرتیں فوراً سخت الفاظ میں تنبیہ فرماتیں۔

اولاد کی تربیت پر گہری نظر

ٹرین میں سفر کے باعث مسافروں کے سگریٹ پینے کی وجہ سے ہمارے کپڑوں میں سگریٹ کی بو ہوتی تھی، جب کبھی سفر سے آئے اور ان کو بو محسوس ہوتی تو پوچھتی تھیں، سچ سچ بتاؤ تم لوگ سگریٹ تو نہیں پیتے ہم عرض کرتے بالکل نہیں تو فرماتیں پھر یہ بو کیوں آتی ہے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اولاد کی تربیت کی اتنی فکر رہتی تھی کہ کسی غلط عادت میں نہ پڑ جائیں والدہ محترمہ نے دین کی روح کوٹ کوٹ کر ہمارے اندر بھر دی تھی۔ ہمیشہ نیک محبت اور بزرگوں سے دائمی تعلق کی تاکید کیا کرتی تھیں اور اس کا نتیجہ بحمد اللہ یہ ہوا کہ ہمارے تین بھائی بڑے بڑے بزرگوں کے مجاز بیعت (خلیفہ) ہیں۔

ایک بھائی حضرت مولانا مسیح اللہ جلال آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دوسرے ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور تیسرے بھائی حضرت نصرت علی صاحب صدیقی سے مجاز ہیں الحمد للہ یہ سب محترمہ والدہ صاحبہ کی محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے۔

معاشرت کے شعبہ میں بھی کمال حاصل تھا

نہایت پاکیزگی پسند خاتون تھیں، طہارت بہت احتیاط سے کرتی تھیں تا کہ کوئی ناپاکی کا شائبہ تک نہ رہے۔ ہر چیز کی جگہ مقرر تھی۔ فرماتی تھیں جو چیز جہاں سے اٹھاؤ استعمال کے بعد اسی جگہ پر رکھو تا کہ بعد میں ضرورت پر آسانی سے مل جائے۔ بہت

نفاست پسند تھیں۔ ترتیب اور سلیقہ پسند کرتی تھیں۔ بے ڈھنگے پن سے نفرت تھی۔ سلیقہ اتنا زیادہ تھا کہ بستر پر چادروں کے کونوں اور پلوں کا بہت خیال کرتی تھیں۔ کہ ہر طرف سے برابر ہے اس پر اپنی صاحبزادیوں اور بہوؤں کی گرفت کرتی تھیں کہ کھانا ٹرے میں صحیح ترتیب سے لگایا جانا چاہئے آخری زمانہ میں جب صاحب فراش تھیں تو فرمایا کرتی تھیں کہ جب مہمانوں کو کھانا دیا کرو تو مجھے ضرور دکھایا کرو۔ خود دیکھتی تھیں کہ کھانا ترتیب سے رکھا گیا ہے کہ نہیں، برتن صحیح رکھے گئے ہیں یا نہیں مہمانوں کی خاطر داری، ان کی خدمت ان کے ہر طرح کے آرام کا بہت خیال رکھتیں تھیں مہمانوں کی ایک ایک سہولت کے متعلق انتظام کا پوچھ کر تسلی کرتی تھیں اگر کوئی کمی ہوتی تو اس کی ہدایت فرماتی تھیں۔ محترم والد صاحب کی نہایت فرمانبردار اور مطیع تھیں، ہم نے کبھی والد اور والدہ کو آپس میں جھگڑتے نہیں دیکھا کبھی والد صاحب کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرتی تھیں یہاں تک کہ دوسری عورتیں کبھی کسی کام کا مشورہ دیتیں تو فرماتی تھیں کہ اپنے شوہر سے پوچھوں گی اور ان کی رضامندی کے بغیر نہ کروں گی۔ اس طرح اگر کسی ضرورت پر پوچھنے سے والد صاحب اجازت دیتے تو وہ ضرورت پوری کر لیتی تقویٰ اور پرہیزگاری اتنی زیادہ تھی کہ گناہوں سے بچتی رہتی تھیں۔ ہر وقت ذکر، تسبیح تلاوت وغیر میں مشغول رہتی تھیں جو معمولات حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے تھے یا مزید قبلہ والد صاحب نے تجویز فرمائے تھے۔

اس کے باوجود فرماتی تھیں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتی رہتی تھیں ایک دفعہ آخرت کی فکر سے رو رہی تھیں۔ شدت گریہ میں ایسا محسوس کیا جیسے حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم بخش دیں گے مگر پھر بھی گریہ ختم نہ ہوا تو محسوس کیا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا وعدہ ہے ہم بخش دیں گے، فکر کیوں کرتی ہو۔ اس پر تسلی ہوئی اور گریہ ختم ہوا۔ اس واقعہ کے بعد پھر اپنی کوتاہیوں کا خیال کر کے آزردہ ہوتیں، پریشان ہوتیں تو والد صاحب اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد کراتے اس پر فوراً

تسلی ہو جاتی۔ کئی دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اس کے باوجود فرماتی تھیں کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے لیکن مجھے ایسے محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے کئی دفعہ فرماتی تھیں کہ عورتیں مجھے دعا کے لئے کہتی ہیں پتہ نہیں کیوں ان کو دھوکہ ہوا ہے حالانکہ میں اس قدر گناہ گار ہوں۔ عمر کے آخری دس سال باقاعدہ جاری رکھے اور دین کے ہر شعبہ کے متعلق ہم سب بہن بھائیوں کو صحیح طور ادا کرنے کی تلقین کرتی رہتی تھیں۔ ہمارے ایک بھائی سے ایک دن نماز باجماعت چھوٹ گئی تو اس کو بڑا ڈانٹا اور کہا خبردار میرے ساتھ کلام مت کرنا جب تک ایک ہفتہ نماز باجماعت کا اہتمام ثابت نہ کردو۔ زندگی کے آخری دنوں میں بھی باوجود تکلیف کے تسبیح چلتی رہتی اور حق تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوتیں۔ آخری دو دن بے ہوش رہ کر جس مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئیں۔ تیسرے دن والد صاحب نے ان کے ترکہ کی تقسیم شریعت کے اصول پر کردی اور سب بہن بھائیوں کو مغفرت اور رحمت کی دعا اور ایصال ثواب کی تاکید فرمائی۔

بعد وفات

ہماری ایک بہن کو کئی دفعہ اچھی حالت میں خواب میں دکھائی دیں ایک دفعہ بہن کو خواب میں فرمایا کہ اپنے سب بھائیوں اور دوسری بہن کو تاکید کردو کہ یہاں کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ ایک ایک بات کی پوچھ ہوتی ہے۔ گو الحمد للہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوگئی اور مجھے بخش دیا۔

ہمارے ایک بھائی کو بھی خواب میں بڑی اچھی حالت میں نظر آئیں اور نصیحتیں فرماتی رہیں۔

والد صاحب فرماتے ہیں کہ ان کو بھی متعدد بار سفید لباس میں ملبوس انتہائی خوشی

کی حالت میں دکھائی دیں اور خوشی کی باتیں کرتی رہیں۔

نوٹ: سفید لباس جنتیوں کا ہوگا لہٰذا ان کا سفید لباس جنتی ہونے کی نشانی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ ہماری والدہ صاحبہ کو حق تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت الفردوس کی بے مثال نعمتوں سے نوازیں اور ہمیں ان کے نقش قدم چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور صحیح طور پر باقیات صالحات بنا کر ان کے اجر وثواب کو اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ فرمائیں آمین ثم آمین۔

﴿ڈاکو سے ولی اللہ محدث وفقیہ تک﴾

حضرت فضیل بن عیاضؒ دوسری صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور عالم محدث وفقیہ تھے۔ تقویٰ وعبادت میں ان کی مثال پیش کی جاتی تھی، فقہ وحدیث میں بھی خدا تعالی نے بڑا درجہ عنایت فرمایا تھا۔ اونچے درجے کے محدث اور فقیہ تھے۔ ان کی زندگی کے ایمان افروز روح گرما دینے والے دل کو تڑپا دینے والے واقعات سے بھرپور ہے ایک وقت تھا کہ جب یہ ڈاکوؤں کے سرخیل تھے رات کو چلتے قافلے جب آپ کے علاقے کی نزدیکی محسوس کرتے تو ٹھہر جاتے اور کہتے کہ آگے ڈاکو فضیل کے حملہ کا اندیشہ ہے مگر پھر وہ وقت آیا کہ کسی پڑھنے والے سے قرآن کریم کی ایک آیت سنی رو دیئے آیت یہ ہے

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: ”کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت کے لئے جھک جائیں۔“

فضیل نے سنا تو کہا ہاں میرے رب کیوں نہیں قرآن کریم کی اس آیت نے ان کے دل کی ساری کثافتوں کو دھو ڈالا پھر ایسی توبہ کی کہ امام اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ولایت کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے بعد میں جب وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے

یا سنتے تو اس قدر روتے کہ دیکھنے والے رحم کھانے لگتے۔ (تہذیب التہذیب)

موتی سمجھ کر شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے انفعال کے

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا فُطَنَاً
طَلَّقُوْا الدُّنْیَا وَخَافُوْا الْفِتَنَا

یقیناً اللہ کے کچھ سمجھدار بندے انہوں نے دنیا کو طلاق دے دی اور دنیا کی آزمائشوں سے لرزاں وترساں رہے۔

نَظَرُوْا فِیْهَا فَلَمَّا عَلِمُوْا
اَنَّهَا لَیْسَتْ لِحَیٍّ وَطَنَا

انہوں نے دنیا کو دیکھا پس جب وہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہو گئے کہ بیشک یہ کسی زندہ آدمی کے لئے وطن نہیں ہے۔

جَعَلُوْهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوْا
صَالِحَ الْاَعْمَالِ فِیْهَا سُفُنَا

تو انہوں نے اس دنیا کو گہرا سمندر قرار دیا (جسے کشتی کے بغیر عبور نہیں کیا جا سکتا) اور نیک اعمال کو انہوں نے اس میں کشتیاں بنالیں۔

(امام نوویؒ)

حضرت ام احمد بنت عائشہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو ان کی والدہ کی نصیحتیں

حضرت ام احمد بنت عائشہ رحمہا اللہ تعالیٰ بنت ابی عثمان نیشا پوری کہتی ہیں کہ میری ماں نے مجھے کہا اس فانی دنیا میں خوش نہ رہ، اور جانے والے پر مت رو، اللہ پر خوش رہ، اور اپنے اوپر اللہ کی طرف سے دور ہونے پر رو، اور کہتی ہیں کہ میری ماں نے ظاہر اور پوشیدہ ادب کو لازم پکڑا وہ جو ظاہر میں بے ادب ہے اس کو ظاہر میں سزا ملتی

ہے جو باطن میں بے ادب اس کو باطن میں سزا ملتی ہے اور عائشہ رحمہا اللہ تعالیٰ کہتی ہیں کہ جو بندہ وحشت سے گھبراتا ہے یہ اس کے رب سے انس کم ہونے کی دلیل ہے. جس نے اپنے غلام کی بے عزتی کی یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کو اپنے سردار کی معرفت مکمل نہیں۔ چیز کو بنانے والے کو اپنی چیز سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے۔

(صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

﴿حضرت فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ نیشاپوری کی حکیمانہ نصیحتیں﴾

ابن مسلوک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جب کہ وہ بوڑھے تھے، تو اس وقت کا کون بزرگ ہے جو تم نے دیکھا؟ ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایک عورت ہے جو مکہ میں رہتی ہے اس کا نام فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ نیشاپوری ہے فہم قرآن کے عنوان پر گفتگو کرتی ہے مجھے اس پر تعجب ہوا اور ذوالنون رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں سوال کیا اس نے مجھے کہا کہ وہ اللہ کی پسندیدہ خاتون ہے ولیہ ہے اور میری استاذ ہے میں نے اس سے سنا کہہ رہی تھی. جس کے دل میں اللہ کی طرف کھٹکا نہیں ہے وہ ہر میدان میں چلا جاتا ہے اور ہر جگہ بول سکتا ہے اور جس کے دل میں اللہ کا خوف ہے تو وہ خوف سے اس کو گونگا کر دیتا ہے پھر وہ صرف سچ ہی بولتا ہے پھر خوف الٰہی اس کو حیا اور اخلاص لازم کر دیتا ہے۔ (صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

بے نمازی عورت کے مقابلے میں حضرت آسیہ کو پیش کیا جائے گا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عدالت خداوندی میں ایک بے نمازی عورت کو حاضر کیا جائے گا اس سے اپنی نماز کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تو نے (دنیا میں) نماز کیوں نہیں پڑھی کیا وجہ تھی؟ یہ بے نمازی عورت کہے گی یعنی یہ بے نمازی عورت عذر کو سامنے رکھتی ہوئی عرض کرے گی کہ یا اللہ! مجھے اپنے گھر کے کام اور خاوند کی خدمت سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی اور اپنے شوہر کی

بدمزاجی اور غصہ سے مجھے خوف تھا اس وقت بحکم خدا فرعون کی زوجہ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا جائے گا اور آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے اس بے نمازی عورت سے پوچھا جائے گا کہ دیکھ تیرا شوہر زیادہ ظالم و بداخلاق تھا یا حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر (فرعون) یہ سن کر وہ بے نمازی عورت عرض کرے گی یا اللہ فرعون سے بڑا ظالم اور بداخلاق اور کوئی نہ تھا عورت کے اس بیان سے ارشاد باری ہوگا کہ دیکھو آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسے ظالم و جابر اور گنہگار شخص کی عورت تھی اس کے باوجود کیسی عبادت گزار عورت تھی اور میری یاد سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ تھی اگر کسی (شخص) یعنی شوہر کا ظلم اور بدمزاجی (اور دنیاداری) کسی عورت کو نماز سے روکتی تو آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ضرور روکتی لہٰذا اے بے نمازی! شوہر کا عذر غلط ہے تو خود ہی دین سے غافل تھی (دین کی باتوں میں تجھے کوئی دلچسپی، تجھے اپنے شوہر کے حقوق میرے حقوق سے زیادہ پیارے تھے تیرے دل و دماغ میں شوہر کا خوف تھا) میری سزا کا خوف نہ تھا اس لئے تو نے میرے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے سرکشی کی، آج میری سزا کا ذرا اندازہ لگا لے اس کے بعد رب العالمین فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس عورت کو جہنم میں ڈال دو (یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے)۔

(تفسیر روح المعانی تفسیر روح بیان)

وہ تھے مہرباں کیسے کیسے

ہیثم بن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت یزید بن ابی سفیان عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی اور عبدالملک اس سے بے انتہائی سخت محبت کرتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی وجہ سے عاتکہ رحمہا اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہو گئی پھر عبدالملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے اس کو راضی کرنے کی ترکیب آزمالیں لیکن وہ راضی ہو کر نہ

دی یہاں تک کہ خلیفہ عبد الملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خواص کو یہ معاملہ ذکر کیا تو عمر بن بلال اسدی نے خلیفہ کو کہا کہ اگر میں اس کو راضی کرلوں تو میرے لئے کیا مال ہوگا کہا جو تو کہے تو یہ عمر عاتکہ کے پاس گئے تو عاتکہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی باندی نے ان سے پوچھا کس وجہ سے آئے ہو کہا مجھے اپنی چچا زاد سے انتہائی اہم کام ہے مجھے کچھ دیر بات کرنے کی اجازت دے دو تو اجازت مل گئی عاتکہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا آپ امیر المؤمنین سے میرے تعلق کو جانتی ہیں اور ہوا یہ کہ میرے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا اور اب امیر المؤمنین اس دوسرے بیٹے کو بھی اس کے بدلے میں قتل کرنا چاہتے ہیں تو پھر میرے پاس کچھ نہ رہے گا پھر میں خودکشی کرلوں گا۔ اور اب صبح کو امیر میرے دوسرے بچے کو سزائے قتل دیں گے تو آپ سفارش کر دیں کہ وہ معاف کر دیں تو عاتکہ نے کہا کہ میں تو اس سے بات نہیں کر سکتی تو عمر نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ آپ ان دو جانوں کو بچا سکتی ہیں اور پھر آئندہ کبھی بھی ایسی نیکی کما سکیں گی یا نہیں؟ اور پھر عمر نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع ہو گیا اور پھر عاتکہ کی سہیلیاں خدام باندیاں بھی زور دینے لگیں سفارش کرنے لگیں کہ اس مصیبت زدہ کی بات قبول کرلیں پھر آخر اس کا دل نرم ہو گیا۔

اور کہا میرے کپڑے لاؤ کپڑے تبدیل کئے اور اس کے اور خلیفہ کے درمیان ایک دروازہ ہوتا تھا اس نے کھولنے کا حکم دیا تو کھول دیا گیا ایک غلام امیر المؤمنین کی طرف متوجہ ہوا کہ امیر المؤمنین یہ عاتکہ آنے والی ہیں کہا رہنے دو کہا تم نے خود دیکھا ہے؟ کہا ہاں امیر المؤمنین اور پھر وہ پہنچ گئی ادھر امیر المؤمنین اپنے تخت پر جلوہ افروز تھے عاتکہ نے آکر سلام کیا پھر چپ ہو گئی پھر کہا اگر عمر بن بلال کا میرے ہاں یہ مرتبہ نہ ہوتا تو میں کبھی یوں تجھ سے بات نہ کرنے آتی پھر کہا اگر اس کے ایک بیٹے نے دوسرے پر ظلم کر دیا ہے تو دوسرے کو قتل کیوں کرتے ہو۔

جب اس کے والی خود معاف کر رہے ہیں امیر نے کہا اللہ کی قسم میں اس کو قتل

کروں گا اور اس کو خاک آلود کروں گا عاتکہ نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ آپ ایسا نہ کریں پھر عاتکہ نے امیر کے قریب ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا لیکن امیر نے اعراض کیا (اب باری پلٹ چکی تھی اس لئے اب عاتکہ امیر کی منتیں کر رہی تھیں جب کہ پہلے امیر عاتکہ کی منتیں کرتے تھے) پھر عاتکہ نے امیر کے پاؤں پکڑ لئے تو پھر امیر بھی اپنی بیوی عاتکہ پر گر گئے اور اس کو گلے لگا لیا پھر تخت پر بٹھا لیا اور کہا میں نے اس کو بے شک معاف کیا۔

پھر دونوں میاں بیوی میں صلح ہو گئی اور عبدالملک بے انتہا خوش ہو گئے اس کے بعد پھر عبدالملک نے اپنے خواص کی مجلس لگائی اور اس عمر کو کہا اے ابوحفص آپ نے بہت پیارا حیلہ کھیلا بس جو چاہو مانگو تو عمر نے کہا اے امیر المؤمنین میں ہزار دینار اور اتنی فصل کی زمین بمع اس کے کسانوں اور آلات کے اس کے عوض میں مانگتا ہوں امیر نے کہا تجھ کو یہ سب کچھ دے دیا جائے گا بعد میں ساری اصل حقیقت عاتکہ کو ملی تو اس نے کہا افسوس عمر نے بڑا دھوکا کیا ہے میرے ساتھ۔

﴿ایں خانہ ہمہ آفتاب است﴾

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی بکر صدیق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء نے فرمایا جب آپ علیہ السلام مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے چلے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گھر کا سارا مال جو پانچ ہزار درہم تھے یا چھ ہزار درہم تھے ان کو بھی ساتھ لے لیا تو میرے دادا ابوقحافہ آئے اور وہ اس وقت نابینا تھے۔ فرمایا اللہ کی قسم اس نے تو تمہیں اپنی جان کے ساتھ ساتھ مال کی طرف بھی تکلیف میں ڈال دیا ہے (کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارا مال لے گئے ہوں گے) میں نے کہا کہ بابا جان ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ انہوں نے ہمارے لئے کچھ پتھر رکھ کر ان پر کپڑا ڈال کر دادا جان کا ہاتھ ان

پر لگوایا اور کہا کہ یہ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں اور وہ کپڑے کے اوپر سے ان کو چھو رہے تھے فرمایا بہر حال اگر تمہارے لئے یہ چھوڑا ہے تو بہتر ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حقیقت میں اللہ کی قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے لئے نہ تھوڑا چھوڑا تھا نہ زیادہ۔

(کتاب الاذکیاء: صفحہ ۲۳۸)

﴿حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عجیب ذہانت﴾

ابن ابی زناد سے مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک تھی جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے تو قمیص مبارک کہیں کھو گئی تو اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قمیص مبارک کے بارے میں فرمایا اس رنج میں مجھ پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے سے زیادہ افسوس ہوا۔ بعد میں وہ قمیص عبداللہ بن زبیرؓ کے قاتل کے پاس گئی۔ اس نے کہا کہ اگر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری مغفرت کی دعا کر دیں تو میں یہ قمیص لوٹا دوں گا ورنہ نہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں عبداللہ بن زبیر کے قاتل کے لئے کیسے استغفار کر سکتی ہوں؟ لوگوں سے کہہ دیا کہ آجائے ٹھیک ہے۔

تو وہ شخص قمیص لے کر آیا اور ساتھ میں حضرت عبداللہ بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا قمیص عبداللہ بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دو اس نے دے دی۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ آپ کی مغفرت کرے اے عبداللہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے حضرت عبداللہ بن عروہ مراد لیا۔ (وہ قاتل سمجھا کہ اس سے میں اللہ کا بندہ مراد ہوں)۔

(کتاب الاذکیار صفحہ ۲۳۸)

﴿محبت نبوی اور بوڑھی صحابیہ رضی اللہ عنہا﴾

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن گشت پر نکلے ایک گھر میں چراغ جل رہا تھا آپ رضی اللہ عنہ قریب ہوئے ایک بڑھیا شعر پڑھ رہی تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک لوگوں کا سلام آقا آپ پر نیک پسندیدہ لوگوں نے درود پڑھا، میں بھی کھڑی ہوئی رو رہی ہوں کاش کہ میرے شعر اور میری موت اکھٹے ختم ہوں۔ میں اور میرے محبوب اک گھر اکٹھے ہوں (محبوب سے وہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد لے رہی تھی) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے روتے رہے پھر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اس نے پوچھا کون؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نے کہا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کیوں آئے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی بندی دروازہ کھول کوئی خطرہ نہیں، اس نے دروازہ کھولا تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہی کلمات دوبارہ کہہ تو اس نے دوبارہ کہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو گئے اور پھر خوشی کے ساتھ واپس چل دیئے۔ (صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

﴿دستِ نبوت کی برکت﴾

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے اپنی والدہ سے نقل کیا ہے کہ ان کی ایک بکری تھی اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسکے دودھ گھی تیار کر کے اپنی کپی ربیعہ کو عنایت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کر کے آ۔ ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں لے گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو فرمایا کہ اس برتن کو خالی کر دو۔ انہوں نے برتن خالی کر دیا میں واپس لوٹی تو ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر پر نہیں تھیں میں نے اس عکۃ (کپی) کو ایک کیل پر لٹکا دیا جب ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ عکۃ بھرا ہوا ہے اور گھی کے قطرے گر رہے ہیں۔

مجھے فرمانے لگیں اے ربیعہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی دینے کے لئے نہیں گئی تھی میں نے کہا دے کر آئی ہوں۔ اگر یقین نہیں آتا تو چل کر پوچھ لیں ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں ربیعہ کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ربیعہ آئیں تھیں اور ہدیہ کر کے گئی ہیں، میں نے واقعہ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ اللہ ام سلیم تجھے بھی کھلائیں گے جس طرح تو نے اللہ کے نبی کو کھلایا۔

فرماتی ہیں میں واپس آئی اور وہ گھی مختلف برتنوں میں جمع کر لیا اور خود استعمال بھی کیا، وہ کپی اور اس کا گھی ہمارے پاس رہا دو یا تین مہینے گزرے، پھر بھی وہ گھی ہمارے پاس باقی تھا۔ (مشکوۃ صفحات نیرات من حیات السابقات)

﴿لعابِ رسول ﷺ کی برکت﴾

عریہ بن مسعود انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں اور میری بہنیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیعت کرنے کی غرض سے آئیں اور ہم پانچ عورتیں تھیں ہم نے بیعت کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدید سے کھانا تناول فرما رہے تھے تو ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ نے گوشت کا ٹکڑا چبا کر دیا ہم نے اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر لیا ہم نے کھایا تو اس کے بعد منہ میں نہ کبھی بدبو پیدا ہوئی اور نہ ہی ان کے منہ میں کبھی تکلیف ہوتی (قدید سوکھے گوشت کا بنا ہوا سالن)۔

(صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

﴿آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کرنے سے بے مثال برکت﴾

ابن مندہ، ابن السکن نے ام اوس بہزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک دن گھی تیار کیا پھر اسے کپی میں ڈال دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا آپ نے قبول فرمالیا، اس کپی سے گھی لے لیا اور برکت کی دعا دی، پھر وہ کپی لوٹا دی ام

اوس نے دیکھا برتن پھر بھی بھرا ہوا ہے تو ام اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گمان ہوا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا یہ بات ام اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو گھی لے لیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے برکت دے دی ہے تو اس گھی کو ام اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک کھاتی رہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی گھی موجود تھا اس کے بعد وہ ختم ہوا۔ (طبرانی)

تعمیل ارشاد اور مستورات قریش

ابن ابی حاتم نے حضرت صفیہ بنت شیبہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے درمیان بیٹھیں تھیں۔ حضرت صفیہ کہتی ہیں کہ ہم نے قریش کی عورتوں کا تذکرہ کیا اور ان کے فضائل بیان کئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ بے شک قریش کی عورتوں کے فضائل بہت ہیں خدا کی قسم قرآن پر ایمان اس کی تصدیق کے معاملہ میں قریش کی عورتوں سے زیادہ سخت میں نے نہیں دیکھیں۔

جب سورۃ نور کی آیات "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ" نازل ہوئی تھی تو ان کے مرد آئے اور یہ آیات پڑھ رہے تھے جن میں پردے کے احکام نازل کئے تھے ہر بندہ وہ آیات اپنی بہن، بیٹی، بیوی کو سنا رہا تھا تو وہ اس وقت اٹھیں اور چادریں لپیٹ لیں۔ اللہ نے جو احکام نازل فرمائے تھے ان کی تصدیق کی، اور چادریں اوڑھ لیں، جب صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، چادروں میں لپٹی ہوئی تھیں گویا کہ ان کے سر پر کوئی ابھری ہوئی چیزیں تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

بے بہا برکت

ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ اس کے پاس ایک عکہ یعنی (کپی) تھی اور اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی ہدیہ کرتی تھیں ایک دن ان کے بچوں نے ان سے گھی مانگا اس وقت گھی ان کے پاس نہیں تھا تو وہ اس کپی کو دیکھنے لگی دیکھی کہ کپی سے گھی بہہ رہا ہے ان بچوں کو بھی گھی دیا پھر ایک مدت تک اس سے گھی کھاتے رہے مگر پھر ایک دن اس کپی کو انہوں نے انڈیل دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کو انڈیلتی نہیں ایک مدت تک تیرے پاس رہتا۔ انڈیلنے سے وہ ختم ہو گیا۔

(صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

ملک الموت آئے گا تو تیرا کیا حال ہوگا

ابو محرز جلاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سعدان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ایک قوم نے ایک حسین عورت کو حکم دیا کہ تو ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ کو گمراہ کر دے تو تجھے ایک ہزار درہم دیں گے تو اس نے اچھے کپڑے پہنے خوشبو لگائی جو اس کی طاقت میں تھی پھر ربیع جب مسجد سے نکلنے لگے یہ سامنے آئی ربیع نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے معاملہ کو سمجھ لیا پھر ایک دن آئی اور وہ سفر کر رہی تھی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ اگر تجھے بخار آئے تو میں دیکھتا ہوں تیرا یہ رنگ تبدیل ہو کر یہ رنگت اور جذب اور خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے لیکن جب ملک الموت آئے گا تو تیرا کیا حال ہوگا۔ اور تیرا کیا حال ہوگا۔ جب منکر نکیر سوال کریں گے اس کو سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑی بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو وہ نہایت نیک ہو چکی تھی پھر خدا کی قسم اس نے اپنے رب کی بہت زبردست عبادت کی۔ جب فوت ہوئی تو کثرت عبادت کی وجہ سے وہ بالکل سوکھ گئی تھی۔ (صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

عبدالعزیز بن وارد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حاجیوں کی ایک جماعت آئی اوران کے ساتھ ایک عورت تھی وہ کہہ رہی تھی کہ میرے رب کا گھر کہاں ہے لوگ کہتے ہیں ایک منٹ میں دیکھ لوگی جب بیت اللہ کو دیکھا لوگوں نے کہا کہ دیکھتی نہیں وہ بیت اللہ ہے، اس نے نگاہ بیت اللہ پر جمادی اور اسی شوق میں اس کا انتقال ہو گیا خدا کی قسم ہم نے اس کی میت کو اٹھایا۔ (نفس مصادر)

ام ایمن مہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامت

ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا مہاجرۃ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہی تھی یہ پیدل تھی اس کے پاس زادراہ تھی اس کو شدید پیاس لگی یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہوگئی اور یہ روحا کے مقام پر یا اس کے قریب آگئی تھی جب سورج غروب ہو گیا اس نے اپنے اوپر کوئی ہلکی سی چیز محسوس کی اس نے سر اٹھایا پس ایک ڈول ہے جو آسمان سے سفید رسی کے ساتھ لٹکا ہوا ہے فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں سخت گرمی میں طواف کرتی تھیں تا کہ پیاس لگے لیکن پیاس نہ لگتی تھی۔

(صفحات نیرات من حیات السابقات)

ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اہتمامِ پردہ وصبر

ابن سعد نے محمد بن ثابت بن قیس بن شماش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک انصاری آدمی یوم قریظہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کی والدہ کے پاس خبر لے کر گیا تو ان کی والدہ نے پردہ کیا اور کہا کہ چلیں ان سے کہا گیا کہ خلاد تو قتل ہو گئے اور آپ ابھی تک پردہ کئے ہوئی ہیں انہوں نے کہا اگر خلاد کو مصیبت پہنچ گئی تو میں پردہ تو نہیں چھوڑ سکتی حیا کیوں چھوڑوں اسی بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلاد کے لئے دو اجر ہیں اس لئے کہ اس کو اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

ربیع بنت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے بیٹے حارثہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر صبر

ربیع بنت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام حارثہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اپنے بیٹے کے بارے میں جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے مجھے حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بتلایئے اگر جنت میں ہے میں صبر کروں اور ثواب کی نیت کروں اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو میں بہت زیادہ روؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت الفردوس میں ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ جنت میں نہیں بلکہ وہ تو فردوس میں ہے تو وہ لوٹیں ہنس رہی تھیں واہ واہ اے حارثہ۔ (مشکوۃ)

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صبر

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک بیٹا تھا وہ فوت ہو گیا تو ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر والوں کو کہا کہ ان کو خبر نہ دینا میں خود خبر دوں گی جب ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر آئے کھانا کھایا اور اس کے بعد ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہمبستری کی پہلے سے بھی اچھا معاملہ کیا جب ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کھانے وغیرہ سے بھی فارغ ہو چکے ہیں کہا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر کوئی قوم آپ کو کوئی چیز امانت دے اور اس کے بعد واپس لے لے۔ کیا آپ ان کو منع کریں گے انہوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا پھر آپ کا بیٹا فوت ہو چکا ہے ثواب کی نیت کریں ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور جا کر سارے واقعہ کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا دی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میری بیوی حاملہ ہو گئی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ساتھ تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ آئے تو راستہ میں رک گئے اور جب مدینہ کے قریب ہوئے تو ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کا درد شروع ہو گیا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو روک لیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ مجھے پسند ہے کہ میں آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلوں اور انہیں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوں اور میں جو ثواب کی نیت کرتا ہوں آپ جانتے ہیں۔ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ جو کچھ مجھے ہوا، پس ہوا، پھر وہ دونوں چلے اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب بچہ پیدا ہوا تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ اس بچے کو دودھ نہ پلانا میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کروں گا جب صبح ہوئی تو میں اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیم (اونٹ کے داغنے کا آلہ) تھا جب مجھے دیکھا فرمایا کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں بچہ ہوا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے بچہ کو اپنی گود میں رکھا اور ایک مدینہ کی کھجور منگوائی اس کو چبایا وہ جب بالکل نرم ہو گئی۔

اس کو بچہ کے منہ میں ڈال دیا بچہ نے اس کو چوسنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کے بچوں کی کھجور سے محبت کو دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کے نو افراد مسجد میں دیکھے انہیں کی نسل سے جو قرآن پڑھ رہے تھے یہ ساری برکت اسی کھجور کی وجہ سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں ڈالی تھی۔

ساحل بقا قیس پر راہِ خدا کی شہیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ملحان کے گھر میں موجود تھے اور آرام فرما رہے تھے اسی دوران آپ ہنس رہے تھے جب آپ جاگے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں جو سبز دریا پر سوار ہو کر بادشاہوں کی طرف لڑنے کے لئے جا رہے ہیں کشتیوں پر ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ میں بھی ان سے ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی ان میں ہوگی۔ فرماتے ہیں اس سے عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کی وہ بھی اس کے ساتھ نکلیں دریا عبور کیا تو سواری پر سوار ہو کر جارہی تھیں اور گر پڑیں پھر شہید ہوگئیں ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ غزوۂ قبرص تھا وہاں ہی دفن کی گئی اور اس لشکر کے امیر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ۲۷ھ میں یہ لڑائی ہوئی۔ بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کی تو ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت قرظہ زوجہ معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ سوار ہوئیں اور سواری نے ان کو گرادیا۔ تو شہید ہوگئیں ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی قبر ساحل بقاقیس پر دیکھی ہے۔ (اسعد الغابۃ)

﴿حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہادری﴾

ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنین کی جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہنستے ہوئے آئے اور عرض کیا آپ کو معلوم ہے کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خنجر لگا رکھا ہے آپ نے پوچھا ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس خنجر کا کیا کروگی جواب دیا اگر کوئی مشرک آئے تو اس کے پیٹ میں گھونپ دوں گی۔ (صلۃ الصفوۃ)

﴿ہم راہ وفا کے عادی ہیں﴾

ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کا نام نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت کعب انصاریہ ہے یہ عظیم خاتون خیبر، حنین، عمرۃ القضاء، یمامہ اور احد میں شریک ہوئیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس طرف دیکھتا یہ عورت اسی طرف سے لڑ کر میرا دفاع کررہی تھی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں

احد کے دن لڑی اور مجھے بارہ زخم آئے ایک زخم گہرا گردن میں تھا اس پر مرہم کی، اتنے میں منادی نے کہا کہ حمراء الاسد میں جمع ہو جایئے۔ میں نے پٹی باندھ کر خون بند کر دیا اور وہاں چلی گئی۔

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مرتدین والے جہاد میں بھی شریک ہوئی تھیں جب مسیلمہ کذاب کو اللہ تعالیٰ نے قتل کروایا تو یہ لوٹیں اس جنگ میں بھی ان کو بارہ زخم آئے تھے۔

واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ نسبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت کعب کو جب اپنے بیٹے حبیب بن زید کے قتل کی اطلاع ملی جو مسیلمہ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے تو انہوں نے قسم کھائی کہ یا مسیلمہ کو ماروں گی یا شہید ہو جاؤں گی۔ تو وہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ یمامہ میں گئیں مسیلمہ کذاب مارا گیا اور ان کا اس جنگ میں ایک بازو کٹ گیا۔ (طبقات بن سعد)

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخِ زیبا لے کر

ایک خاتون حفصہ المرکینہ تھیں وہ بڑی عالمہ، فاضلہ، دیندار، فیاض اور بہادر بی بی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جوہر خطابت سے بھی حصہ وافر عطا فرمایا تھا انہوں نے اپنے پر جوش خطبوں سے اندلسی مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کر دی اور صلیبی جنونیوں کے ہاتھ بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہونے کے بجائے ان کے دلوں میں شوق جہاد و شہادت کے شعلے بھڑکنے لگے اب وہ ہر مقام پر عیسائیوں کا زبردست مقابلہ کرنے لگے لیکن ان کی کثیر تعداد اور بے پناہ ساز و سامان کے لئے حفصہ المرکینہ نے سلطان یعقوب المنصور کو ایک خط لکھا جس میں اندلسی مسلمانوں پر عیسائیوں کے مظالم کے واقعات تفصیل سے بیان کئے اور سلطان سے اندلس پہنچنے کی درخواست کی یہ خط ملتے ہی سلطان یعقوب المنصور ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ء میں ایک جرار لشکر کے ساتھ مراکش

سے اندلس پہنچ گیا اور غارت گر عیسائی حکمرانوں اور صلیبی جنونیوں کو تابڑتوڑ شکستیں دے کر ان کا کچومر نکال دیا۔ پھر مسلمانوں کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کر کے مراکش کو مراجعت کی ۵۸۰ھ ۱۱۸۴ء سے ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ء تک کے پر آشوب دور میں بی بی حفصہ الرکینہ نے جس ہمت اور پامردی سے مسلمانوں میں جذبہ جہاد بیدار کیا اس نے ان کا نام زندہ جاوید کر دیا ہے۔ (اخبار الاندلس، خلاف موحدین، شرف النساء)

رابعہ رحمہا اللہ کا بچپن اور تعلق مع اللہ

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے جو کہ اولیاء کاملین میں سے تھیں کسی شخص نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طلب کا راستہ آپ کے ساتھ کیسے لگا، یعنی خدا کی طلب کی ابتداء کیونکر ہوئی؟ فرمایا کہ میں سات برس کی تھی کہ بصرہ میں قحط پڑا میرے ماں باپ کی وفات ہوگئی اور میری بہنیں متفرق ہوگئیں اور مجھے رابعہ اس لئے کہتے ہیں کہ میری تین بہنیں تھیں اور چوتھی میں تھیں پس مین ایک ظالم کے ہاتھ پڑی اس نے مجھ کو چھ درہم میں بیچ ڈالا جس شخص نے مجھے خریدا تھا وہ مجھ سے سخت سخت کام لیتا تھا ایک روز میں کوٹھے پر سے گر پڑی اور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا میں نے اپنا چہرہ زمین پر رکھا اور عرض کیا یا خدایا میں ایک غریب یتیم ہوں ایک شخص کی قید میں پڑی ہوں مجھ پر رحم فرمانا میں تیری رضا چاہتی ہوں اگر راضی ہے تو پھر کوئی فکر نہیں اس کے جواب میں میں نے ایک آواز سنی کہا اے ضعیفہ غم مت کھا کہ کل کو تجھے ایک مرتبہ حاصل ہوگا کہ مقربان آسمان تجھ کو اچھا جاننے لگیں گے، اس کے بعد میں اپنے مالک کے گھر آئی تو میں نے روزہ رکھنا شروع کیا اور شب کو ایک گوشہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہوتی۔ ایک مرتبہ میں آدھی رات کو حق تعالیٰ سے مناجات کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میرے دل کی خواہش تیرے فرمان کی موافقت میں ہے اور میری آنکھ کی روشنی تیری خدمت کرنے میں ہے اور تو میری نیت کو جانتا ہی ہے کہ اگر میرے ذمہ مخلوق کی خدمت

کرنے میں ہے اور تو میری نیت کو جانتا ہی ہے کہ گر میرے ذمہ مخلوق کی خدمت نہ ہوتی تو گھڑی بھر کے لئے بھی تیری عبادت سے آسودہ نہ ہوتی لیکن تو نے مجھ کو ایک مخلوق کے ہاتھ میں اسیر کر دیا ہے یہ دعا کر ہی رہی تھی کہ خواجہ نے میرے سر پر ایک قندیل نور کی بغیر زنجیر کے لٹکی ہوئی دیکھی جس کے سبب سارا گھر روشن ہو گیا تھا۔ دوسرے دن خواجہ نے مجھے بلایا اور بہت خاطر کی اور آزاد کر دیا پس میں نے اس سے اجازت لی اور آبادی سے باہر نکلی اور دیرانہ کی راہ لی جہاں کوئی آدمی نہ تھا، اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو گئی چنانچہ ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھتی تھی۔ (اسوۃ الصالحین)

﴿ذاتِ خداوندی پر اعتماد کا عجیب واقعہ﴾

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے کہ ایک دن ان کے یہاں کچھ مہمان آ گئے گھر میں سوائے دو سوکھی روٹیوں کے کچھ نہ تھا کچھ دیر کے بعد ایک سائل آیا انہوں نے وہ روٹیاں اٹھا کر مسکین کو دے دیں مہمانوں نے دل میں شکایت کی کہ یہی دو روٹیاں کھا لیتے وہ بھی خرچ کر ڈالیں تھوڑی دیر میں ایک شخص کھانا لے کر آیا انہوں نے قبول کیا اور روٹیوں کو گننا شروع کیا تو وہ اٹھارہ تھیں فرمایا کہ یہ کھانا واپس لے جاؤ یہ میرے واسطے نہیں دیا ہو گا کسی دوسرے کو دیا ہو گا لانے والے نے کہا نہیں حضرت آپ ہی کا نام لے کر کہا تھا۔ فرمایا یہ تو بے حساب ہے کیونکہ میں نے خدا کی راہ میں دو روٹیاں خیرات کی ہیں اور حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک کے بدلے میں کم از کم دس ملیں گی تو اس حساب سے بیس روٹیاں ہونا چاہئیں اور یہ اٹھارہ ہیں اور میرا محبوب وعدہ خلافی نہیں کرتا پس یہ کھانا میرے واسطے نہیں ہو سکتا لانے والے نے کہا کہ حضرت آپ کا حساب صحیح ہے واقعی بیس ہی روٹیاں تھیں دو میں نے چرالی ہیں اور میں ان کو ابھی لاتا ہوں آپ کھانا واپس نہ کیجئے یہ قصہ معلوم کر کے آپ کو اطمینان ہوا اور کھانا رکھ لیا۔

(تسلیم و رضا خطبات حکیم الامت جلد ۱۵)

﴿شہادت ہے مقصود و مطلوبِ مومن﴾

عہد نبوت میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھیں اس لئے ہر شخص اس آب حیات کا خواہاں رہتا تھا۔ حضرت ام ورقہ بنت نوفل ایک صحابیہ تھیں جب بدر کا معرکہ پیش آیا تو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی شاید مجھے شہادت کا درجہ حاصل ہو جائے۔

لیکن آپ نے فرمایا گھر ہی میں رہو اللہ تمہیں مقام شہادت دے گا یہ معجزانہ پیشین گوئی کیوں کر غلط ہو سکتی تھی، انہوں نے ایک لونڈی اور ایک غلام مدبر کئے تھے جنہوں نے ان کو شہید کر دیا کہ ہم جلد آزاد ہو جائیں۔

﴿مردانِ صف شکن بڑھے چلو﴾

لیک حبیبہ بن ہاشم بھی ہیں آپ عرب کے اس قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں جو جرأت و بہادری میں دور دور تک مشہور تھا۔ روایات کے مطابق آپ نے بچپن ہی سے فنون حربہ کی تعلیم حاصل کی تھی اکثر معرکوں میں اپنے والد ماجد سپہ سالار ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شریک ہوئیں۔

سولہ سال کی عمر میں آپ کی شادی عثمان بن حارث سے ہوئی لیکن شادی کے چند ہی سال بعد آپ بیوہ ہو گئیں تو اپنی ساری زندگی اسلام کے لئے وقف کر دی اکثر معرکوں میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ایران کے آتش پرستوں نے متحد ہو کر یہ طے کیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ ایران کی اسلامی حکومت کو ختم کر کے ہی دم لیں گے اس معرکہ میں اسلام کا مایہ ناز سپہ سالار ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آذر بائیجان کے مورچہ پر اسلامی لشکر کی کمان سنبھالے ہوئے تھا انہیں کے ساتھ آپ بھی داد شجاعت دے رہی تھیں مردان صف شکن بڑھے چلو فتح و کامرانی تمہاری منتظر ہے آپ کا یہ نعرہ میدان جنگ میں گونج رہا تھا اور اس نعرے نے اسلامی لشکر میں غیر معمولی جوش ولولہ

پیدا کر دیا تھا آپ کے عزم و حوصلہ نے ایرانیوں کے لشکر میں تہلکہ برپا کر دیا تھا۔

آخر کار آپ لڑتے لڑتے گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئیں تو آپ کے والد نے ہر چند چاہا کہ چند روز آرام کر لیں مگر آپ نے منظور نہ کیا اور برابر میدان کارزار میں سر گرم عمل رہیں جب باپ نے بہت زیادہ زور دیا تو آپ نے کہا۔

''ابا جان! مجھے سعادت سے محروم نہ کیجئے یوں تو اسلام میرے لئے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز لیکن شوہر کی موت کے بعد میری یہی تمنا ہے کہ اسلام کی خاطر لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں اور اپنے شوہر سے جاملوں۔''

آپ کے اس جواب کے بعد ہاشم بن عتبہ نے پھر کچھ نہ کہا آخر کار دشمنوں کو شکست فاش ہوئی آذر بائیجان کے بعد آرمیدیا کی جنگ میں آپ بذات خود ایک دستہ کی کمان کر رہی تھیں۔ چنانچہ اپنی اعلیٰ جنگی قابلیت کی بنا پر بہت ہی مختصر عرصہ میں آرمیدیا کا پورا علاقہ فتح کر لیا پھر اطلاع ملی کہ بلخ میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو رہا ہے تا کہ اسلامی علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے بڑھے اطلاع ملتے ہیں یہی ہاشم بن عتبہ آپ کو ساتھ لے کر بلخ جا پہنچے دونوں لشکر ٹکرائے سخت گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر اس معرکہ میں مسلمانوں کو ایک عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ کے بعد فرغانہ کا معرکہ پیش آیا اس میں ایک موقع پر آپ بری طرح دشمنوں میں گھر گئیں آپ کے ساتھ صرف چار سو جانباز تھے یہ ایک ایسا نازک موقع تھا جب کہ بڑے بڑے جانباز بھی گھبرا جاتے (صرف چار سو جانباز تھے یہ ایک) لیکن مطلق نہ گھبرائیں اور مٹھی بھر جانبازوں کے ساتھ تلوار چلاتی دشمنوں کے لشکر کو چیرتی صاف بچ کر نکل گئیں اور پلٹ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے آپ علوم و معارف کا سرچشمہ بھی تھیں قرآن پاک نہایت ہی خوش الحانی سے پڑھتی تھیں زندگی کے آخر دور میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا تھا چنانچہ آپ کی وجہ سے ہزاروں گمراہ راہ راست پر آ گئے۔ (مثالی خواتین)

﴿ حافظہ کا کرشمہ ﴾

ان کا شمار پانچویں صدی ہجری کی یگانہ روزگار عالمات و عابدات میں ہوتا ہے ویسے تو ان کو تمام علوم دینی میں دسترس حاصل تھی لیکن علم تفسیر میں خاص مہارت رکھتی تھیں ان کے بھائی امام عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بہت بڑے مفسر قرآن تھے۔ انہوں نے ''کتاب الجواہر'' کے نام سے تیس جلدوں میں قرآن حکیم کی تفسیر لکھی تھی ام زین الدین کو یہ تمام تفسیر زبانی یاد تھی ان کے بیٹے زین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی علامہ دہر تھے اور اپنے وقت کے امام تسلیم کئے جاتے تھے طالب علمی کے زمانے میں وہ ایک مرتبہ اپنے ماموں کے پاس گئے ماموں نے کہا آج کیا پڑھا؟ انہوں نے جو پڑھا تھا بیان کر دیا انہوں نے پوچھا فلاں آیت کے ساتھ قول بھی بیان کیا؟ بیٹے نے کہا نہیں مسکرا کر کہا کہ بھائی بھول گئے ہوں گے۔

ام زین الدین رحمہا اللہ تعالیٰ کو عبادت الٰہی سے خاص شغف تھا۔ اپنے وقت کا بیشتر حصہ مصلّے پر بیٹھ کر گزارتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسی حالت میں مسلسل چالیس سال گزار کر وفات پائی۔ (مسلمان خواتین کی دینی وعلمی خدمات)

ہمیشہ سچ بولنا... (شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی والدہ کی نصیحت)

پیران پیر سیدنا شیخ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ تھیں۔

(پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ تاریخ اسلام کی نہایت برگزیدہ ہستی ہیں ان کی جلالت قدر کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اہل سنت کے سبھی مکاتب فکر ان کا نام نہایت عزت واحترام سے لیتے ہیں اور ان میں سے کچھ ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے باقاعدگی سے مختلف تقاریب کا اہتمام کرتے ہیں (اگرچہ ان کی یہ تقریبات بدعت ہونے کی وجہ سے قابل رد ہیں جیسے گیارویں کی بدعت جسے فرض کا درجہ دے دیا گیا ہے، نہ کرنے والوں کو گستاخی اولیاء کہتے ہیں

، اپنے پیٹ کی خاطر مسجد کی بجلی مسجد کا سپیکر اور مسجد کی جگہ استعمال کرتے ہیں، حالانکہ مساجد اللہ کا گھر ہیں وہ عبادت کے لئے ہیں نہ کہ وہ کھانے پینے کی غرض فاسد کے لئے ہیں، اور نہ ہی اللہ کے گھر میں بیٹھ کر غیر اللہ سے مانگنے کی جگہیں ہیں۔ یاد رہے کہ یہ حضرت شیخ جیلانیؒ کی تعلیم نہیں ہے وہ تو اس قسم کی بدعات سے بہت متنفر تھے) شیخ جیلانیؒ قادریہ سلسہ تصوف کے بانی ہیں ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں جیلان (گیلان) میں پیدا ہوئے۔ کمسنی ہی میں یتیم ہو گئے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسے میں حاصل کی والدہ ماجدہ اور نانا سید عبداللہ صومعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت پر خاص توجہ دی۔ ۱۸ سال کی عمر میں مزید تعلیم کے لئے بغداد گئے سالہا سال تک تحصیل علم میں مشغول رہے اس دوران میں ابوالخیر شیخ حماد بن مسلم الدباس سے علم طریقت بھی حاصل کیا۔

شیخ کی والدہ ماجدہ نہایت پاکباز، عابدہ، زاہدہ اور خدارسیدہ خاتون تھیں ان کی شادی سید ابوصالح جنگی دوست رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی تھی، وہ بھی بڑے متقی اور خدا رسید بزرگ تھے ان کا عقد نکاح سیدہ فاطمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جن حالات میں ہوا ان کو پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے روایت ہے کہ عنفوان شباب میں سید ابوصالح اکثر ریاضات ومجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دفعہ دریا کے کنارے عبادت کر رہے تھے کھانا کھائے ہوئے تین دن گزر چکے تھے اچانک ایک سیب دریا میں بہتا ہوا دکھائی دیا۔ بسم اللہ کہہ کر اسے پکڑ لیا اور کھا گئے پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ معلوم نہیں اس سیب کا مالک کون ہے۔ میں نے بغیر اجازت کھا کر امانت میں خیانت کی ہے۔ یہ خیال آتے ہی کھڑے ہوئے اور دریا کے کنارے کنارے پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کو لب دریا ایک وسیع باغ نظر آیا، اس میں سیب کا ایک تناور درخت تھا جس کی شاخوں سے پکے ہوئے سیب پانی میں گر رہے تھے، سید ابوصالح نے لوگوں سے اس باغ کے مالک کا پتہ دریافت کیا معلوم ہوا کہ اس کے مالک جیلان کے ایک رئیس عبداللہ صومعی

رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا ماجرا بیان کیا اور بصد ادب بلا اجازت سیب کھا لینے کے لئے معافی چاہی۔ سید عبداللہ صومعی رحمہ اللہ تعالیٰ خاصان خدا میں سے تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ نوجوان اللہ کا خاص بندہ ہے۔ دل میں تڑپ اٹھی کہ اس کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لوں۔ فرمایا دس سال تک اس باغ کی رکھوالی کرو اور مجاہدہ نفس کرو پھر سیب معاف کرنے کے بارے میں سوچوں گا سید ابوصالح رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط منظور کر لی اور دس سال تک باغ کی رکھوالی کرتے رہے۔ ساتھ ہی سید عبداللہ صومعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق مدارج سلوک بھی طے کرتے رہے دس سال کے بعد سید عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ دو سال اور باغ کی رکھوالی کرو سید ابوصالح رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعمیل ارشاد کی۔ بارہ سال کی مدت پوری ہوتے ہی سید عبداللہ نے انہیں بلا کر فرمایا، اے فرزند تو آزمائش کی کسوٹی پر پورا اترا ہے لیکن ابھی ایک خدمت اور باقی ہے وہ یہ کہ میری ایک لڑکی ہے جو پاؤں سے لنگڑی ہے ہاتھوں سے لنجی، کانوں سے بہری اور آنکھوں سے اندھی ہے اس بے چاری کو اپنے نکاح میں قبول کرو تو میں سیب بخش دوں گا۔ سید ابوصالح رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط بھی منظور کر لی اور سید عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی لخت جگر کا نکاح ان سے کر دیا۔

ان کی یہ لخت جگر سیدہ فاطمہ تھیں شادی کے بعد سید ابوصالح نے سیدہ فاطمہ کو پہلی مرتبہ دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے تمام اعضاء صحیح وسالم ہیں اور وہ کمال درجہ حسن ظاہری سے متصف ہیں دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ کوئی اور لڑکی ہے اسی وقت باہر نکل گئے اور شیخ عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا یہی لڑکی میری لخت جگر اور تمہاری بیوی ہے۔ اس کی جو صفات میں نے تم سے بیان کیں تھیں ان کا مطلب یہ تھا کہ اس نے آج تک کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کیا اس اعتبار سے لنجی ہے، آج تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا

اس اعتبار سے لنگڑی ہے، آج تک خلاف حق کوئی بات نہیں سنی اس اعتبار سے بہری ہے، آج تک کسی نامحرم پر نظر نہیں ڈالی اس اعتبار سے اندھی ہے۔

اب سید ابوصالح رحمہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سمجھ گئے اور ان کے دل میں اپنی اہلیہ کے لئے بے حد محبت اور عزت پیدا ہوگئی اس طرح بخیر وخوبی ان دونوں پاکباز ہستیوں کی رفاقت حیات کا آغاز ہوا انہوں نے جیلان (گیلان) ہی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ وہیں سیدہ فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے بطن سے باختلاف روایت ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں عالم اسلام کی وہ مایہ ناز ہستی پیدا ہوئی جس کے مہتم بالشان تبلیغی اور اصلاحی کارناموں نے خزاں رسیدہ (درخت) شجرہ ملت کو سرسبز کردیا۔ ہماری مراد سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی سے ہے۔

مثالی نوجوان

حضرت شیخ ابھی کم سن ہی تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہوگئے والدہ ماجدہ نے بڑے صبر اور حوصلے سے کام لیا اور اپنے چار پانچ سالہ فرزند کی تعلیم وتربیت اور نگرانی پر خاص توجہ دی اسی توجہ کا نتیجہ تھا کہ سیدنا شیخ عبدالقادر ایک مثالی نوجوان صالح بنے ابتدائی تعلیم انہوں نے مقامی مکتب میں حاصل کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں مزید تعلیم کے لئے بغداد جانے کا ارادہ کیا اس مقصد کے لئے والدہ ماجدہ سے اجازت طلب کی انہوں نے باچشم پرنم اپنے لخت جگر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا، میرے نور بصر تیری جدائی تو ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتی لیکن جس مبارک مقصد کے لئے تم بغداد جانا چاہتے ہو میں اس کے راستے میں حائل نہ ہوں گی حصول علم ایک مقدس فریضہ ہے میری دعا ہے کہ تمام علوم میں درجہ کمال حاصل کرو میں تو شاید اب جیتی تمہاری صورت نہ دیکھ سکوں گی مگر میری دعائیں ہر حال میں تمہارے ساتھ رہیں گی۔ پھر فرمایا تمہارے والد مرحوم کے ترکہ میں سے اسی دینار میرے پاس ہیں چالیس دینار تمہارے بھائی کے لئے رکھتی ہوں اور چالیس زادراہ کے لئے تمہارے سپرد کرتی ہوں پھر سیدہ فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے یہ چالیس دینار سید عبدالقادر رحمہ اللہ

تعالیٰ کی بغل کے نیچے ان کی گدڑی میں سی دیئے جب وہ گھر سے رخصت ہونے لگے تو ان سے فرمایا۔

''میرے پیارے بچے! میری آخری نصیحت سن لو! اسے کبھی نہ بھولنا وہ یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولنا اور خواہ کچھ بھی ہو جائے جھوٹ کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا۔''

سعادت مند فرزند نے بادیدہ گریاں عرض کیا:

''اماں جان میں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا۔''

سیدہ فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے اپنے نور العین کو گلے لگالیا اور پھر ایک آہ سرد کھینچ کر فرمایا۔

جاؤ تمہیں اللہ کے سپرد کیا

بیٹا جاؤ تمہیں اللہ کے سپرد کیا وہی تمہارا حافظ و ناصر ہے۔''

والدہ ماجدہ سے رخصت ہو کر شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ بغداد جانے والے ایک قافلے کے ساتھ ہو لئے۔ اس زمانے میں طویل بیابانی راستوں میں تنہا سفر کرنا ممکن نہ تھا۔ لوگ قافلے بنا کر سفر کرتے تھے اور اپنی حفاظت کا مقدور بھر اہتمام کرتے تھے پھر بھی رہزنوں کا خطرہ ہر وقت دامن گیر رہتا تھا شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قافلہ جب ہمدان سے آگے ترتنک کے سنسان کوہستانی علاقے میں پہنچا تو ساٹھ قزاقوں کے ایک جھتے نے قافلے پر حملہ کر دیا اور اہل قافلہ کا سب مال واسباب لوٹ لیا شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ ایک طرف کھڑے تھے کہ ایک ڈاکو نے ان سے پوچھا۔

''اے لڑکے تمہارے پاس کچھ ہے؟''

انہوں نے بلاخوف وہراس اطمینان سے جواب دیا۔ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ ان کی ظاہری حالت دیکھ کر ڈاکو کو ان کی بات پر یقین نہ آیا اور وہ ان پر ایک نگاہ استہزا ڈالتا ہوا چلا گیا۔ پھر ایک دوسرے ڈاکو نے ان سے یہی سوال کیا

انہوں نے اس کو بھی وہی جواب دیا یہ ڈاکو بھی ان کی بات کو ہنسی میں اڑا کر چلا گیا شدہ شدہ یہ بات ڈاکوؤں کے سردار احمد بدوی تک پہنچی، اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ ڈاکوؤں نے سید صاحب کو پکڑ کر احمد بدوی کے سامنے پیش کیا تو اس نے ان سے پوچھا۔

''لڑکے سچ سچ بتا تیرے پاس کیا ہے؟''

انہوں نے بے دھڑک جواب دیا ''میں پہلے بھی تیرے دو ساتھیوں کو بتا چکا ہوں کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔''

سردار نے کہا۔ ''کہاں ہیں نکال کر دکھاؤ۔''

حضرت نے فرمایا۔ میری بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہوئے ہیں سردار نے گدڑی کو ادھیڑ کر دیکھا تو اس میں سے واقعی چالیس دینار نکل آئے سردار اور اس کے ساتھی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے سردار نے استعجاب کے عالم میں کہا۔

''لڑکے تمہیں معلوم ہے کہ ہم ڈاکو ہیں لیکن پھر بھی تم نے دیناروں کا بھید ہم پر ظاہر کر دیا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔''

حضرت نے فرمایا۔ میری پاکباز والدہ نے گھر سے رخصت کرتے وقت نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ بھلا ان چالیس دیناروں کی خاطر میں والدہ کی نصیحت کیسے فراموش کر دیتا۔''

رہزنوں کی توبہ

یہ سن کر سردار پر رقت طاری ہوگئی اور وہ روتے ہوئے بولا۔

''آہ اے بچے تم نے اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کا اتنا پاس رکھا۔ حیف ہے مجھ پر کہ سالوں سے اپنے خالق کا عہد توڑ رہا ہوں۔ اے بچے آج سے میں اس کام سے توبہ کرتا ہوں۔''

دوسرے ڈاکوؤں نے بھی اپنے سردار کا ساتھ دیا۔ لوٹا ہوا تمام مال قافلے والوں کو واپس کر دیا اور اس کے بعد نیکی اور پرہیز گاری کی زندگی اختیار کر لی۔

ایک روایت میں ہے کہ جس زمانے میں شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ بغداد میں تحصیل علم میں مشغول تھے ایک دفعہ سیدہ فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کسی کے ہاتھ ان کے لئے سونے کا ایک ٹکڑا بھیجا۔

سیدہ فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے سال وفات کے بارے میں سب تذکرے خاموش ہیں البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ تعلیم میں ان کی غیر حاضری میں کسی وقت وفات پائی۔

(غبطه الناظر، نفحات الانس، اخبار الاخيار)

﴿نسبت کی لاج﴾

حضرت شیخ نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ (ابوالمؤید رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۶۷۳ھ) کی والدہ تھیں نہایت پاک دامن اور باخدا خاتون تھیں حضرت خواجہ قطب الدین بختر کا کی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہت عقیدت رکھتی تھیں انہوں نے ان کو اپنی منہ بولی بہن بنا رکھا تھا۔ وہ صرف عارفہ ہی نہیں تھیں بلکہ بڑی عالمہ، فاضلہ بھی تھیں اور علم فقہ میں درجہ تبحر رکھتی تھیں ایک دفعہ خشک سالی کی وجہ سے دلی میں قحط پڑ گیا اور غلہ اس قدر مہنگا ہو گیا کہ کسی غریب کے لئے اس کا خریدنا ممکن نہ رہا۔ دلی کے لوگ جمع ہو کر شیخ نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ ابوالمؤید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی آستین سے کپڑے کا ایک ٹکڑا نکالا ایک تار اس میں سے جدا کیا پھر اس تار کو آسمان کی طرف کر کے کہا۔

''الٰہی یہ تار اس بزرگ خاتون کے کپڑے کا ہے جس نے ساری عمر کسی نامحرم مرد کی طرف نہیں دیکھا اس کے طفیل اور بحرمت اس جذبہ عبودیت کے جو وہ تیرے ساتھ رکھتی تھی ہمیں باران رحمت سے نواز ورنہ میں جنگلوں میں زندگی بسر کروں گا اور پھر کبھی آبادی میں قدم نہ رکھوں گا۔

اللہ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اسی وقت آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور اس قدر بارش ہوئی کہ میدان اور جنگل پانی سے بھر گئے اور سیلاب کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا ''حضرت یہ کپڑا کس کا تھا اور کیا تھا کہ جس کے تار کا واسطہ دے کر آپ نے اللہ سے دعا کی۔''

انہوں نے فرمایا۔ ''یہ کپڑا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دامن کا ہے جو انہوں نے میری والدہ کو عنایت فرمایا تھا وہ اس کو اپنے سر پر رکھ کر عبادت کیا کرتی تھیں۔''

بی بی سارہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے ۶۳۸ھ میں اس دنیائے فانی سے کوچ کیا ان کا مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار (واقع دلی) کے متصل ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء، تذکرہ اولیاء ہند)

﴿فارسی کی مفسرہ قرآن﴾

عبدالرحیم خانخاں کی بیٹی تھی اس کی شادی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے بیٹے شہزادہ دانیال سے ہوئی تھی۔ حسن صورت سیرت دونوں سے آراستہ تھی مکارم اخلاق اور لیاقت علمی کے اعتبار سے بہت بلند مقام رکھتی تھی حج بیت اللہ کا شرف بھی حاصل کیا تھا۔ دین سے بھی گہرا لگاؤ تھا اس نے قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں لکھی تھی۔ شہزادہ دانیال کے انتقال کے بعد باقی زندگی بیوگی کے عالم میں گزار دی۔ ایک دفعہ جہانگیر بادشاہ نے اس کو نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے معذرت کر دی ہمیشہ پاکدامن اور عفت شعار رہی۔ شعر و سخن کا نہایت عمدہ ذوق رکھتی تھی۔ تذکروں میں اس کے یہ شعر محفوظ رہ گئے ہیں ؎

عاشق ز خلق عشق تو پنہاں چساں کند
پیدا است از دو چشم ترش خوں گریستن

زراہ امن و سلامت کسے بہ اورسد
غبار تا نشود خاک پایہ او نرسد
خیز تارہ برہ گزار کنیم
خویش را چشم انتظار کنیم

جاناں بیگم ۱۰۷۰ھ ۱۶۵۹ء میں وفات پائی۔ (مشاہیر نسواں)

جو ہمارے ہو گئے

شیخ ابی عبداللہ بن شیخ یحییٰ زاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی تھیں پیر پیراں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۵۲۶ھ) ان کے حقیقی بھتیجے تھے بعض روایتوں میں ان کی کنیت ام محمد بیان کی گئی ہے۔ نہایت عبادت گزار اور پرہیزگار خاتون تھیں جلیل القدر بھتیجے کی طرح علم وعرفان کی دولت سے مالا مال تھیں۔ لوگوں میں ان کے مستجاب الدعوات ہونے کی عام شہرت تھی۔ مشکل وقت میں لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کراتے اور برکت حاصل کرتے تھے۔

ایک دفعہ جیلان میں خوفناک قحط پڑا لوگوں نے گڑگڑا کر بارش کے لئے دعائیں کیں شہر سے باہر صحرا میں جا کر بار بار استقا کی نمازیں پڑھیں لیکن موسم کی حالت میں کوئی فرق نہ پڑا خشک سالی شدید سے شدید تر ہوتی گئی۔ آخر سب لوگ مل کر سیدہ خدیجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ خدارا بارش کے لئے دعا کریں سیدہ خدیجہ رحمہا اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے مکان کے صحن میں جھاڑو دے رہی تھیں انہوں نے لوگوں کو اس قدر پریشان دیکھا اور بے کل دیکھا تو دست دعا اٹھائے اور کہا، بارالٰہ میں نے جھاڑو دی ہے تو چھڑکاؤ کر دے۔ ان کے اتنا کہنے کی دیر تھی کہ آسمان پر گنگھور گھٹائیں چھا گئیں اور اس قدر بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رحمہا اللہ تعالیٰ خلق خدا کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً

فصیح و بلیغ وعظ بھی کیا کرتی تھیں۔ان کے مواعظ نہایت پرتاثیر ہوتے تھے انہیں سن کر اکثر گم گشتگان راہ راست پر آ جاتے تھے۔سیدہ خدیجہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے جیلان ہی میں سفر آخرت اختیار کیا۔(نفحات الانس)

راہِ محبت کے راہی

ابوالربیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اور محمد بن مسکدر اور ثابت بنانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک رات ریحانہ مجنونہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے پاس رہے شروع رات میں انہیں دیکھا کہ کھڑے ہو کر انہوں نے یہ شعر پڑھے ؎

قام المحب الی المؤمل قومه
کاد الفواد من السرور یطیر

ترجمہ:''یعنی عاشق اپنی امید گاہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہے کہ دل خوشی کے مارے اڑا جا رہا ہے۔''

اور جب آدھی رات ہوئی تو یہ شعر پڑھے ؎

لا تانس بمن توحشک نظرته
فتمنع من التذکار فی الظلم

ترجمہ:''وہ جس کی طرف دیکھنا تجھ کو ذکر سے وحشت میں ڈالتا ہو اس سے انس والفت مت کر کیونکہ وہ شے تاریکیوں میں تجھ کو ذکر سے روک دے گی۔

واجهد وکن فی اللیل ذاالشجن
یسقیک کاس وراد العز والکرم

اور (اللہ کی راہ میں) محنت ومشقت کر اور رات کو غمگین رہ۔اس کے صلہ میں حق تعالیٰ تجھے اپنی دوستی اور بخشش کے پیالے سے سیراب کرے گا۔''

جب صبح ہوئی تو بہت حسرت وافسوس کے ساتھ آہ و نالہ کیا۔

ذھب الظلام بانسہ وبالفتہ

لیت الظلام بانسہ یتجرد

رات کی تاریکی اپنے انس والفت کے ساتھ چلی گئی۔ اے کاش یہ تاریکی اس کے انس کے ساتھ پیدا ہوتی رہتی۔ (قصص الاولیاء)

﴿صحبت کا اثر﴾

کردویہ بنت عمرو بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ، یہ شعوانہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرتی تھی ان سے کہا گیا کہ آپ کو ان کی خدمت سے کیا حاصل ہوا ہے؟

جواب دیا جب سے میں ان کی خدمت کرنے لگی ہوں میں نے دنیا سے محبت نہیں کی اور نہ میں نے رزق کے جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے اور نہ کسی دنیادار کی عظمت میری آنکھ میں آئی ہے۔ کہ میں اس کی طمع کروں اور نہ کسی مسلمان کو ذلیل سمجھا۔

مٹ جائیں دنیا کے سارے مزے

چشمِ عبرت سے دیکھے جو دنیا کیا ہے

(مثالی خواتین)

حضرت امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ محترمہ کی تربیت

حضرت سفیان بن عیینہ ہلالی رحمہ اللہ تعالیٰ جلیل تبع تابعی عالم اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ ہیں، ان کا قول ہے کہ اگر مالک رحمہ اللہ تعالیٰ وسفیان نہ ہوتے تو حجاز سے علم ختم ہوگیا ہوتا، انکی والدہ ماجدہ نے ان کو علم دین کی تعلیم جس انداز سے دلائی وہ مسلمان ماؤں کے لئے باعث عبرت ہے، وکیع بن جراح امام ابن عیینہ کے شاگرد ہیں ان کا بیان ہے کہ سفیان کی والدہ نے ان سے کہا۔

﴿یا بنی اطلب العلم وانا اکفیک من مغزلی، یا بنی اذا کتبت عشرۃ احادیث فانظر ھل تریٰ فی نفسک زیادہ فی مشیتک

وحاملک ووقارک، فان لم تر فاعلم انہ یضرک ولا ینفعک﴾ (تاریخ جرجان سہمی۔ صفحہ ۴۴۹)

ترجمہ: ''پیارے بیٹے! تم علم حاصل کرو، میں کشائی کر کے تمہاری ضرورت پوری کروں گی۔ بیٹے! جب تم دس حدیثیں لکھ لو (پڑھ لو) تو اپنے بارے میں غور کرو اور دیکھو کہ چال چلن، تحمل اور وقار میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں؟ اگر یہ باتیں نہ دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ علم تمہارے حق میں مضر ہے، نافع نہیں ہے۔''

والدہ کی خصوصی توجہ اور نصیحت کے مطابق امام بن عیینہ نے ۸۷ سے زائد علماء تابعین سے حدیث کی روایت کی اور ان کا شمار حکمائے حدیث میں ہوا۔ اور خلق اللہ نے ان سے علم دین حاصل کیا۔ (الکفایہ: صفحہ ۶۰، ۶۱)

بڑھاپے میں بھی پردہ بہتر ہے

عاصم احوال رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم حفصہ رحمہا اللہ بنت سیرین کے پاس آتے انہوں نے ایک پردہ بنایا ہوا تھا وہ اس سے پردہ کر لیتی تھیں ہم ان کو کہتے اللہ آپ پر رحم کرے اللہ فرماتے ہیں...... ''وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا الخ'' کہ جو عورتیں نکاح کرنے کا ارادہ نہیں رکھتیں (بوجہ بڑھاپے کے) ان پر گناہ نہیں اگر وہ پردہ نہ کرے تو حضرت حفصہ رحمہا اللہ تعالیٰ فرماتیں آگے کیا ہے، ہم کہتے کہ آگے ہے ''وان یستعففن خیر لھن'' تو اگر پردہ اختیار کریں بہتر ہے فرماتی یہ پردہ ہے۔ یہ پردہ بہتر ہے۔ (طبقات ابن سعد)

صدقہ کی برکت

خلیف المقتدر باللہ کے وزیر ابوالحسن بن فرات نے ایک مرتبہ شیخ ابوجعفر بن بسطام رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یہ تمہاری روٹی کا کیا قصہ ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ اس

کا واقعہ یہ ہے کہ میری والدہ نہایت نیک سن رسیدہ عورت تھیں۔ میری پیدائش کے وقت ہی سے اس کی عادت ہوگئی تھیں کہ جس بستر میں سوتی تھی ہر رات اس کے نیچے ایک روٹی رکھ دیا کرتی اور صبح میری طرف سے اس روٹی کو صدقہ کر دیا کرتی تھی اور میں بھی اب تک ایسا ہی کر رہا ہوں یہ سن کر وزیر ابن الفرات نے کہا کہ میں تم سے بہت بدظن تھا اور گرفتار کرنا چاہتا تھا تین رات سے مسلسل خواب دیکھتا تھا کہ تم سے جنگ کر رہا ہوں تا کہ گرفتار کروں۔ مگر تمہارے ہاتھ میں ڈھال کی مانند روٹی رہتی تھی۔ جس سے میرا تیر تم کو نہیں لگتا تھا جاؤ اب تم مامون ہو۔ (منتظم: جلد ۶ صفحہ ۱۶۲)

خوف خداوندی سے جسم پر لرزہ

ریال بن ابی جراح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے بحریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو دیکھا روتی تھیں اور کہتی تھیں میں نے اپنے آپ کو چھوڑ دیا جب جوان تھی اور اب بوڑھی ہو چکی ہوں عبادت جتنی کر سکتی ہوں کرتی ہوں اب تو میں کمزور ہو چکی ہوں اس عورت کے چہرہ پر جمال (خوبصورتی) تھی لیکن بھوک نے اس کو سخت کمزور کر دیا تھا چالیس دن تک کچھ نہیں کھایا۔ جب بہت بھوک ستاتی تو صرف چنا کھا لیتیں۔ بہت زیادہ عبادت کرنے والی تھیں اس کی مجلس ہوتی تھی جس میں اللہ کا ذکر ہوتا تھا جب یہ باتیں شروع کرتیں تو پریشان ہو جاتیں اور کانپنے لگ جاتیں۔

(صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

ایک مستجاب الدعا عورت

عبید اللہ بن محمد قریشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ایک صاحب اولاد نیک خاتون رہتی تھیں۔ ایک دن بارش آ گئی اور ان کا گھر بھی ٹپک پڑا تو انہوں نے اپنے بچوں کو ادھر سے ادھر کرنا شروع کر دیا چھت بھی تیزی سے ٹپکنے لگی۔ جب بارش تیز ہوگئی تو اس نے دعا کی اے رفیق (نرمی کرنے والے) نرمی کا معاملہ کیجئے عبید اللہ فرماتے ہیں اس دعا

سے اس کے گھر میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں پہنچا۔ (صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

﴿ آنسوؤں کی لڑی ﴾

ابو ولید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امیہ جیسا جہنم کے خوف سے رونے والی کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ جب آگ کا ذکر ہوتا تو کہتی تھی۔ آگ میں داخل کئے جانے والے لوگ، آگ ہی کھائیں گے اور آگ ہی پئیں گے اور اسی میں زندگی گزاریں گے۔ پھر بہت روتی تھیں اتنا روتی تھیں کہ خون کے آنسو روتی یوں تڑپتی تھی جیسے دانے ہانڈی میں آگ کے جلنے کے بعد تڑپتے ہیں اس سے زیادہ خوف والی عورت راوی کہتے ہیں میں نے اپنی زندگی بھر میں نہیں دیکھی۔

(صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

﴿ دل نے کس کس سے دشمنی کر لی ﴾

ابو بکر بن عبید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں محمد بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ ہمیں شہاب بن عباد رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی شہاب فرماتے ہیں کہ ہمیں سوید بن عمرو کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ایک عورت تھی رات کو بہت کم سوتی تھی اس پر اس کو ڈانٹا گیا تو اس نے کہا موت کافی ہے اور مؤمنوں کے لئے قبر میں بڑی راحت والی نیند ہے ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وہ سخت گرمی میں روزہ رکھتی حتیٰ کہ اس کا رنگ سیاہ ہوگیا اور اس کا چہرہ متغیر ہوگیا اس کو اس بارے میں کہا گیا تو اس نے کہا کہ پیاسی اور بھوکی رہتی ہوں تاکہ آخرت میں تکلیفیں نہ ہوں اور وہ روتی تھیں یہاں تک کہ اس کے چہرہ پر آنسو بہنے کی وجہ سے لکیریں پڑ گئی تھیں محمد بن زفر رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے ساتھی اس کے پاس آتے باتیں کرتے تو وہ کہتی تھیں چلے جاؤ باتیں تو وہاں اچھی ہیں جہاں نہ غم ہوگا نہ موت ہوگی اور نہ پریشانی ہوگی۔ (صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

دل نے کس کس سے دشمنی کر لی
فقط اک تری دوستی کے لئے

﴿ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی والدہ محترمہ ابتدائی نقوش ﴾

ماہرین تعلیم وتربیت اور علمائے نفسیات نے اس حقیقت پر بہت زور دیا ہے کہ بچہ کے ذہن کی سادہ تختی پر جو ابتدائی نقوش پڑ جاتے ہیں، وہ کبھی نہیں مٹتے اور خواہ ان کو مٹا ہوا سمجھ لیا جائے، لیکن درحقیقت وہ مٹتے نہیں دب جاتے ہیں اور وقت پر ابھرتے ہیں۔

اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد ماؤں اور بچہ کی تربیت کرنے والوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے جو اس سادہ تختی پر آسانی کے ساتھ اچھے نقش بنا سکتے ہیں جن کو کوئی طاقت اور کوئی تعلیم وتربیت آسانی کے ساتھ مٹا نہیں سکتی۔

مجھے اس مختصر مضمون میں ان چند ابتدائی نقوش کا ذکر کرنا ہے جو بچپن کی سادہ لوح پر ثبت ہوئے اور جن کا فیض میری زندگی میں برابر شامل رہا ان میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ میری والدہ نے بچپن سے اس بات کا بڑا خیال اور نگرانی رکھی ہے کہ میں کسی پر ظلم نہ کرنے پاؤں اور کسی کا دل نہ دکھاؤں، بچہ کے پاس طاقت ہی کیا ہوتی ہے، جو وہ کسی پر ظلم کرے، پھر بھی سب جانتے ہیں کہ بچہ اپنے محدود دائرہ اور ماحول میں اپنی کمزوری اور بے بسی کے باوجود بہت کچھ ظلم کر لیتا ہے، بچہ کے اندر بھی ایک خودی اور انانیت ہوتی ہے یہ بچہ کی شخصیت کا اظہار ہے اور زندگی اور ذہانت کی علامت اس انانیت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور ظلم کرتا ہے کسی کی توہین کرتا ہے، کسی کا مذاق اڑاتا ہے۔ والدہ صاحبہ نے ان کا بڑا اہتمام کیا کہ اگر میں کسی پر ظلم کروں یا دل دکھاؤں تو اس سے معافی مانگوں، اگر گھر میں کھانا پکانے والی کے لڑکے کو مارتا کسی کی توہین کرتا، یا کسی کو ذلیل سمجھ کر کوئی سلوک کرتا تو وہ مجھے سزا بھی دیتیں اور مجھے اس سے معافی مانگنے پر مجبور کرتیں۔ اکثر یہ سزا صرف معافی مانگنے ہی کی صورت میں ہوتی، بچہ کی انانیت پر یہ بڑی ضرب ہے اور اس کے لئے بڑی گوشمالی مجھے یاد نہیں کہ ایک واقعہ بھی ایسا گزرا ہو کہ والدہ صاحبہ کے علم میں میری کوئی زیادتی آئی ہو یا توہین اور دل

دکھانے کا کوئی واقعہ پیش آیا ہو اور انہوں نے مجھے یہ سزا نہ دی ہو اور مجھے ''فریق ثانی'' کو راضی کرنے اور معاف کرانے پر اصرار نہ کیا ہو۔ اس تربیت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہزار کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود اب بھی ''دل آزاری'' اور توہین وتحقیر کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں اور حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں اور اگر کبھی نادانستہ یا بلا ارادہ ایسا قصور ہو جاتا ہے تو جلد سے جلد اس کی تلافی کی کوشش کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔

دوسری چیز جو مجھے خاص طور پر یاد آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مجھے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں اور جلیل القدر ہستیوں کے نام اور کام سے واقف کراتی رہتیں ان کے نام بڑے عظمت سے لیتیں، اور ان کے حالات سناتیں، یہ شخصیتیں عموماً ہمارے خاندان کی وہ دینی شخصیتیں ہوتیں، جن کو دنیاوی جاہ وجلال اور کوئی خاص دولت و ثروت حاصل نہ تھی، مگر دینی اور علمی حیثیت سے ان کا نام اور کام بہت روشن تھا وہ اس پر زور دیتیں کہ اصل عزت اور باقی رہنے والی دولت ہی دین وعلم کی دولت ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا دماغ اس وقت سے علم دین کے عظمت سے متاثر ہے اور وہ اتنی جلد دنیاوی جاہ وجلال اور مال ومنال کا اثر قبول نہیں کرتا، جتنا اس زمانہ میں ہونا قدرتی بات ہے، میرے دل پر ابھی تک ان بزرگوں کے نام نقش ہیں اور ان کی عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے، جن کا والدہ صاحبہ کثرت سے نام لیتیں، بعد میں میں نے ان کے حالات پڑھ کر والدہ صاحبہ کی باتوں کی تصدیق کی اور ان میں بعض کے حالات لکھے بھی مگر ان کی بڑائی کا ابتدائی نقش اسی زمانہ کا ہے اور ابھی تک کوئی نقش مٹا نہیں سکا۔

والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے دعاء ومناجات کا وہ ذوق عطا فرمایا تھا جو اس زمانہ کے خاص بزرگوں ہی میں دیکھنے میں آیا ہے وہ اپنی اولاد کو بھی دعا کی تعلیم دیتیں اور دعا کا شوق دلاتیں، چنانچہ ہم بھائی بہنوں کو بعض مختصر دعائیں یاد کرا رکھی تھیں، ان میں سے ایک دعا ابھی تک یاد ہے جو اس زمانہ میں ورد زبان تھی، یاد آتا ہے کہ عرصہ تک

اپنے مضامین کے اوپر بھی اس کو لکھتے تھے وہ دعا یہ ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِنِیْ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ اپنے نیک بندوں کو جو افضل سے افضل چیز تو عطا فرماتا ہے وہ مجھے عطا فرمایا۔''

یہ ہیں چند ابتدائی نقوش جو حافظہ پر زور ڈالے بغیر ابھر آئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں ان سے بہت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(خواتین و دین کی خدمت)

نمازوں کی ادائیگی کے لئے سختی

مولانا ابوالحسن علی ندوی اپنی والدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دو باتوں میں بہت سخت تھیں ایک تو نماز کے بارے میں مطلق تساہل نہیں برتتی تھیں میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر کبھی سو گیا خواہ کیسی ہی گہری نیند ہو اٹھا کر نماز پڑھواتیں اور نماز پڑھے بغیر ہرگز نہ سونے دیتیں اسی طرح فجر کی نماز کے لئے جگا دیتیں اور مسجد بھیجتیں اور پھر تلاوت قرآن پاک کے لئے بٹھا دیتیں۔ (کارواں زندگی)

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی والدہ محترمہ کے تربیتی خطوط

میں لکھنو کے قیام اور میری ابتدائی تعلیم کے زمانے میں والدہ صاحبہ نے جو مجھے طویل اور مفصل خط لکھے ہیں اور جن کا منتخب ذخیرہ میرے پاس بحمد اللہ محفوظ ہے وہ ان کی دلی جذبات کا آئینہ بلکہ ان کے کمالات اور خداداد صفات کا موقع ہے جو ان کی زندگی کا اصل جوہر تھا۔

ان خطوط کو ان کی تربیتی افادیت کے پیش نظر شائع کیا جا رہا ہے۔

علم دین حاصل کرنے کی نصیحت

عزیزی علی سلمہ دعا۔

تمہارا اب تک کوئی خط نہیں آیا۔ روز انتظار کرتی ہوں، مجبور آکر خود لکھتی ہوں جلد اپنی خیریت کی اطلاع دو۔

عبدالعلی کے آنے سے اطمینان ضرور ہوا، مگر تمہارے خط سے تو اور تسکین ہوتی عبدالعلی سے میں نے تمہاری دوبارہ طبیعت خراب ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ''علی کو اپنی صحت کا بالکل خیال نہیں۔ جو وقت تفریح کا ہے وہ پڑھنے میں گزارتے ہیں۔'' میں نے کہا تم روکتے نہیں کہا بہت کہہ چکے اور کہتے رہتے ہیں، مگر وہ نہیں خیال کرتے، اس سے سخت تشویش ہوئی اول تو تمہاری بے خیال اور نا تجربہ کاری اور پھر بے موقع محنت، جس سے اندیشہ ہو۔

علی مجھے امید تھی کہ تم انگریزی کی طرف مائل نہ ہو گے، مگر خلاف امید تم کہنے میں آ گئے اور اتنی محنت گوارا کر لی، خیر بہتر جو کچھ تم نے کہا، یہ بھی اس کی حکمت ہے بشرطیکہ استخارہ کر لیا ہو۔

مجھے تو انگریزی سے بالکل انسیت نہیں، بلکہ نفرت ہے، مگر تمہاری خوشی منظور ہے علی، دنیا کی حالت نہایت خطرناک ہے اس وقت عربی حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں تو انگریزی والوں سے کیا امید، بجز عبدالعلی اور طلحہ کے تیسری، مثال نہ پاؤ گے، علی اگر لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی والے مرتبے حاصل کر رہے ہیں کہ کوئی ڈپٹی ہے اور کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر ہونا تو ضروری ہے مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں، میں انگریزی والوں کو جاہل اور اس کے علم کو بالکل بے کار سمجھتا ہوں، خاص کر اس وقت میں نہیں معلوم کیا ہو اور کس علم کی ضرورت ہو اس وقت میں البتہ ضرورت تھی۔

اس مرتبہ کو تو ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، یہ عالم ہے، کون ایسا ہے جو محروم ہے وہ چیز حاصل کرنا چاہئے جو اس وقت گراں ہے اور کوئی حاصل نہیں کر سکتا جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں اور سننے کو کان مشتاق ہیں آرزو میں دل مٹ رہا ہے مگر وہ خوبیاں نظر نہیں آتیں۔

افسوس ہم ایسے وقت میں ہوئے علی تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ اگر خدا کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان سبھوں پر نظر کرو جنہوں نے علم دین حاصل کرنے میں عمر گزار دی۔ ان کے مرتبے کیا تھے شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحب اور مولوی محمد امین صاحب مرحوم جن کی زندگی اور موت قابل رشک ہوئی کس شان وشوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔

یہ مرتبے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں انگریزی مرتبے والے تمہارے خاندان میں بہت ہیں اور ہوں گے، مگر اس مرتبے کا کوئی نہیں اس وقت بہت ضرورت ہے ان کو انگریزی سے کوئی انس نہ تھا، یہ انگریزی میں جاہل تھے یہ مرتبہ کیوں حاصل ہوا۔

علی اگر میری سو اولادیں ہوتیں تو سب کو میں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کہ خوبیاں تم سے حاصل ہوں اور میں دارین میں سرخرو اور نیک صاحب اولاد کہلاؤں، آمین ثم آمین۔

میں خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ تم میں ہمت اور شوق دے اور خوبیاں حاصل کرنے کا اور تمام فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ان مرتبوں پر پہنچائے اور ثابت قدم رکھے، آمین علی ایک نصیحت اور کرتی ہوں، بشرطیکہ تم عمل کرو اپنے بزرگوں کی کتابیں کام میں لاؤ اور احتیاط لازم رکھو جو کتاب نہ ہو وہ عبدالعلی کی رائے سے خریدو، باقی وہی کتابیں کافی ہیں، اس میں تمہاری سعادت مندی ظاہر ہوگی اور کتابیں

برباد نہ ہوں گی اور بزرگوں کو خوشی ہوگی، اس سعادت مندی کی مجھے بے حد خواہش ہے کہ تم ان کتابوں کی خدمت کرو۔

قرض کبھی نہ لو ہو تو خرچ کرو ورنہ صبر کرو طالب علم یوں ہی علم حاصل کرتے ہیں تمہارے بزرگوں نے بہت کچھ مصیبتیں جھیلی ہیں، اس وقت کی تکلیف باعث فخر سمجھ جو ضرورت ہو ہمیں لکھو میں جس طرح ممکن ہوگا پورا کروں گی۔ خدا مالک ہے مگر قرض نہ کرنا۔ یہ عادت ہلاک کرنے والی ہے اگر وفائے وعدہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرض لیا ہے، مگر ادا کر دیا ہے، ہم کون چیز ہیں علی یہ بھی تمہاری سعادت مندی ہے کہ میری نصیحت پر عمل کرو۔

حلوہ ابھی تیار نہیں ہو سکا، ان شاء اللہ تعالیٰ موقع ملتے ہیں تیار کر کے بھیج دوں گی۔ اطمینان رکھو۔

بہت جلد خیریت سے اطلاع دو اگر دیر کرو گے تو میں سمجھوں گی کہ میری نصیحت تمہیں ناگوار گزری، ان شاء اللہ رمضان شریف میں تم سے وعظ کہلاؤں گی، اللہ تعالیٰ میری خواہش سے زیادہ تمہیں توفیق دے کہنے کی اور تمہارا کلام پر اثر اور خدا کی خوشی و رضا مندی کے قابل ہو آمین۔ ''اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ اَفْضَلَ مَاتُؤْتِیْ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ'' باقی خیریت ہے تم خدا کی رحمت سے تیار رہو، تم نے وعدہ بھی کیا ہے۔

تمہاری والدہ

سندھ جانے پر تشویش اور کامیابی کی دعاء

نور چشم علی سلمہ

دعا اور بہت دعا تمہارا خط سخت انتظار اور متواتر خطوط بھیجنے کے بعد ملا بے حد خوشی اور اطمینان حاصل ہوا۔ مگر جو تم نے سندھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اس سے فکر ضرور پیدا ہوگئی ہے نہیں معلوم وہ کدھر ہے اور وہاں کے حالات کیا ہیں اور کتنے روز رہنا ہوگا

اگر عبدواور طلحہ کے رائے ہو، تو مناسب ہے، مگر تم کل حالات سے اطلاع دوتو بہتر ہے کہ اطمینان ہو جائے، اللہ تعالیٰ تمہیں پوری کامیابی عطا کرے بس یہی آرزو ہے یہی وجہ تھی کہ جو اس دور دراز سفر کے لئے گوارہ کرلیا ورنہ ایسے دل والوں کے لئے سخت، دشوار اور ناممکن تھا منظور کرنا تمہیں اس کی حفاظت میں دے چکی، وہ بڑا خوب حفاظت کرنے اور ساتھ دینے والا ہے میں کیا کرسکتی ہوں اوندھی کھوپڑی کی ؎

ترے محفوظ کو کوئی ضرر پہنچا نہیں سکتا
عناصر چھو نہیں سکتے فلک دھکا نہیں سکتا

بس یہ کہہ کر دل کو سمجھا لیتی ہوں، مگر پورا یقین ہے، اس کی رحمت پر اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا ہے کہ وہ تمہیں توفیق دے نیک کاموں کی اور علوم دین کے پورے مرتبہ پر پہنچائے اور ثابت قدم رکھے کہ دنیا اور آخرت میں نیک نام ہو آمین۔

میری دلی تمنا ہے کہ دونوں جہاں کی خوبیاں تمہیں حاصل ہوں اور تم قابل رشک ہو جاؤ اور میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہوں، آمین یہ سب سفر مبارک ہوں آمین اللہ تعالیٰ تم سے وہ کام کروائے جو تمہاری فلاح و بہبودی میرے آرام و راحت اور خدا کی رضا مندی اور خوشی کا باعث ہو، آمین، تم اپنی خیریت سے جلد اطلاع دیتے رہو جہاں بھی ہو وہ مالک ہے، ہم پر رحم کرے گا اور جو کچھ فیض ہو مجھے اطلاع دو دعا۔ (تمہاری والدہ)

باقاعدگی سے خط لکھنے کی نصیحت نور چشم جگر علی سلمہ

دو بار تمہارے دو خط آئے مفصل جس سے اطمینان ہوا اس سے بے حد خوشی ہوئی کہ مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادہ بھی تمہارے ساتھ ہیں دیکھیں کب تک رہنا ہو، اللہ تعالیٰ جلد کامیاب کرے، آمین۔

خاص وقتوں میں میری یہ دعا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ علم دے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حاصل کیا جس سے ایمان کو قوت ہو اور تمام جھگڑے پاک ہوں

اور اس وقت کے فتنوں سے نجات ہو جائے اور پورا اطمینان ہو۔

میں کہہ نہیں سکتی جو میری خواہش ہے اور جس کے لئے مجھے علم دین حاصل کرنے کی خواہش ہوئی، اللہ تعالیٰ میری آرزو پوری کرے اور دنیا وآخرت میں مجھے سرخرو اور نیک نام کرے، آمین تم یوں ہی برابر خط لکھتے رہو تو خدا کا شکر کروں گی۔ ان دونوں ابوالغیر وعظ کہتے ہیں ہر جمعہ کو میدان پور میں بھی ہوتا ہے خدا کرے تم لوگوں سے اسلام پھیلے اور کفر گھٹے آمین اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ثابت قدم رکھے، پانچ روپیہ عبدو کو دے دیئے ہیں پھر ان شاء اللہ ملنے پر بھیجوں گی ماموں صاحب ماموں جی کو بھی سلام لکھو تو بھائی جی یعنی اپنے ابا جی کو بھی لکھا کرو محمود، محمد ثانی سلمہما پڑھتے ہیں خدا کرے کہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ ان سے راحت ہو۔ والسلام۔

صحت کا خیال رکھنے کی نصیحت

نور چشم لخت جگر نور بصر علی سلمہ، طول عمرہ دعا۔ خدا پر بھروسہ ہے وہ تمہارا حافظ وناصر ہے۔ تم خط برابر لکھتے رہو تو مجھے تسکین رہے گی دیکھو ہمت سے زیادہ محنت نہ کرنا، اس موسم میں زیادہ محنت دماغ قبول نہیں کر سکتا، دل ودماغ کی صحت ضروری ہے اس کا زیادہ خیال رکھو جہاں تک ممکن ہو ایک ماہ کی محنت ایک دن میں نہ کرنا، اگر تم اس قدر محنت کرو گے تو پھر دنیا کیسے برتو گے، دنیا بھی برتنا عبادت ہے، ہمدردی اور حق پرستی یہ تمام باتیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی ہیں، پھر تمام اعزا اس کے منتظر رہتے ہیں، خاص کر تمہاری طرف سے بہت کچھ امیدیں ہیں مجھے خواہش ہے کہ تم علم مغرب والوں سے مرتبہ میں زیادہ نہ نکلو کہ علوم دین کی طرف اعتراض کا موقع نہ ملے، اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا ہے کہ تمہیں وہ خوبیاں حاصل ہوں کہ تمام وہ خوبیاں جن پر سب کو فخر ہے، ہیچ ہو جائیں اور علوم دین کے سب شائق ہوں، اللہ تعالیٰ میری آرزو پوری کرے، آمین۔

تم خط جلد جلد لکھتے رہو، ورنہ مجھے بے حد تکلیف ہوگی، عبدو تمہارے طرز عمل

سے بے حد خوش ہوئے مجھے لکھا تھا، یہ پہلا خط تھا جس سے یہ مبارک الفاظ ظاہر ہوئے مجھے بے حد تمنا تھی کی عبدو کی زبان سے سنوں خدا کا شکر ہے کہ یہ خواہش پوری ہوئی، یہ تمنا ہے کہ ہر زبان پر تمہاری نیک نامی اور کامیابی ہو آمین، اللہ تعالیٰ تمہارے نیک ارادے پورے کرے اور تمہیں ثابت قدم رکھے، اور ان کے راستے پر چلاوے جن پر انعام کیا ہے اور تمہارے عمل کو قبول کرے آمین۔

مناجات

عزیزی علی سلمہ دعا ہا۔

تمہارا کارڈ ملا یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ تمہارے پرچے اچھے گزرے اور اس مرتبہ پرچوں میں خطرہ تھا خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں، اس کی رحمت کا انتظار کرو، جب اس کی رحمت سے نتیجہ ظاہر ہو جائے تو ان شاء اللہ خوش ہو کر آنا اور جب تک نتیجہ نہ معلوم ہو روز صبح کو سنت اور فرض کے درمیان خشوع وخضوع کے ساتھ سورۂ فاتحہ اکتالیس بار پڑھتے رہو اور اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف یہ بہت مجرب ہے اور پھر فرض پڑھ کر فاتحہ درود جس قدر ممکن ہو تو دونوں پڑھ لیا کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو، یہ مناجات تمہارے لئے میں نے خدا سے کی ہے، خدا کرے مقبول ہو۔ آمین۔

سدا سے تیرے مجھ پر انعام ہیں
ہیں انعام بھی اور اکرام ہیں
جو مانگا دیا اور دیا بے طلب
پھری میں ترے در سے محروم کب
تھی جو کچھ مجھے فکر سب دور کی
میں لائی جو حاجت وہ منظور کی
تیرے فضل کی کچھ نہیں انتہا
جو آیا ترے در پہ وہ خوش ہوا

تیری شان رحمت سے ہے یہ بعید
پھرے در سے تیرے کوئی ناامید
کرم کو میرے حال پر بھی کریم کر
ہے نام تیرا غفور و رحیم
مری سعی و کوشش نہ برباد کر
تیرے در پہ آئی ہوں امداد کر
دعا جلد میری یہ ہو مستجاب
علی ہو تیرے فضل سے کامیاب
وہ ہو کامیابی جو ہو باسند
ہو ایسی سند جو کہ ہو مستند
نہ ہو فکر کوئی نہ رنج و تعب
تمنائیں بر آئیں میری یہ سب
خطاؤں پہ ان کے نہ کر تو نظر
یہ بندے ہیں تیرے تو ہی رحم کر
جہاں میں سدا دونوں پھولیں پھلیں
سدا یہ شریعت پہ قائم رہیں
یہ سب بہن بھائی رہیں شاد کام
جہاں میں ہو اقبال ان کا غلام
خزاں میں جو ہے آج فصل بہار
یہ سب فضل تیرا ہے پروردگار
یہ فصل بہاری رہے تا حیات
ہو بہتر حیات اور ممات

قابل رشک

عزیزی علی سلمہ

دعاہا۔ تمہارا خط آیا۔ میں بالکل انتظار کر کے تھک کر بیٹھ گئی تھی، جیسے ہی تمہارا خط ملا۔ بے حد خوشی ہوئی، علی مجھے خدا کی رحمت سے یہ امید قوی ہے کہ تم کسی کے کوئی مرتبے اور کامیابی کا اثر نہ لو گے، کیونکہ یہ دنیا عام ہے اور فنا ہونے والی ہے، قابل رشک وہ ہے جو ہزاروں میں ایک کو ملے اور پھر خدا کی طرف سے ہو

قسمت کیا ہر شخص کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

تمہیں اس پر فخر کرنا چاہئے نہایت ہمت اور قوت سے کام کرنا چاہئے خدا سے دعا کرتی ہوں کہ تمہیں اس سے دلچسپی پیدا کرتا رہے کہ تمام خوبیوں پر ترجیح دیتے رہو اگر تمہیں ججی یا اور کوئی مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو عام ہے تو مجھے اس کے ساتھ ہزار خطرے پیش نظر رہتے اس نے مجھے تمام برائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے ایسی بہتر صورت پسند کی وہ خود حافظ ونگہبان ہوگا میری فکر کی کوئی ضرورت نہ تھی بجائے فکر کے میرے دل کو ہر وقت وہ خوشی حاصل ہوتی ہے جو کسی ذی مرتبہ کو حاصل نہیں تم جس قدر فخر کرو کم ہے۔ (تمہاری والدہ)

تبلیغ میں ترقی کرتے رہو

عزیزی سلمہ۔

دعاہا۔ تمہارا خط ملا اطمینان اور خوشی ہوئی کہ تمہیں ناشتہ وغیرہ سے آرام ہے۔ ندوہ میں زیادہ رہنے کے عہد وخلاف تو ہیں اگر وہ اس کے مخالف نہیں تو بہتر ہے تم خود سمجھ سکتے ہو تبلیغ میں کوشش کرتے رہو کہ ترقی ہو۔ ابتداء میں جو جوش اور شوق تھا تمہیں اور کوئی بھی اس میں کچھ کمی معلوم ہوتی ہے یہ ضرور ہے کہ ابتدائی حالت نہیں رہ سکتی مگر

سلسلہ جاری رہے۔ شوق بھی بڑھتا رہے گھر کا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تم سے وہ کام کروائے جو اپنے نیک اور مقبول بندوں سے کروائے ہیں اور تکبر و غرور اور ریا سے بچائے اور تمہاری ترقی اور کامیابی قابل رشک ہو۔ آمین، اللہ تعالیٰ میری سب دعائیں قبول کرے۔ آمین۔ (تمہاری والدہ ۱۳۷۶ھ خواتین اور دین کی خدمت)

مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ محترمہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں چھوٹا سا تھا والدہ صاحبہ مجھے اپنے پاس دوپہر کو دوسری چارپائی پر لٹالیا کرتی تھیں اور دینی کتابیں پڑھتی رہتی تھیں اور اکثر دینی کتابوں کو پڑھتے ہوئے روتی رہتی تھیں آنسو جاری رہتے تھے ایسی خداترس نیک صالح والدہ محترمہ کی آغوش تربیت میں بچپن میں آپ نے آنکھ کھولی۔ (حیات مسیح الامت)

دیندار علم کی قدردان عورت کا واقعہ

حضرت مولانا ابرار الحق برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی تھے ان کے والد صاحب خود عالم تھے پڑھاتے تھے جس کی وجہ سے یہ گھر ہی میں رہتے اور والد صاحب سے پڑھتے تھے بڑے ہو گئے شادی ہو گئی پڑھنے میں بے توجہی کرتے تھے ایک دن ان کے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رونے لگے اور کہنے لگے میری تمنا تھی کہ تم عالم ہوتے لیکن یہاں رہ کر تم پڑھ نہیں سکو گے، وہ سہارن پور کا سفر کر چکے تھے غالباً وہ سہارن پور یا دیوبند کے پڑھے ہوئے بھی تھے اس لئے انہوں نے فرمایا کہ تم سہارن پور یا دیوبند میں جاؤ تو پڑھ سکتے ہو اسی میں میری عین خوشی ہے اس بات سے ان کے دل پر چوٹ لگی اور تیار ہو گئے، بیوی کے لئے انہوں نے سوچا کہ پتہ نہیں کیا ہو۔ کیا حالات پیش آئیں کب واپسی ہو تو انہوں نے بیوی کو طلاق رجعی دی اس نے کہا کہ مسئلہ کے لحاظ سے مجھ کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ میں عدت کے بعد دوسرا نکاح

کرلوں۔ مگر آپ کا انتظار کروں گی جب آپ پڑھ کر آئیں گے تو آپ سے دوبارہ نکاح کرلوں گی۔

دیکھا آپ نے جس ماں کا ایک بیٹا ہو جوان بیٹا ہو دین کی خاطر ایسی قربانی دے کہ جاؤ بخارا سے سہارن پور پڑھنے کے لئے۔ (اصول الفلاح)

﴿مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی والدہ محترمہ﴾

مولانا لکھتے ہیں میری والدہ ماجدہ مزاج کی نیک ہمدرد غریب پرور اور بڑی فیاض تھیں گھر میں جو کچھ آتا بانٹ دیتیں اور بچا بچا کر رکھنا تو جیسے جانتی ہی نہ تھیں بارہا ایسا ہوا کہ ہم لوگوں کو حصہ بس واجبی ہی سا ملا اور ہم لوگ کہ ان کی اولاد تھے جھنجھلا کر رہے۔ ایسا بھی ہوا کہ خاصے کی چیز اٹھا کر کسی غریب پڑوسن یا عزیز کے یہاں بھیج دی اور خود موٹی جھوٹی پر گزر کرلی۔ عفت و حیاداری کے جس ماحول میں ساری زندگی گزاری اس کا اب سمجھ ہی میں آنا مشکل ہے، شرمیلی اتنی تھیں کہ اپنی ہی سی شریف و معزز لیکن اجنبی بیبیوں سے ملنے میں جھجکتیں ان سے باقاعدہ پردہ کرتیں۔ (بڑوں کا بچپن)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ محترمہ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ محترمہ سادات میں سے تھیں اور غالباً وہ بھی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھیں بیوہ ہوجانے کے بعد تاحیات اپنے سعادت مند بیٹے کے ساتھ رہیں لکھنا پڑھنا نہ جانتی تھیں مگر نماز، روزہ اور عبادات کا بڑا اہتمام فرماتی تھیں ضروری کاموں سے فراغت کے بعد بیشتر وقت ذکر اور نماز کے انتظار میں گزارتیں سامنے گھڑی رکھی رہتی اور ان کی نظریں بار بار اس کی طرف اٹھتی رہتی تھیں جب بینائی بہت کمزور ہوگئی تو ہم میں سے جو بھی سامنے سے گزرتا اس سے پوچھتی رہتی بیٹے کیا بجا ہے اذان میں کتنی دیر ہے۔ کثرت ذکر کی وجہ

سے آخری حیات میں یہ حال ہو گیا تھا باتیں کر رہی ہوں، یا خاموش لیٹی ہوں، ہر سانس کے ساتھ اندر سے خود بخود اللہ اللہ کی آواز آتی رہتی تھی، جس کا احساس انکو ہو یا نہ ہو مگر ہم سب اہل خانہ ہمیشہ اس کا مشاہدہ کرتے تھے ہم سب بچوں کو بزرگوں کے واقعات بڑے دلچسپ انداز سے سنایا کرتی تھیں پاکستان تشریف لانے کے بعد یہاں تقریباً گیارہ سال حیات رہیں ۱۳۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ (حیات مفتی اعظم)

مجھے تو بس تیری رضا چاہئے

بنی اسرائیل کے قصوں میں ہے کہ ایک عابد نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ایک مدت تک کی۔ اس کو خواب میں دکھلایا گیا کہ فلاں بکریاں چرانے والی عورت جنت میں تیری رفیق ہوگی عابد نے اٹھ کر اس عورت کا نشان پوچھ کر اس کو تلاش کیا اور تین دن اس کے یہاں مہمان رہے تا کہ اس کا عمل دیکھیں۔

عابد خود تو رات کو کھڑے رہتے اور وہ لیٹ کر سو جاتی۔ دن کو یہ روزہ رکھتے اور وہ افطار کرتی اس سے پوچھا کہ تیرا عمل اس کے سوا اور کچھ بھی ہے عورت نے کہا اور تو کچھ بھی نہیں یہی ہے جو تم نے دیکھا میں تو اپنے آپ میں اور کچھ نہیں جانتی یہ کہتے رہے کہ بھلا یاد کر کے کہو کوئی اور بات بھی ہے۔

اس نے کہا ایک چھوٹی سی خصلت مجھ میں اور ہے وہ یہ ہے کہ اگر میں سختی میں ہوتی ہوں تو اس امر کی تمنا نہیں ہوتی کہ تندرستی میں ہو جاؤں اور اگر دھوپ میں ہوں تو سایہ کی متمنی نہیں ہوتی۔

یہ سن کر عابد نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ چھوٹی سی خصلت ہے یہ تو ایسی بڑی خصلت ہے جس سے عابد عاجز ہیں۔ (قصص الاولیاء)

ثواب کی لذت نے درد کی تلخی دور کر دی

روایت ہے کہ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بی بی پھسل کر گر پڑیں اور ناخن

ٹوٹ گیا آپ ہنس پڑیں کسی نے پوچھا آپ کو درد نہیں معلوم ہوتا جواب دیا کہ ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تلخی دور کر دی ہے۔ (قصص الاولیاء)

﴿ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے﴾

حضرت رابعہ عدویہ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہے جو ہم کو ہمارے حبیب کا پتہ بتائے، ان کی خادمہ (خدمت کرنے والی) نے کہا کہ ہمارا حبیب (دوست، محبوب) ہمارے ساتھ ہے مگر دنیا نے اس سے علیحدگی کر رکھی ہے۔ (قصص الاولیاء)

﴿حضرت حبیبہ عدویہ کے مجاہدات ومناجات﴾

حضرت حبیبہ عدویہ کا معمول تھا کہ جب نماز عشاء پڑھ لیتی تو اپنی چھت پر چڑھ جاتیں اور کرتہ اور دوپٹہ خوب کس کر کہتیں کہ الٰہی ستارے چمک پڑے اور آنکھیں سو گئیں بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے ہر ایک حبیب اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا۔ اب میں تیرے سامنے کھڑی ہوں پھر نماز پڑھتی رہتیں جب فجر ہو جاتی تو کہتیں کہ الٰہی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہو گیا مجھے پتہ نہیں کہ تو نے مجھ سے یہ رات قبول فرمائی یا نہیں، اگر مجھے قبولیت کا پتہ چل جاتا تو میں خود مبارک باد دیتی یا تو نے منظور نہیں کی تو خود سے تعزیت کروں۔ قسم ہے تیری عزت کی جب تک تو مجھ کو باقی رکھے گا اپنا طریقہ یہی رکھوں گی، اور اگر تو نے اپنے دروازے سے مجھ کو جھٹک دیا تو میں ہرگز نہ ٹلوں گی، اس لئے کہ میرے جی میں تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہے۔
(قصص الاولیاء)

﴿اخیر شب کی سسکیاں﴾

حضرت عجرہ نابینا تھیں، رات بھر جاگتیں جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک سے کہتیں کہ عابدوں نے تیرے ہی لئے تاریکی شب کو بسر کیا تیری رحمت اور فضل و مغفرت کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ الٰہی میں تیرے ہی ذریعہ سے تجھ سے سوال

کرتی ہوں کسی اور کے ذریعہ سے نہیں مانگتی کہ تو مجھ کو سابقین اول کے زمرہ میں کر دے اور مجھ کو علیین میں مقربوں کے درجہ تک پہنچا دے اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے تو میرا کریم ارحم الراحمین اور اکرم المکرّمین اور سب بڑوں کا بڑا ہے۔

پھر سجدہ کے لئے ایسی جگہ گرتیں کہ اس کے دھماکے کی آواز سنائی دیتی پھر صبح تک دعا مانگتیں اور روتی رہتیں۔ (قصص الاولیاء)

﴿نور ایماں جب دل میں آشکارا ہوا﴾

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی جس کے پاس حسن کا تہائی حصہ تھا جب تک سو دینار نہ لے لیتی کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیتی۔ اسے ایک عابد نے دیکھا اور اس پر عاشق ہو گیا اور محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کئے پھر اس عورت کے پاس آیا اور کہا تیرا حسن مجھے بھا گیا تھا میں نے محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کر لئے ہیں اس نے کہا لے آؤ۔ وہ شخص اس کے یہاں پہنچا اس کا ایک سونے کا تخت تھا جس پر وہ بیٹھا کرتی تھی اسے بھی اس نے اپنے پاس بلایا جب عابد آمادہ ہوا اور اس کے پاس جا بیٹھا تو ناگاہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہونا یاد آ گیا اور فوراً اس کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور کہا مجھے جانے دو سو دینار تیرے ہی ہیں۔ اس نے کہا تجھے کیا ہو گیا تو نے اتنی مشقت سے دینار جمع کئے، جب مجھ پر قادر ہوا تو یہ حرکت کی۔ عابد نے کہا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خوف طاری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کا اندیشہ غالب آ گیا میرے دل میں تیری عداوت پیدا ہو گئی اب تو "ابغض الناس" ہے میرے نزدیک۔

اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو میرا شوہر بھی تیرے سوا کوئی نہیں ہو سکتا اس نے کہا مجھے نکل جانے دو اس عورت نے کہا مجھ سے نکاح کرنے کا وعدہ کر جاؤ۔ کہا عنقریب ہو جائے گا۔ پھر سر پر چادر ڈالی اور اپنے شہر کو چلا گیا۔

وہ عورت بھی توبہ کر کے اس کے پیچھے اس شہر کو روانہ ہوئی اس شہر میں پہنچ کر لوگوں سے عابد کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے اسے بتایا۔

اس عورت کو ملکہ کہتے تھے عابد سے بھی کسی نے کہا کہ تمہیں ملکہ تلاش کرتی پھرتی ہے انہوں نے جب اسے دیکھا تو ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی وہ عورت ناامید ہوگئی پر اس نے کہا یہ تو مر ہی گئے ان کا کوئی رشتہ دار بھی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس کا بھائی بھی فقیر آدمی ہے کہنے لگی اس کے بھائی کی محبت کی وجہ سے اس سے نکاح کروں گی، چنانچہ اس سے نکاح کیا جس سے سات لڑکے پیدا ہوئے سب کے سب نیک بخت صالح تھے۔ (خوش نصیب دیندار)

نور ایماں جب دل میں آشکا را ہوا
تیرے خوف سے جگر میرا پارا پارا ہوا

ایک صالحہ لونڈی کی حکایت

حضرت سری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت کے واسطے ایک لونڈی خریدی ایک مدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت مجھ سے پوشیدہ رکھتی تھی اس کی ایک خاص محراب تھی جس میں وہ نماز پڑھتی تھی ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات کرتی ہے میں نے سنا کہ وہ کہتی ہے۔

آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو کہ میرے ساتھ ہے فلاں فلاں کام کر دیں اس وقت میں نے چلا کر کہا اے عورت! یوں مت کہہ بلکہ کہہ کہ میری محبت کے وسیلہ سے جو مجھے تجھ سے ہے۔ کہا اے میرے آقا! اگر اسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ رکھتا۔

تیرے بغیر مولی اگر زندگی کی خواہش ہو
خدا کرے کہ وہ زندگی مجھے راس نہ آئے

جب صبح ہوئی تو میں نے اسے بلا کر کہا۔ تو میری خدمت کے لائق نہیں ہے بلکہ اپنے بڑے مالک کی خدمت کے قابل ہے جا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد ہے۔

پھر کچھ چیزیں اس کے ساتھ کر کے اسے روانہ کر دیا تا کہ مکمل آزادی حاصل ہو اور اس کی جدائی پر مجھے ندامت ہوئی۔ (قصص الاولیاء)

جام وصہبا کی مجھے فکر نہیں

ابی عامر واعظ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لونڈی کو دیکھا جو بالکل ادنی قیمت پر بیچی جاتی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو اس کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے اور رنگ زرد ہو رہا تھا میں نے رحم کر کے اسے خریدا اور کہا ہمارے ساتھ بازار میں چلو۔ رمضان کے واسطے کچھ ضروری چیزیں خریدیں۔

اس نے کہا اس اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے ہیں اور دنیا کا کوئی شغل مجھ کو نہیں دیا ہے۔

وہ دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات بھر نماز پڑھتی تھی جب عید قریب آئی تو میں نے کہا صبح تڑکے ہمارے ساتھ بازار چل عید کے لئے ضروری سامان خریدیں گے اس نے کہا اے میرے آقا! تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو۔ پھر اندر جا کر نماز میں مشغول ہوگئی اور ایک آیت پڑھتی رہی حتی کہ اس آیت پر پہنچی۔ "ویسقی من ماء صدید" یعنی اہل دوزخ کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا اس آیت کو مکرر پڑھتی تھی اور ایک چیخ ماری اور اس دنیا سے مفارقت کر گئی۔ (قصص الاولیاء)

مبارک قدم اور سچی زبان

ایک صاحب علم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے پاس ایک لونڈی حسینہ حیادار آیا کرتی تھی اکثر اوقات شریعت اسلام کے احکام پوچھا کرتی اور دین کی باتیں دریافت کرتی میں اس کی باتوں کا جواب دیتا اور نرمی سے پیش آتا اور اس کا جمال پردے اور

پوشیدگی کی جانب مائل تھا اس کی روش اور اس کا جمال مجھے بھلا معلوم ہوتا تھا۔

ایک مدت کے بعد ایک روز میں بازار جارہا تھا میری نگاہ اسی لونڈی پر پڑی ایک شخص اس کا ہاتھ پکڑے کہہ رہا تھا۔

کون اس عیب دار لونڈی کو مول لیتا ہے۔

میں نے لونڈی سے کہا کیا تو وہ نہیں ہے جو مجھ سے دین اور شریعت اسلام کی باتیں پوچھا کرتی تھی۔

اس نے سر جھکالیا اور اشارہ سے کہا ''ہاں''۔

میں نے اس مرد سے کہا کہ لونڈی کو چھوڑ دے اس نے جواب دیا کہ اے سردار مجھ کو یہ قدرت نہیں ہے اس لونڈی کا مالک مجوسی ہے اس لونڈی نے اس کو غضب ناک کیا ہے۔

ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس لونڈی کا مالک آن پہنچا میں نے آگے بڑھ کر اس سے کہا کہ اپنی لونڈی کا حال بیان کرو اور جو بات اس کی تم کو ناپسند ہے وہ ظاہر کرو۔

راوی کا بیان ہے کہ مالک نے کہا وہ شخص مجوسی ہے آگ اور روشنی کی عبادت کرتا ہے اور کہا کہ میں نے اس لونڈی کو پسند کیا تھا اس کی عقل اور خوبصورتی دیکھ کر خریدا تھا اور بہت قیمت خرچ کی اور اس کو دیکھتا تھا کہ ہمارے معبود کی بہت عبادت و تعظیم محبت کے ساتھ کرتی تھی۔ ایک رات ایک شخص تمہارے مذہب والا ہمارے یہاں آیا اور تمہاری کتاب سے کچھ پڑھا اس لونڈی نے سنتے ہی چیخ ماری ہم لوگوں کو دہشت ہوئی اور لونڈی حیران تھی ہم اس سے پوچھتے تھے کچھ جواب نہ دیتی تھی۔

اس نے ہم کو چھوڑا ہمارے معبودوں کی عبادت ترک کی ہمارا کھانا کھانے سے انکار کیا جب رات ہوئی تو تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہم نے بہت منع کیا مگر باز نہ آئی اس کی رونق جمال جاتی رہی اور حالت بدل گئی ہم کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اور نہ اس کو اس حال سے پھیرنے کی طاقت ہے اب میں نے اس کے بیچنے کا

ارادہ کیا ہے۔

میں نے اس لونڈی سے پوچھا۔

کیا ایسا ہی ہے۔ اس نے سر کے اشارے سے کہا ''ہاں''

میں نے اپنے دل میں کہا کہ بوجہ جہل کے اس کو عیب لگاتا ہے پھر میں نے لونڈی سے پوچھا۔

کونسی آیت تجھ کو پڑھ کر سنائی تھی۔

کہا ''فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ'' یعنی ''اللہ کی طرف رجوع کرو میں تم کو ڈرانے والا ظاہر ہوں اور اللہ کی عبادت میں دوسرا معبود شریک نہ کرو میں تم کو اس سے ڈرانے والا ہوں۔''

لونڈی نے کہا جب سے میں نے یہ آیت سنی ہے میں بے صبر ہوگئی اور جو حالت تم دیکھتے ہو پیدا ہوگئی۔

میں نے کہا کہ اگر تمام آیت تجھ کو سناؤں تو کیا ہو لونڈی نے کہا اگر تم اچھی طرح پڑھ سکتے ہو تو پڑھو میں نے باقی آیتیں پڑھیں ''اِنَّ اللّٰـہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْـمَتِیْنِ'' تک اس نے کہا خوب پڑھا جس امر کا اللہ ضامن ہوا تجھ کو کافی ہے۔ پھر میں نے اس کے مالک سے کہا۔

کیا تم اس کی قیمت مجھ سے لیتے ہو!

اس نے کہا۔ اس کی بڑی قیمت ہے اور میرا ایک چچازاد بھائی اس سے محبت رکھتا ہے مجھ سے لینا چاہتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس کو ان خیالات سے جو پیش آئے ہیں پھیر دے گا اور وہ مجوسی مذہب کا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ ہم سے باتیں کر رہا تھا کہ اس کا چچازاد بھائی آ گیا اور کہا کہ میں اس کو اس کے دین سے پھیر دوں گا مالک نے اس کے حوالے کر دیا جب لونڈی کو یہ معلوم ہوا تو اس نے مجھ سے کہا۔

اے شیخ اب تو اس کی کوئی بات نہ سن میری اس کی ضرور بڑی شان ہوگی خداوند کریم تجھ کو اس کی اطلاع دے گا۔

بعد ایک مدت کے میں نے دیکھا کہ وہ مجوسی جو لونڈی کو لے گیا تھا ہمارے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا ہے میں نے اس سے کہا۔

کیا تم اس لونڈی کے مالک نہیں۔

کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا۔ اب کیا خبر ہے۔ کہا۔ اچھی خبر ہے۔

میں وہ لونڈی اپنے گھر لے گیا۔ کسی کام کو گھر سے نکلا۔ جب گھر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس لونڈی نے ایک کرسی بچھائی اور خود اس پر بیٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی وحدانیت بیان کر رہی ہے اور میرے گھر والوں کو آگ کی عبادت سے ڈراتی ہے اور منع کرتی ہے جنت کی تعریف کر رہی ہے میں ڈرا کہ یہ ہمارا دین بگاڑ دے گی۔ میں نے دل میں کہا کہ میں تو اس کو اس نیت سے لایا ہوں کہ اس کا دین بگاڑوں مگر یہ تو ہمارا دین مٹانے لگی میں نے اس کا حال اپنے ایک دوست سے بیان کیا اور اس سے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے! اب میں کیا کروں!

اس نے کہا اس کے پاس کچھ مال امانت رکھ دو اور اس سے پوشیدہ لے لو پھر اس سے طلب کرو وہ دینے سے عاجز ہوگی تم کو اس کے اوپر حجت ہوگی پھر اس کو خوب مارنا۔

مجوسی کہتا ہے کہ میں نے اس کے پاس ایک تھیلی پانچ سو درہم کی امانت رکھی وہ حسب عادت اپنی نماز میں مشغول ہوئی میں نے وہ تھیلی لے لی اس کو کچھ خبر نہ ہوئی پھر میں نے اس سے طلب کی جس جگہ تھیلی رکھی تھی وہ فوراً کود کر وہاں سے نکال لائی اور میرے حوالہ کر دی مجھ کو اس بات سے تعجب ہوا میں نے جی میں کہا میں تھیلی نکال لایا اور یہ تو دوسری تھیلی ہے اب آنکھوں سے دیکھ کر ہرگز شک نہیں کہ جس خدا کی یہ عبادت کرتی ہے اس کی بڑی قوت ہے میں اس کے خدا پر ایمان لایا اور میرا دوست اور سب گھر والے میرے مسلمان ہو گئے اور اس لونڈی کو حسب

خواہش اس کے چھوڑ دیا۔

وہ ہمیشہ محبت خدا کو چھپائے رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حال لوگوں پر ظاہر فرما دیا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔ (قصص الاولیاء)

﴿ تیرے حق کی قسم میرا دل کبھی تجھ سے نہیں پھرے گا ﴾

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شب مجھ کو نیند نہ آئی نہایت درجہ بے چین ہوا میں آنکھ تک بند نہ کر سکا باوجودیکہ اس شب کو تہجد سے بھی محروم رہا جب فجر کی نماز پڑھ چکا گھر سے نکلا کس طرح مجھ کو قرار نہ تھا۔ پھر میں جامع مسجد میں ٹھہر گیا اور ایک واعظ کا وعظ سننے لگا تاکہ کچھ دل کو راحت ہو میں نے اپنے دل کو پایا کہ سختی اس کی بڑھتی جاتی ہے۔

میں وہاں سے چل دیا دوسرے واعظ کے پاس ٹھہرا وہاں بھی دل کا اضطراب کم نہ ہوا پھر میں نے اپنے جی سے کہا دل کے طبیبوں کے پاس جاؤں اور جو لوگ محبت کو محبوب کی راہ بتاتے ہیں ان سے ملوں پھر بھی میرے دل کو قرار نہ ہوا اور سختی بڑھتی گئی پھر میں نے سوچا اب کوتوالی میں جاؤں اور وہاں لوگوں کو سزا پاتے دیکھ کر شاید کچھ عبرت ہو۔ مگر وہاں بھی دل کی سختی کم نہ ہوئی پھر میں نے کہا، چلوں قید خانہ کو شاید ان لوگوں کو جو مبتلائے عذاب ہیں دیکھ کر دل ڈرے۔

جب میں قید خانہ میں داخل ہوا اپنے دل کو پایا کہ کھل گیا اور میرا سینہ کشادہ ہوا ایک لونڈی خوبصورت قیمتی اوڑھنی اوڑھے نظر آئی۔ اس کے پاس سے عطر کی خوشبو آتی تھی پاک نظر نیک دل تھی ہاتھوں میں ہتھکڑی پاؤں میں بیڑی پڑی ہوئی تھی جب مجھ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں کہ بغیر گناہ کئے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر گردن میں لٹکا دی اور ان ہاتھوں نے نہ کبھی خیانت کی نہ چوری کی میرے پہلو میں

جگر ہے میں جانتی ہوں وہ جل گیا قسم تیرے حق کی اے دل کی مراد میں سچی قسم کھاتی ہوں اگر تو میرے دل کے ٹکڑے کر ڈالے تیرے حق کی قسم ہے کبھی تجھ سے نہ پھرے گا شیخ سری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے داروغہ سے دریافت کیا یہ کون ہے اس نے کہا لونڈی ہے دیوانی ہوگئی اس کے مالک نے یہاں قید کیا ہے تا کہ درست ہو جائے جب اس لونڈی نے داروغہ کا کلام سنا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے شیخ سری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے وہ باتیں سنیں جنہوں نے مجھ کو بے چین کر دیا۔ مجھ کو غم دیا رلایا جب لونڈی نے میرے آنسو دیکھے تو کہا۔

اے سری یہ تمہارا رونا اس کی صفت سن کر ہی ہے کیا حال ہوا گر تم اس کو پہچان لو۔ پھر ایک ساعت وہ بے ہوش رہی جب ہوش آیا میں نے کہا اے لونڈی جواب دیا لبیک اے سری میں نے کہا تو نے مجھے کیسے پہچانا۔

کہا جب سے مجھ کو معرفت حاصل ہوئی جاہل نہیں رہی اور جب سے خدمت کی سست نہ ہوئی اور جب سے وصل ہوا جدا نہ ہوئی اور درجہ والے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

میں نے کہا تجھ سے سنا کہ تو محبت کرتی ہے تیرا دوست کون ہے کہا جس نے اپنے مجنوں کے ساتھ مجھ کو معرفت دی اور اپنی بڑی عطا کے ساتھ سخاوت کی وہ دلوں کے پاس ہے محب وطالب کا دوست ہے سنتا اور جانتا ہے پیدا کرنے والا حکمت والا سخی کریم بخشنے والا رحیم ہے۔

میں نے پوچھا تجھ کو یہاں کس نے قید کیا کہا حاسدوں نے۔ باہم مدد کی اور قول وقرار کیا پھر وہ بآواز بلند چلائی میں نے خیال کیا کہ اس نے زندگی چھوڑ دی پھر یہ ہوش میں آئی۔

شیخ سری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے داروغہ مجلس سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو اس نے چھوڑ دیا میں نے اس سے کہا۔

جہاں تیرا دل چاہے چلی جا۔

کہا اے سری رحمہ اللہ تعالیٰ میں کہاں جاؤں اسے چھوڑ کر میرا کدھر راستہ ہے میرے دل کے دوست نے اپنے مملوک کو میرا مالک بنادیا اگر میرا مالک راضی ہوگا چلی جاؤں گی ورنہ صبر کروں گی۔

میں نے کہا خدا کی قسم یہ تو مجھ سے زیادہ عقل مند ہے میں اس حال میں اس سے باتیں کررہا تھا کہ اس کا مالک آ گیا اور داروغہ سے پوچھا تحفہ (اس کی لونڈی) کہاں ہے۔

کہا اندر ہے اور اس کے پاس شیخ سری سقطی بیٹھے ہیں۔

مالک یہ سن کر بہت خوش ہوا اندر آیا مجھ کو مرحبا کہا اور میری تعظیم کی میں نے اس سے کہا۔

یہ لونڈی بہ نسبت میرے تعظیم کی زیادہ مستحق ہے اس کی کیا حرکت تجھ کو ناپسند ہے مالک نے کہا۔

بہت سی باتیں ہیں نہ کھائے نہ پیئے بے عقل نہ خود سوئے نہ ہم کو سونے دے ہر وقت متفکر رہتی ہے ذرا سی بات پر فوراً رو دے آہ و نالے سے کام ہے سدا رویا کرتی ہے اور یہی میری پونجی ہے میں نے اپنا تمام مال بیس ہزار درہم دے کر اس کو مول لیا ہے اور امید کی تھی کہ نفع حاصل ہوگا کیونکہ حسن و جمال کے علاوہ یہ اور کام بھی جانتی ہے۔

میں نے پوچھا اور کیا کام کرتی ہے۔

کہا گانا جانتی ہے۔

میں نے پوچھا۔ کتنی مدت سے یہ مرض اس کو ہے۔

کہا۔ ایک برس سے۔

کہا۔ ایک مرتبہ عود لئے گا رہی تھی دفعۃً عود توڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور روئی چلائی میں نے اس کو انسان کی محبت کی تہمت لگائی پھر اس کی تحقیقات کی مگر کچھ علامت و نشان نہ پایا۔

پھر میں نے لونڈی سے پوچھا کیا ایسا ہی معاملہ ہے لونڈی نے زبان تیز اور جلے دل سے جواب دیا۔

پھر میرے دل سے اللہ نے مجھ کو خطاب کیا۔ میرا وعظ میری زبان پر تھا مجھ کو بعد دوری کے قریب کیا اور اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو خاص منتخب کیا جب میں یہ رضا و رغبت بلائی گئی میں نے قبول کیا اور لبیک اپنے بلانے والے کے جواب میں کہی جو کچھ گناہ مجھ سے سابق میں ہوئے تھے میں ان سے ڈری مگر محبت نے خوف دفع کر کے آرزوؤں میں ڈال دیا۔

شیخ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے مالک سے کہا کہ میرے ذمہ اس کی قیمت ہے اور میں زیادہ دوں گا۔ مالک چلایا اور کہا "ہائے محتاجی تیرا برا ہو تم تو ایک مرد فقیر ہو اس لونڈی کی قیمت کہاں پاؤ گے۔"

میں نے کہا۔

جلدی نہ کرو تم یہیں رہو میں اس کی قیمت لاتا ہوں۔

پھر وہاں سے چل دیا غمگین روتا ہوا قسم خدا کی میرے پاس لونڈی کی قیمت ایک درہم بھی نہ تھا تمام رات خدا کی درگاہ میں روتا رہا اور خوشامد و عاجزی کرتا رہا اور اس سے دعا مانگتا تھا تمام رات آنکھ نہ جھپکی اور کہتا تھا خداوندا تو ظاہر و باطن خوب جانتا ہے میں نے تیرے فضل پر اعتماد کیا مجھ کو فضیحت نہ کرنا اس لونڈی کے مالک کے روبرو شرمندہ نہ ہوں اسی حال میں عبادت خانہ میں بیٹھا دعا مانگ رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا۔

دروازہ میں کون ہے۔

کہا دوستوں میں سے ایک دوست ہے کسی سبب سے آیا ہے خدائے مہربان کا حکم اس کو یہاں لایا ہے۔

میں نے دروازہ کھولا ایک شخص چار غلام اس کے ہمراہ شمع لئے پھر اس آنے

والے نے کہا اے استاذ مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے۔

میں نے کہا ''آ ؤ''

وہ شخص اندر آیا میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا احمد بن مثنیٰ ہوں مجھ کو ایسے شخص نے دیا ہے کہ وہ دیتے وقت بخل نہیں کرتا میں آج کی رات سو رہا تھا کہ ہاتف غیبی نے پکار کر کہا پانچ توڑے اشرفیاں سری کے پاس لے جا ان کا دل خوش ہو اور وہ تحفہ کو مول لیں کیونکہ ہم کو تحفہ کے حال پر مہربانی ہے۔

میں نے اللہ تعالیٰ کے شکر میں سجدہ کیا اس نے مجھے یہ نعمت عطا کی اور فجر کا انتظار کرنے لگا جب صبح کی نماز ادا کی احمد کا ہاتھ پکڑ کر قید خانہ لے گیا لونڈی کا محافظ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا مجھ کو دیکھ کر کہا۔

مرحبا آیئے اللہ کے نزدیک اس لونڈی کے واسطے مہربانی ہے رات کو ہاتف نے مجھ سے پکار کر کہا۔

شیخ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تحفہ نے جب ہم کو دیکھا اس کے آنسو ڈبڈبا آئے اور کہا۔

تم نے مجھ کو سب لوگوں میں مشہور کر دیا۔

اسی حال میں تحفہ کا مولیٰ (مالک) آ گیا۔ روتا ہوا دل غمگین رنگ فق میں نے کہا مت رو جس قدر تم نے اس کی قیمت دی ہے میں لایا ہوں اور پانچ ہزار نفع دوں گا۔

اس نے کہا۔ نہیں خدا کی قسم۔

میں نے کہا۔ دس ہزار نفع لے لو۔

کہا نہیں خدا کی قسم نہ لوں گا۔

میں نے کہا قیمت کے برابر نفع لے لو۔

کہا اگر تمام دنیا اس کے عوض دو گے تو بھی نہ قبول کروں گا۔ تحفہ اللہ کے واسطے آزاد ہے۔

میں نے کہا کیا حال ہے؟

جواب دیا رات کو مجھے سخت تنبیہ اور جھڑکی دی گئی میں تمام حال چھوڑ کر اللہ کی طرف بھاگا ہوں خدایا تو کشائش کے ساتھ میرا کفیل ہو اور میرے رزق کا ضامن ہو۔

پھر ابن مثنیٰ میری طرف متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا وہ رو رہا تھا میں نے کہا تم کیوں روتے ہو۔ اللہ سے تم کو کیا فائدہ حاصل ہوا۔

اس نے کہا اپنے قرب سے انس دیا غیر سے مجھ کو وحشت دی پھر میں نے کہا ابن مثنیٰ مر گئے۔

کہا: اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے میرے مولی نے ان کو وہ کرامات عطا کئے ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان سے سنا جنت میں ان کی جگہ میرے پڑوس میں ہے۔

پھر میں نے کہا تمہارا مالک جس نے تم کو آزاد کیا ہے میرے ساتھ ہے یہ سن کر تحفہ نے کچھ دعا مخفی مانگی میرے دیکھتے ہی دیکھتے تحفہ کعبہ کے روبرو مردہ نظر آئی جب اس کے مالک نے اس کو مردہ دیکھا اپنے کو سنبھال نہ سکا منہ کے بل گر پڑا میں نے پاس جا کر ہلایا وہ بھی دنیا سے کوچ کر چکا تھا پھر میں نے دونوں کے غسل وکفن سے فراغت کر کے دونوں کو دفن کر دیا۔ (ان پر خدا کی رحمت ہو)۔ (مثالی خواتین)

دل کی آنکھیں

ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس کے صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ ایک آواز میرے کان میں پڑی کوئی کہتا ہے اے بیحد و بے انتہا نعمتوں والے اور اے جود اور حقیقی بقاء والے میری قلبی نگاہ کو اپنے میدان جبروت میں جولانی دے کر نفع مند کر اور میری ہمت کو اپنے لطف کے متصل فرما اور اے رؤف اپنے جلال کے صدقہ مجھ کو متکبرین اور سرکشوں کی راہوں سے پناہ دے اور تنگی اور فراخی

دونوں حالتوں میں مجھے اپنا خادم اور طالب رکھ اور اے میرے دل کے روشن کرنے والے اور میرے مطلوب حقیقی میرے قصہ میں تو ہی میرے ساتھ رہ۔

ذوالنون فرماتے ہیں کہ اس عجیب مضمون کو سن کر آواز کے پیچھے ہولیا شدہ شدہ معلوم ہوا کہ وہ ایک عورت کی آواز تھی جو ریاضت و مجاہدات کی آگ سے جل کر مثل سوختہ آتش ہوگئی تھی اور بدن پر اس کے ایک اون کا کرتہ اور سر پر بالوں کا دوپٹہ تھا مشقت نے اسے بالکل لاغر کر بنا کر رکھ دیا تھا اور اندوہ نہانی نے فنا کر دیا تھا اور عشق الٰہی کی آگ نے پگھلا دیا تھا میں نے قریب جا کر کہا السلام علیکم۔

جواب ملا۔ وعلیکم السلام اے ذوالنون۔

میں نے تعجب سے کہا ''لا الہ الا اللّٰہ'' تو نے میرا نام کس طرح جانا تو نے آجکے سوا مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

کہا ذوالنون میرے محبوب حقیقی نے اسرار کر کے پردے مجھ سے اٹھا دیئے ہیں اور قلب سے اندھا پن کھودیا اس لئے مجھے تیرا نام معلوم ہوگیا۔

ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا تو اپنی مناجات پھر کہہ یہ سن کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا۔

اے نور اور رونق والے میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ جس شے کے شکر کو میں اوراک کرتی ہوں اسے مجھ سے علیحدہ کردے کیونکہ میں اس زندگی سے بہت متوحش ہوں یہ کہہ ذرا سی دیر کے بعد مردہ ہوکر گر پڑی اور میں حیران متفکر کھڑا رہ گیا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک بڑھیا آئی اور اس کے چہرہ کو دیکھ کر بولی۔

''الحمد للّٰہ الذی اکرمھا'' تمام تعریف اللہ کی ہے جس نے اس کو معزز فرمایا میں نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے اور تم کون اور یہ کیا قصہ ہے۔

اس نے کہا مجھے زہراء والہانہ کہتے ہیں اور یہ میری بیٹی ہے بیس برس سے اس کی یہی حالت ہے لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دیوانی ہوگئی ہے مگر واقعی بات یہ ہے کہ شوق الٰہی

نے اس حال پر پہنچایا تھا۔

سبحان اللہ۔ کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے "**قالوا جننت بمن تهوى فقلت لهم مالذة العيش الاللمجانين**" یعنی لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے محبوب کے عشق سے دیوانہ ہو گیا ہے میں نے ان کو جواب دیا کہ زندگی کی لذت بھی دیوانوں ہی کو نصیب ہے۔ پھر بھی کیونکر ایسا دیوانہ نہ بنوں۔

آتی ہے کہ تجھ جیسے بے حس اور نامرد کو اپنا بیٹا کہوں اگر میں تیری جگہ اینٹ پتھر جنتی تو اچھا ہوتا۔

اے بے حیا بزدل خوب رو عورتوں کی طرح واویلا کر۔ (مشاہیر النساء)

بی بی سلمٰی رحمہا اللہ تعالیٰ بنت شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

ان کا شمار نویں صدی ہجری کی شہرہ آفاق عالمات میں ہوتا ہے امام القراء علامہ شمس الدین جزری رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی تھیں وہ اپنے وقت میں فن قرأت و تجوید کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے انہوں نے اپنی لخت جگر سلمٰی کو جملہ دینی علوم بالخصوص قرأت و تجوید کی تعلیم بڑی محنت اور توجہ سے دی یہاں تک کہ وہ اس فن میں یگانہ روزگار ہو گئیں ان کو نہ صرف سبعہ قرأت بلکہ عشرہ قرأت پر بھی عبور حاصل تھا قرآن کریم کی حافظہ تھیں اور پورا قرآن پاک ہر قرأت کے مطابق سنا سکتی تھیں کہا جاتا ہے ان کے والد کے بعد کوئی دوسرا قاری قرأت اور تجوید کے فن میں ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ (مسلمان خواتین کی دینی اور علمی خدمات)

نیک سیرت و خدا ترس خاتون

بی بی من میل حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۶۳۲ھ) کی دایہ تھیں اور انہوں نے خواجہ بختیار کاکی کو ان کے زمانہ طفولیت میں اپنا دودھ پلایا تھا

اس نسبت سے وہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رضاعی ماں تھیں ان کا تعلق ماوراء النہر (وسط ایشیا) کے ایک مشہور اوش کے ایک شریف خاندان سے تھا۔ خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ بی بی من میل کا مکان خواجہ صاحب کے والدین کے پڑوس میں تھا۔ وہ بڑی نیک سیرت اور خدا ترس خاتون تھیں اپنا بیشتر وقت عبادت و ریاضت میں گزارتی تھیں اصل نام کچھ اور ہوگا ہندوستان میں وہ من میل (دلوں کو جوڑنے والی) کے لقب یا نام سے مشہور ہوئیں۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ عنفوانِ شباب میں حضرت خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دامن ارادت سے وابستہ ہو گئے اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا پھر طویل عرصہ ریاضت و مجاہد اور سیاست میں گزرا اس ثناء میں خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان تشریف لا چکے تھے خواجہ خواجگان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اجمیر میں مستقل اقامت اختیار کی اور حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا خلیفہ اعظم بنا کر دہلی بھیج دیا وہ دہلی اور اس کے نواحی علاقے میں تبلیغ اسلام اور سلسلہ چشتیہ کے فروغ کے ذمہ دار تھے بی بی من میل اس وقت حیات تھیں خواجہ بختیار کاکی ان کے مرتبہ شناس تھے انہوں نے ان کو اوش سے دہلی بلا لی اور مستورات کی ہدایت کے لئے مامور فرمایا انہوں نے اپنے فرائض بڑی تندہی سے انجام دیئے اور ہزار ہا خواتین ان سے کسب فیض کر کے صاحب کمال ہو گئیں حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا بے حد احترام کرتے تھے اور اپنے گھر کا سارا انتظام ان کے سپرد کر رکھا تھا بی بی من میل رحمہ اللہ تعالیٰ پردہ کی سخت پابند تھیں وہ نہ کبھی گھر سے باہر نکلتی تھیں اور نہ کبھی گھر کے مردانہ حصے میں قدم رکھتی تھیں۔

بی بی من میل رحمہ اللہ تعالیٰ نے غالباً ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں وفات پائی ان کا مزار دہلی میں خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار سے متصل مسجد کنہ کے مقابل واقع ہے۔ (تذکرہ اولیائے ہند)

شیر دل خاتون

یہ شیر دل خاتون حسین نظام شاہ والی احمد نگر (دکن) کی صاحبزادی تھی ماں کا نام خونزہ ہمایوں تھا۔ والدین نے اس کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی اور نہایت لائق اور قابل استادوں کو اس کی تعلیم پر مامور کیا چنانچہ چند سال کے اندر شہزادی جملہ علوم و فنون میں ماہر ہوگئی خود بادشاہ چاند بی بی کو سپہ گری شہسواری شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی تعلیم دیا کرتا تھا اور ملک کے نظم ونسق سے متعلق امور بھی سمجھا تا جب وہ جوان ہوئی تو اس کے اوصاف حمیدہ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی اس کے علم ودانش اور لیاقت کا حال بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ (۹۶۵ھ، ۱۵۵۸ء تا ۹۸۷ھ ۱۵۸۰ء) نے سنا تو اس نے حسین نظام شاہ کو چاند بی بی کے لئے پیغام بھیجا جسے اس نے منظور کرلیا اور چاند بی بی کی شادی علی عادل شاہ سے ہوگئی۔

بیجاپور (سسرال) پہنچ کر چاند بی بی نے اپنی سلیقہ شعاری اور حسن لیاقت سے سسرال والوں کے دل اپنی مٹھی میں کر لئے اور ساتھ ہی اپنی رعایا اور زیردستوں سے ایسا اچھا برتاؤ کیا کہ سب اس کے گن گانے لگے ایک دفعہ علی عادل کو خبر ملی کہ دربار کے کچھ امیر اس کے خلاف سازش کر رہے ہیں اور اس کی جان لینے کے درپے ہیں اس نے ان امیروں کے نام معلوم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا اب وہ ہر وقت اپنی جان کے خوف سے متفکر رہنے لگا چاند بی بی نے شوہر کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو اس نے بڑا اصرار کر کے بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا جب اس نے بتایا کہ مجھے قتل کرنے کی سازش ہورہی ہے تو بہادر چاند بی بی نے شوہر کو تسلی دی اور کہا کہ میرے جیتے جی آپ کا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا آج سے رات کو میں آپ کی حفاظت کیا کروں گی آپ اطمینان سے سویا کیجئے چنانچہ اس دن سے چاند بی بی بذات خود شاہی خواب گاہ کی نگہبانی کرنے لگی ایک رات کو یکا یک کسی کے بالا خانے پر کودنے کی آواز آئی

وہ پہرے داروں کو آواز دینے یا شوہر کو جگانے کے بجائے تن تنہا تلوار سونت کر بالا خانے پر چڑھ گئی وہاں دو نقاب پوش ہاتھوں میں برہنہ تلواریں لئے کھڑے تھے وہ دونوں چاند بی بی پر جھپٹے مگر وہ پھرتی سے پیچھے ہٹی اور پینترا بدل کر تلوار کا ایک ایسا بھر پور ہاتھ مارا کہ ایک تو وہیں ڈھیر ہو گیا دوسرا آگے بڑھا تو اس کا بھی یہی حشر ہوا شور سن کر علی عادل شاہ بھی جاگ اٹھا اور دوڑتا ہوا اوپر آیا اس نے یہ منظر دیکھا تو اپنی بہادر ملکہ کی تلوار چوم لی اور بولا۔

چاند بیگم اگر تمام دنیا بھی میری دشمن ہو جائے تو تیرے ہوتے ہوئے مجھے کوئی ڈر نہیں۔

ایک مرتبہ وہ پالکی میں سوار میکہ (احمد نگر) سے سسرال (بیجا پور) آرہی تھی چند مسلح سپاہی بھی ساتھ تھے راستے میں ایک ویران مقام پر ڈاکوؤں کے ایک بڑے جتھے نے اس چھوٹے قافلے پر حملہ کر دیا محافظ سپاہیوں نے جی توڑ کر ان کا مقابلہ کیا لیکن سب ایک ایک کر کے مارے گئے اور ملکہ چاند بی بی اکیلی رہ گئی وہ گھبرانے یا خوف زدہ ہونے کے بجائے تلوار سونت کر پالکی سے اتری اور ڈاکوؤں کا اس بے جگری سے مقابلہ کیا کہ بہت سے اس کی تلوار کا لقمہ بن گئے اور باقی بھاگ گئے۔

۹۸۷ھ ۱۵۸۰ء میں علی عادل شاہ کی وفات پر اس کا نابالغ بھتیجا ابراہیم عادل شاہ اس کا جانشین ہوا اور ملکہ چاند سلطانہ شوہر کی وصیت کے مطابق اس کی سرپرست مقرر ہوئی وہ کئی سال تک یہ فرض نہایت حسن وخوبی سے ادا کرتی رہی۔

(تاریخ فرشتہ مشاہیر نسواں، خواتین اسلام کی بہادری)

سلطان نورالدین زنگی اور ان کی اہلیہ

معین الدین انار کی صاحبزادی اور سلطان نورالدین محمود زنگی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیگم تھی دائرہ معارف اسلامی میں ہے کہ اس کا اصل نام خاتون تھا لیکن بعض مؤرخین

نے وثوق کے ساتھ اس کا نام رضیع خاتون لکھا ہے۔

سلطان نورالدین محمود رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی شادی ۵۴۱ھ ۱۱۴۷ء میں ہوئی وہ نہایت اعلیٰ سیرت اور کردار کی مالک تھی گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتی تھی ایک دفعہ اس نے سلطان سے کہا کہ آپ جو کچھ مجھے دیتے ہیں اس سے گھر کا خرچ بمشکل پورا ہوتا ہے اس لئے میرے نفقہ میں کچھ اضافہ کر دیجئے سلطان نے خشمگین ہو کر جواب دیا۔

میرے پاس تین دکانوں کے کرایہ کی آمدنی کے سوا کچھ بھی نہیں تم کو اسی قدر آمدنی پر گزارا اوقات کرنی ہوگی خدا کی قسم میں تمہاری خاطر اپنے پیٹ کو دوزخ کی آگ سے نہیں بھروں گا اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میرے قبضے میں بڑے ملک اور ان کے خزانے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ سب کچھ عام مسلمانوں کا ہے میں تو صرف ان کا خزانچی ہوں مجھے مطلق اختیار نہیں ہے کہ سرکاری خزانہ کو اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کروں یہ مال دشمنان خدا کے خلاف جہاد یا مسلمانوں کی بہبود کے کاموں کے لئے وقف ہے حمص کی تین دکانیں میں تمہیں ہبہ کر دیتا ہوں تمہیں اختیار ہے کہ خواہ ان کو فروخت کر ڈالو یا ان کا کرایہ وصول کرتی رہو۔

بیگم بھی بڑی باخدا خاتون تھی سلطان کا جواب سن کر خاموش ہوگئی اور پھر زندگی بھر اس سے اپنے نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ نہ کیا۔

رضیع خاتون کے بطن سے سلطان نورالدین کے صرف دو بچے ہوئے ایک لڑکا اور ایک لڑکی لڑکے کا نام اسمٰعیل تھا اور لڑکی کا نام شمس النساء سلطان نورالدین ملکہ رضیع خاتون کا بڑا قدردان تھا اس نے اپنی زندگی میں اس کے سوا کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

اس کی وفات ۵۹۹ھ ۱۱۷۳ء کے تین سال بعد ۵۷۶ھ ۱۱۷۶ء میں رضیع خاتون نے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نکاح ثانی کر لیا رضیع خاتون

بہت مخیر اور معارف پرور بی بی تھی اگر چہ اس کے گھریلو اخراجات محدود تھے لیکن رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے اس کو سرکاری خزانے سے رقم مل جاتی تھی۔

چنانچہ اس نے دمشق میں ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کرایا جو اس کے نام کی نسبت سے خاتونیہ کہلایا یہ مدرسہ بعد میں حوادث زمانہ کی نذر ہو گیا دمشق کے باب النصر کے باہر اس نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کرائی اس نیک بی بی نے محرم ۵۷۱ھ ۱۱۷۵ء میں وفات پائی۔ (حیات نور الدین محمود اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

ایک صحابیہ کا قیامت کے حساب سے بچنے کی وجہ سے بیماری پر صبر

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمن سے آئی اور عرض کی کہ میں بیمار ہوں آپ دعا کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں شفا کی دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کرے اللہ تجھ سے قیامت کے دن حساب کتاب نہیں کرے گا اس نے کہا میں صبر کروں گی اللہ مجھ کو حساب کتاب سے بچالے۔ (مشکوۃ)

دو سخی بہنیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ مگر ان دونوں کا طریق کار مختلف تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمع کرتی رہتی تھیں جب جمع ہو جاتا تو تقسیم کر دیتیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کبھی کل کے لئے نہیں روکتی تھیں جو کچھ جب بھی آتا فوراً خرچ کر دیتیں۔ (صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عجیب سخاوت

حضرت زینب بنت جحش اسدیہ ام المومنین کا جب وقت وفات آیا تو انہوں نے خود اپنا کفن تیار کر لیا اور فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنقریب میرے لئے کفن

بھیجیں گے ان میں سے ایک صدقہ کر دینا اور دوسری اگر چہ چادر بھی ہدیہ کرنا چاہو تو کر دینا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حصہ بیت المال سے بارہ ہزار تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں صرف اس کو ایک سال لیا اور فرمایا اے اللہ یہ مال مجھ کو آئندہ سال نہ ملے کیونکہ مال تو فتنہ ہے پھر اس مال کو رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا اور محتاجوں میں یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پہنچی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ عورت ثواب کی امید کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام پیش کیا اور کہا کہ جو آپ نے تقسیم کیا ہے اس کی مجھے خبر مل چکی ہے مزید ہدیہ بھیجا اور کہا اس کو اپنے اوپر ہی خرچ کریں انہوں نے اس کو بھی فقراء میں خرچ کر دیا۔

(اسد الغابۃ)

معمولی سی نیکی نے تمام جادو ناکام کر دیئے

حضرت ابو حفص حداد رحمہ اللہ تعالیٰ کو جوانی میں ایک لڑکی سے عشق ہو گیا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے آپ نے نیشاپور کے ایک بہت معروف و مشہور جادوگر سے ملاقات کی، لیکن اس جادوگر نے یہ شرط لگا دی کہ آپ چالیس یوم خدا کی عبادت کو ترک کر کے میرے پاس آنا چنانچہ حضرت ابو حفص نے لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے اس کی ہدایت پر عمل کیا، جب چالیس یوم کے بعد اس جادوگر کے پاس پہنچے تو اس نے طرح طرح کے جادو کرنے شروع کئے مگر ایک بھی کارگر نہ ہو سکے آخر جادوگر نے کہا کہ اس چالیس یوم میں تم نے ضرور کوئی نیک عمل کیا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا البتہ اتنا تو ضرور ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے پتھر، کانٹے وغیرہ اٹھا کر اس نیت سے پھینک دیتا تھا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے، یہ سن کر جادوگر نے کہا کہ کس قدر افسوس ناک ہے کہ آپ ایسے خدا کی عبادت سے گریزاں ہیں جس نے معمولی سی نیکی کو وہ قبولیت عطا کی کہ میرے تمام جادو ناکام ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اسی وقت

خالص دل سے توبہ کر کے خدا کی عبادت کو اپنا مشغلہ بنا لیا، اور آپ بعد میں بہت بڑے عظیم المراتب بزرگوں میں سے ہوئے۔ (تذکرہ الاولیاء: صفحہ ۱۸۲)

غیر کی محبت میں گرفتار دل میں اللہ کی محبت کیسے آ سکتی ہے

حضرت ابو محمد مرتعش رحمہ اللہ تعالیٰ جو عظیم المرتبت بزرگ تھے ابتدائی دور میں ایک بار آپ بغداد کے کسی محلے سے گزر رہے تھے کہ پیاس محسوس ہوئی، اور جب آپ نے کسی ایک مکان پر جا کر پانی طلب کیا تو ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی پانی لے کر آئی اور وہ لڑکی اتنی حسین و جمیل تھی کہ آپ اس کو دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گئے پھر آپ نے لڑکی کے والد سے اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کیا، تو اس نے بخوشی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ کو اس سے بے حد لگاؤ ہو گیا، اور نماز روزہ سے کچھ لطف نہیں رہا، ایک دن خلوص دل سے نماز پڑھنے کی کوشش کی مگر اس حسین لڑکی سے بے حد لگاؤ ہونے کی وجہ سے نماز میں دل نہیں لگا۔ فوراً غیب سے آواز آئی اے ابو محمد! جو دل مخلوق کی محبت میں اس طرح گرفتار ہو اس دل میں خالق کی محبت کیسے آ سکتی ہے؟ غیب سے یہ آواز سن کر آپ کافی دیر تک روتے رہے اس کے بعد آپ خلوص دل سے خدا کی یاد اور عبادت میں لگ گئے، اور خدا سے اپنی غلطی کے لئے توبہ کرتے رہے۔

(تذکرۃ الاولیاء: صفحہ ۲۲۸)

﴿ اسی کو زیبا ہے لن ترانی ﴾

ایک دفعہ ایک بادشاہ شکار کرنے نکلا، راہ میں ایک حسین و جمیل لڑکی کے حسن پر فریفتہ ہو گیا، اور حد یہ کہ خرید کر محل شاہی واپس آ گیا ؎

شاید اسی کا نام محبت شیفتہ ہے
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

شکار کرنے گیا تو خود شکار ہو گیا، یہ لڑکی شہر سمر قند کے صراف کے صاحبزادے پر عاشق تھی، بادشاہ کے یہاں آکر اس کی مفارقت سے مضمحل ہونے لگی اور مرض عشق سے صرف ہڈی و چمڑہ رہ گئی ؎

نہ کیونکر شمع کے رونے پہ رونا مجھ کو آئے
محبت کا درد پتلا بنا دیتی ہے انسان کو

ادھر بادشاہ اس کی فکر سے جاں بلب ہوا طبیبوں کو جمع کیا، علاج کے لئے ہر انعام شاہی کا وعدہ کیا، اور طبیبوں و وزیروں سے کہنے لگا میری زندگی بچاؤ، کہ اگر اس کو کچھ ہو جائے تو سمجھ لو میری موت واقع ہو گئی ؎

چلا ہوں آج میں جینے کی آرزو لے کر
حیات کیا ہے اس کے نام پہ فدا ہونا

طبیبوں نے بغیر انشاء اللہ کہے دعویٰ کیا کہ ہم بہت ہی عجلت سے اس بیمار لڑکی کو صحیح سالم کر دیں گے، آپ بالکل مطمئن رہیں، اس کے بعد تمام طبیبوں نے اس لڑکی کو صحیح کرنے کے لئے اس کے پیچھے تمام تر کوششیں و تدبیریں کیں مگر ہر دوا ہر ہر تدبیر الٹا اثر کرنے لگی، گویا کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اس مرض کو مرض عشق کہتے ہیں۔ حاذق طبیب سے بھی جس کی دوا اثر نہ کرتی۔ جب بیماری کی قضا آتی ہے تو طبیب بھی اچھا خاصا بے وقوف ہو جاتا ہے، اور کی ہوئی دوا بھی اپنے سود میں متضاد راہ اختیار کرتی ہے، غرض طبیبوں کی ہر تدبیر ہر سوچ حاصل ہوتی جا رہی تھی، آخر طبیبوں کی فضیحت و ندامت بہت ہوئی اور عقل و تکبر کا دعویٰ ٹھکانے لگ گیا اور بادشاہ سے اپنی عاجزی و ناکامی کا اظہار کر کے اپنے لئے رسوائی مول لے لی اور ادھر بادشاہ نے جب طبیبوں کی ناامیدی اور ناکامی دیکھی تو ننگے پاؤں مسجد کی طرف سجود کے لئے دوڑا، اور محراب کے پاس جا کر سجدہ میں گر گیا اور اس قدر رویا کہ سجدہ گاہ بادشاہ کے آنسوؤں سے تر ہو گئی، اور بادشاہ نے زار زار روتے ہوئے عرض کیا اے بے نیاز ذات، یہ

ساری کائنات تیری ادنی بخشش ہے

دلوں کا مالک نظر کا حاکم سمجھ کا صانع خرد کا بانی

جمال اس کا جلال اس کا اسی کو زیبا ہے لن ترانی

میں کیا عرض کروں، جب کہ تو ہمارے اسرار والتجا سے بخوبی واقف ہے اور ہماری حالت سے باخبر ہے، ہمارا حال اور ان طبیبوں کا عدم توکل وترک انشاء اللہ تیرے لطف پیہم اور قدرت دوام اور بے انتہا احسان واکرام کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اے قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہماری حاجتوں کی پناہ گاہ اور ہمارے گناہوں کے عفوودرگزر کے مالک، واقعی ہم راہ مستقیم سے بھٹک گئے جب اس بادشاہ نے نہایت ہی خلوص دل سے دربار خداوندی میں استغاثہ وفریاد کی، تو اس ارحم الراحمین کی رحمت کا سمندر جوش میں آ گیا، روتے روتے بادشاہ پر نیند طاری ہوگئی، اور خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں، کہ اے اللہ کے بندے! مایوس مت ہو، میں بحکم خدا انشاء اللہ تیری محبوبہ کا علاج کر دوں گا، خواب سے بیدار ہوتے ہی بادشاہ نے قلب کو بہت مسرور پایا اور ان کا منتظر تھا کہ اچانک وہ بزرگ تشریف لائے بادشاہ نے اعزاز واکرام کے ساتھ استقبال کے لئے آگے قدم رکھا اور شیخ کامل نے نبض پر ہاتھ رکھ کر ہر شہر کا نام لینا شروع کیا، جب شہر سمرقند کا نام لیا اس کی نبض کی حرکت تیز ہوگئی فوراً شیخ نے سمجھ لیا کہ یہ سمرقند میں کسی کی محبت سے بیمار ہے پھر شیخ کامل نے اس لڑکی سے راز معلوم کرلیا کہ وہ شہر سمرقند کے ایک صراف پر عاشق ہے۔ شیخ نے بادشاہ کو حکم دیا وہ اس صراف کو حاضر کرے، چنانچہ اس کو حاضر کیا گیا شیخ صاحب کامل طبیب بھی تھے، جس بنا پر انہوں نے اس صراف کو ایسی دوائیں بھی دیں جس سے اس شخص کا حسن جاتا رہا، اس کے بعد اس لڑکی کے سامنے اس کو پیش کیا چوں کہ اس کی صورت کافی بری اور مکروہ ہو چکی تھی، اس لئے اسے دیکھتے ہی لڑکی کو کراہت آ گئی اور اس کا عشق جاتا رہا۔ اور دل میں نفرت بڑھتی چلی گئی، آخر وہ لڑکی اس مرض عشق سے شفا پا گئی، اور صحت میں فرق آنے لگا اور چند دنوں میں ہی بالکل صحت یاب ہوگئی۔

عبرت

چونکہ اس لڑکی کی بیماری محض صحت پرستی وصورت پرستی تھی، اس لئے صورت کے بگڑنے سے بتدریج وہ عشق مجازی بھی جاتا رہا، اور صحت یاب ہوگئی۔ ناظرین کو یہ بات یاد رہے کہ جو عشق صرف رنگ وروپ اور حسن و جمال کی خاطر ہوتا ہے دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں وہ عشق درحقیقت عشق ہی نہیں بلکہ فسق ہے، اور اس کا انجام ندامت وہلاکت کے علاوہ اور کچھ نہیں، کیوں کہ مرنے والے کا عشق پائیدار نہیں ہوتا، مردہ تو ہمارے پاس سے جانے والا ہے۔

اب جب محبوب ہی فانی ہے تو فانی چیز کا عشق بھی فانی ہے، لہٰذا اے طالب دنیا جو ذات ہمیشہ سے زندہ ہے اور فنا سے پاک ہے اسی کا عشق بخوشی قبول کر، اور اسی میں تیری نجات وفلاح ہے، بلبل شیراز حضرت شیخ سعدی نے فرمایا کہ آج جس صورت اور گیسوؤں پر تو بے قرار رہے یہی حسن وزلف عقل وعمل کو اڑانے والی تجھ کو ایک دن بڈھے گدھے کی دم کی طرح دکھائی دے گی، چودہویں رات کے چاند کو آسمان پر کیسا خوشنما دیکھتے ہو، لیکن اس کی حسرت کو دیکھ وہ گھٹنے لگتا ہے، موسم بہار کی بہاریں بالاخر خزاں کی نظر ہو جاتی ہیں۔

اے باد صبا کہہ دینا یہ بلبل زار سے
خزاں بھی ہے سامنے ہے نہ لگانا دل بہار سے

سب چیزیں تجھے یہ عبرت دلاتی ہیں کہ ہم جیسی فانی چیزوں کے ساتھ دل مت لگا۔ بلکہ تو اگر عقبیٰ کی کامیابی اور خدا کی خوشنودی چاہے تو دل اسی کے ساتھ لگا جس کی ذات فنا وزوال سے پاک ہے اور جو پوری کائنات کا خالق ومالک ہے اور جس کی قدرت و رحمت بڑی وسیع ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

خدا سے حسن نے ایک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا

ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا
شب دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا
ہم سے پہلے بھی محبت کا یہی انجام تھا
قیس بھی ناشاد تھا، فرہاد بھی ناکام تھا

﴿قابل رشک نوجوان﴾

حضرت احمد بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ہمارے یہاں کوفہ میں ایک نوجوان رہتا تھا، جو انتہائی عبادت گزار تھا، اور ہمہ وقت جامع مسجد میں پڑا رہتا تھا، ساتھ ہی وہ نہایت ہی دراز قامت خوبصورت اور خوب سیرت بھی تھا۔ ایک حسینہ عورت نے اسے دیکھا تو پہلی ہی نظر میں وہ فریفتہ ہوگئی

کیا آتش حل کردہ پلا دی ساقی
دھونک ڈالا ہے جگر آگ لگا دی ساقی

ایک مدت تک عشق کی چنگاری اس کے دل میں سلگتی رہی لیکن اسے اپنی محبت کے اظہار کا موقع نہ ملا، ایک روز وہ نوجوان مسجد جا رہا تھا، وہ عورت آئی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی، اور کہنے لگی نوجوان! پہلے میری بات سن لو اس کے بعد جو دل میں آئے وہ کرو، لیکن نوجوان نے کوئی جواب نہ دیا، اور چلتا رہا یہاں تک کہ مسجد میں پہنچ گیا واپسی میں وہ عورت پھر راستے میں کھڑی نظر آئی جب وہ نوجوان قریب پہنچا تو اس نے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی، نوجوان نے کہا کہ یہ تہمت کی جگہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص مجھے تمہارے ساتھ کھڑا ہوا دیکھ کر تہمت لگائے، اس لئے میرا راستہ نہ روکو اور مجھے جانے دو، اس عورت نے کہا خدا کی قسم میں یہاں اس لئے نہیں کھڑی ہوئی کہ مجھے تمہاری حیثیت کا علم نہیں ہے، یا میں یہ نہیں جانتی کہ یہ تہمت کی جگہ ہے، خدا نہ کرے لوگوں کو میرے متعلق بدگمان ہونے کا موقع ملے لیکن مجھے اس

معاملے میں بذات خود تم سے ملاقات پر اس امر نے اکسایا ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ کر لیتے ہیں اور تم جیسے عبادت گزار لوگ آئینے کی طرح ہیں کہ معمولی سا غبار بھی اس کی صفائی کو متاثر کر دیتا ہے، میں تو سو بات کی ایک بات یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرا دل و جان تمام اعضاء تم پر فدا ہیں، اور

ہجر میری موت ہے اور زندگی میری وصال
اب بتاؤ تم کو ان دونوں میں کیا منظور ہے

اور اللہ ہی ہے جو میرے اور تمہارے معاملے میں کوئی فیصلہ فرمائے وہ نوجوان اس عورت کی یہ تقریر سن کر خاموشی کے ساتھ کوئی جواب دیئے بغیر اپنے گھر چلا گیا۔ گھر پہنچ کر نماز پڑھنی چاہی لیکن نماز میں دل نہیں لگا اور سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ مجبوراً قلم کاغذ سنبھالا اور اس عورت کے نام ایک پرچہ لکھا۔ پرچہ لکھ کر باہر آیا، دیکھا کہ وہ عورت اسی طرح راہ میں کھڑی ہوئی ہے۔ اس نے پرچہ اس کی طرف پھینک دیا اور خود تیزی سے گھر میں داخل ہو گیا۔

خط کا مضمون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے عورت! تجھے یہ بات جان لینی چاہئے کہ جب بندہ اپنے خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ درگزر سے کام لیتا ہے جب وہ دوبارہ اسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تب بھی وہ پردہ پوشی فرما دیتا ہے، لیکن جب وہ اس معصیت کو اپنا مشغلہ اور پیشہ بنا لیتا ہے۔ تو پھر ایسا غضب نازل فرماتا ہے کہ زمین و آسمان شجر و حجر اور چوپائے بھی کانپ اٹھتے ہیں، کون ہے وہ جو اس کی سزا کو برداشت کر سکے، کون ہے جو اس کی ناراضگی کا تحمل کر سکے، بس اس کے حضور میں اپنے آپ کو پیش کر جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس جبار عظیم کے آگے سربسجود ہو جا اسی سے محبت کر کیوں کہ وہ شروع سے ہے اور آخر تک تیرے ساتھ رہے گا۔ فقط طالب دعا۔

اس خط کے کافی دنوں بعد وہ عورت پھر راستے میں کھڑی نظر آئی، انہوں نے اسے دیکھ لیا اور واپس لوٹنے کا ارادہ کیا، لیکن اس عورت نے کہا، کیوں واپس جاتے ہو؟ یہ آخری ملاقات ہے ؎

لقاء آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے اک نظر
پھر تیری ایک ہی وصیت پر کٹ جائے گی زندگانی ہماری

آج کے بعد پھر خدا ہی کے یہاں ملاقات ہوگی یہ کہہ کر خوب روئی ؎

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب تمہاری یاد آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں آتا

اور کہنے لگی کہ میں خدا سے، جس کے ہاتھ میں تمہارا دل ہے یہ دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہارے سلسلے میں درپیش میری مشکل آسان فرمائے ؎

خدا کرے جدا کسی سے اس کا حبیب نہ ہو
یہ داغ ایسا ہے کہ کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

اب تم صرف مجھے ایک نصیحت کرو، نوجوان نے کہا! میں صرف یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خود کو اپنے نفس سے محفوظ رکھنا اور اس آیت کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا:

﴿هُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ﴾

(پارہ ۷ آیت: ۶۰ سورہ انعام)

ترجمہ: ''اور وہ ذات پاک تو ایسی ہے کہ رات میں تمہاری روح کو قبض کر دیتا ہے۔ اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔''

اور یہاں تک کہ۔ ''یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور'' وہ تمہاری آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں، یہ نصیحت سن کر وہ عورت بہت روئی دیر تک روتی رہی، جب افاقہ ہوا تو اپنے گھر پہنچی اور کچھ عرصے عبادت میں مشغول رہ کر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئی۔ (مظہری واحیاء)

﴿غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا خلاف غیرت ہے﴾

ایک نیک خاتون نے قاضی سے استغاثہ کیا کہ میرے شوہر نے میرے ہوتے ہوئے ایک اور عورت سے نکاح کرلیا ہے اس پر قاضی نے کہا کہ تجھ کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ اللہ نے خود مردوں کے لئے حسب ضرورت دو دو تین تین اور چار چار عورتیں مباح کردی ہیں، یہ بات سن کر عورت بولی، قاضی صاحب؟ اگر عورت کے لئے حجاب مانع نہ ہوتا اور میرے اندر حیا نہ ہوتی تو میں اپنا حسن و جمال تم کو دکھاتی اور پھر پوچھتی کہ جس کا حسن و جمال ایسا ہو جیسا میرا ہے کیا اس سے منہ موڑ کر دوسری سے رجوع مناسب ہے؟ صرف خدا کی خشیت اور اپنی غیرت نے روک لیا ہے۔

(تفسیر مظہری: جلد۲ صفحہ ۳۲۹)

﴿عبداللہ بن وداعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شادی کا عجیب واقعہ﴾

حضرت عبداللہ بن وداعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں روزانہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا چند روز اس معمول میں فرق آیا، اس غیر حاضری کے بعد جب مجلس میں پہنچا تو انہوں نے چند روز تک نہ آنے کا سبب دریافت کیا، میں نے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے نہ آسکا، فرمایا تم نے ہمیں اطلاع نہ کی، ہم بھی تعزیت اور کفن دفن کے لئے آتے، میرے دل میں اہلیہ کی طرف سے رنج و ملال تو تھا ہی اس لئے مجھے زیادہ دیر بیٹھنا اچھا نہیں لگا اور طبیعت پریشان ہونے کی وجہ سے میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا کیونکہ مغموم آدمی کو تنہائی کی طرف کچھ زیادہ رغبت ہوتی ہے ؎

رنج تنہائی سہی مگر بہل جاتا ہے دل
کچھ تمہاری یاد سے کچھ نالۂ فریاد سے

تو حضرت فرمانے لگے، کیا دوسری بیوی آگئی ہے اتنی جلدی جانا چاہتے ہو، میں نے عرض کیا! حضرت میں غریب آدمی ہوں مجھے کون اپنی لڑکی دے گا؟ فرمایا میں دوں گا میں نے حیرت سے کہا کیا آپ دیں گے؟ فرمایا ہاں! کیا میں جھوٹ کہتا ہوں؟ اسی وقت خطبہ پڑھا اور تین درہم مہر پر اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا، میں مجلس سے اس عالم میں اٹھا کہ خوشی کی وجہ سے میرے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے، اور میں یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ کیا کروں؟ اس حالت میں میں اپنے گھر پہنچا، چراغ جلایا اور سوچنے لگا کہ نکاح تو ہو گیا ہے اب کس سے قرض ادھار لوں؟ مغرب کی نماز پڑھی پھر گھر واپس ہوا اس دن میرا روزہ بھی تھا گھر میں اس وقت تیل روٹی موجود تھی وہی لے کر بیٹھ گیا، اسی وقت دروازہ پر دستک ہوئی، میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب آیا سعید، میں سوچنے لگا یہ کون سعید ہو سکتے ہیں، مجھے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال بھی نہ آیا، کیونکہ انہوں نے بیس سال سے مسجد کے علاوہ کہیں آنا جانا ترک کر رکھا تھا، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کھڑے ہوئے ہیں، میں نے عرض کیا آپ نے مجھے اب تک کیوں نہ بلایا۔ فرمایا میں نے آج اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کیا ہے اس لئے مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ تم تنہا رات گزارو میں تمہاری بیوی کو لے کر آیا ہوں دیکھا تو ایک دوشیزہ آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی، آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر داخل کیا اتنے میں میری والدہ محترمہ کو پتہ چل گیا وہ آئیں کہنے لگیں خبردار! تین دن سے پہلے تو اس کے قریب نہ جانا ہم اتنے میں سب کچھ ٹھیک کر لیں گے، تین دن بعد میں نے دیکھا کہ وہ ایک حسین جمیل لڑکی ہے۔ قرآن پاک کی حافظہ ہے، دینی مسائل سے اچھی طرح واقف ہے اور شوہر کے حقوق سے خوب اچھی طرح آشنا ہے رات دن خدا کی عبادت اور شوہر کی خدمت میں لگی رہتی ہے گویا مجھے جنت کی ایک نعمت مل گئی۔ (احیاء: جلد ۳)

﴿ظالم کا قلم بنا کر ظلم میں اس کا معاون نہیں بن سکتا﴾

ایک دفعہ کسی مجوسی نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو گرفتار کرلیا، اور انہیں میں سے کسی جابر ظالم مجوسی نے آپ سے کہا کہ میرا قلم بنا دیجئے آپ نے فرمایا کہ میں ہر گز نہیں بنا سکتا، اور جب اس نے قلم نہ بنانے کی وجہ پوچھی، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ قیامت کے میدان میں فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ظالموں کو ان کے معاونین کے ہمراہ اٹھاؤ، لہذا میں ایک ظالم کا معاون نہیں بن سکتا۔ (تذکرۃ الاولیاء: ص ۱۲۷)

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مرید کا دلچسپ واقعہ

ایک شخص نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت اعمال کی تو مجھے ہمت نہیں اگر آزاد رکھا جائے تو میں آپ سے بیعت ہوتا ہوں، چونکہ میں بالکل آزاد شخص ہوں اور آزاد ہی رہنا چاہتا ہوں، اس لئے بیعت کے ساتھ میری شرط ضرور ہے کہ نہ نماز پڑھوں اور نہ ناچ گانا چھوڑوں گا، حضرت نے اس آزاد شخص کی یہ شرط منظور فرمائی آج کل کے پیر اگر نماز چھوڑنے کی مریدوں کو اجازت دیں تو حضرت حاجی صاحب جیسا تعلق مع اللہ اور بیعت کرلیا، اور فرمایا کہ ایک شرط ہماری بھی ہے کہ ہم تھوڑا سا ذکر بتلا دیں گے اس کو کرلیا کرنا، انہوں نے کہا بہت اچھا حکم فرمایئے، حضرت نے فرمایا صبح وشام تھوڑا بہت ذکر کرلیا کرنا، اس ذکر کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ جب نماز کا وقت آیا تو دفعتاً بدن میں خارش شروع ہوئی اب جو تدبیر طبعی اس کے دفع کی وہی الٹی پڑی، کہیں چنبیلی کا تیل مل رہے ہیں کہیں اور تدبیر کر رہے ہیں، مگر کچھ افاقہ نہ ہوا پھر جی میں آیا کہ لاؤ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ ہی دھولیں جب دھولیا تو دل میں خیال آیا کہ سب اعضاء تو دھل گئے لاؤ مسح بھی کرلوں وضو کا تمام ہونا تھا کہ خارش کا ندارد ہونا، پھر جب اگلی نماز کا وقت آیا وہی خارش پھر شروع ہوئی، اور نماز اسی طرح شروع کرتے ہی جاتی رہی، اب وہ دل

ہی دل میں کہنے لگا کہ حاجی صاحب نے پہرہ بٹھا دیا ہے کہ نمازی ہو گئے یا نہیں؟ پھر جی میں آیا کہ جب تو نماز پڑھتا ہے اور پانچ وقت خدا کے دربار میں حاضری دیتا ہے تو ناچ گانے میں کیا منہ لے کر جاتا ہے، تجھے ان برے کاموں سے شرم آنی چاہئے غرض چند ہی دنوں میں تمام برے کام چھوڑ دیئے، اور نماز پنجگانہ کے ساتھ اشراق، تہجد وغیرہ کے بھی پابند ہو گئے تھے، یہ خدا کی دین ہے کہ جسے چاہے وہ اپنی دولت عبادت سے نوازے۔ (ارواح ثلاثہ)

اے اللہ کھڑا تو میں نے کر دیا اب دل آپ کے قبضہ میں ہے

ایک بار مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا گزر جلال آباد سے ہوا وہاں پر دیکھا کہ ایک مسجد ویران پڑی ہے، حضرت نے وہاں نماز کے لئے تشریف لا کر پانی کھینچا، وضو کیا، مسجد میں جھاڑو دی، بعد میں ایک راہ گیر سے پوچھا کہ بھائی یہاں کوئی نمازی نہیں ہے کیا بات ہے نماز کا وقت ختم ہونے کو جا رہا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ جی سامنے خان صاحب کا مکان ہے جو شرابی اور رنڈی باز ہیں اگر وہ نماز پڑھنے لگیں تو یہاں اور بھی دس پانچ آدمی نمازی ہو جائیں، یہ سن کر آپ ان خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ رنڈی پاس بیٹھی ہوئی تھی اور خان صاحب نشہ میں مست ہیں، آپ نے خان صاحب کو خطاب کر کے فرمایا کہ بھائی خان صاحب اگر تم نماز پڑھ لیتے تو تمہارے لئے اچھی بات نہیں ہے؟ یہ سن کر خان صاحب نے کہا کہ حضرت مجھ سے وضو نہیں ہوتا اور نہ یہ دو بری عادتیں چھوٹتی ہیں یہ تو اب میری طبیعت بن گئی لہٰذا میں مجبور ہوں، یہ بیان سن کر حضرت نے فرمایا کہ بے وضو ہی نماز پڑھ لیا کرو اور شراب بھی پی لیا کرو اس پر اس نے عہد کیا کہ اچھا جناب میں آئندہ بغیر وضو ہی نماز پڑھ لیا کروں گا، اس کے بعد آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور کچھ فاصلہ پر نماز پڑھی اور سجدے میں خوب روئے، ایک شخص نے جو حضرت کو پہچانتا تھا اس حال میں دیکھ کر

دریافت کیا، کہ حضرت آج آپ سے ایسے دو کام سرزد ہوئے جو کبھی نہیں ہوئے، اول یہ کہ آپ نے ان خان صاحب کو حرام ہونے کے باوجود بھی شراب اور زنا کی اجازت مرحمت فرمائی، دوم یہ کہ آپ اس جگہ سجدہ میں بہت روئے یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس وقت سجدہ میں جناب باری تعالیٰ سے یہ التجا کی کہ اے رب العزت کھڑا تو میں نے کر دیا اب دل تیرے دست قدرت میں ہے، ادھر ان خان صاحب کا یہ حال ہوا کہ جب رنڈیاں پاس سے چلی گئیں تو ظہر کا وقت تھا اپنا عہد یاد آیا پھر خیال آیا کہ آج پہلا روزہ ہے لاؤ غسل کر لیں، کل سے بغیر وضو نماز پڑھ لیا کریں گے، غسل کیا پاک کپڑے پہنے اور نماز پڑھی بعد نماز باغ کو چلے گئے عصر اور مغرب باغ میں اسی وضو سے پڑھی بعد مغرب گھر پہنچ کر، طوائف موجود تھیں سب سے پہلے کھانا کھانے گھر میں گئے اہلیہ پر جب نگاہ پڑی تو پہلی نظر میں فریفتہ ہو گئے ان کی شادی کو سات سال ہو گئے تھے اور آج تک نہ کبھی بیوی کے پاس گئے اور نہ اس کی صورت دیکھی تھی، فوراً باہر آئے، رنڈی سے کہا آئندہ میرے مکان پر نہ آنا اور خادم سے کہا کہ میرا بستر گھر میں بھیج دو، اس واقعہ کے بعد ان خان صاحب کی پھر پچیس سال تک زندگی رہی اور اس مدت میں کبھی تہجد کی نماز تک قضا نہیں ہوئی۔ (ارواح ثلاثہ: صفحہ ۱۹۵)

﴿عبادت میں دنیاوی غرض کو شامل کرنا اچھا نہیں لگتا﴾

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کو بہت زور کی بواسیر تھی (بواسیر ایک مرض ہے) اور اس کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف تھی حضرت کو کسی بزرگ نے بواسیر کا عمل بتایا کہ صبح کو فجر کی سنتوں میں آپ الم نشرح لک اور لایلاف پڑھ لیا کریں، مگر شاہ اسحاق صاحب نے اس کو پسند نہیں فرمایا اس پر مولوی مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور نواب قطب الدین خان صاحب وغیرہ نے زور دیا کہ حضرت آپ یہ عمل ضرور کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی اول تو ہم نیک عمل ہی نہیں کرتے صرف ٹوٹے

چھوٹے فرض اور سنتیں پڑھ لیتے ہیں، ان میں بھی ہم خواہش نفسانی اور دنیوی غرض کو داخل کردیں اور عبادت کو دنیوی اعمال بنالیں یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

(ارواح ثلاثہ: ص ۱۰۸)

﴿حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت﴾

ایک دفعہ حضرت ابوربیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد طائی سے وصیت و نصیحت کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھو، اور آخرت سے افطار کرو اور دنیا میں رو اور آخرت میں ہنسو۔

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز دوزخ کا ہر فرشتہ ایک ایک طویل زنجیر سے ایک ایک گروہ کے آدمیوں کو پکڑ کر مضبوط جکڑے گا زنجیر کے دوسرے سرے کو دوزخ کا ہر فرشہ اپنی گردن میں لپیٹ کر دوزخی لوگوں کی طرف پیٹھ کرے گا، پھر دوزخ کی طرف منہ کر کے ان کو گھسیٹتا ہوا لے جائے گا۔ دوزخی اپنی شامت کے سبب اس کے پیچھے منہ کے بل گھسیٹتے چلے جائیں گے، ہر گروہ کے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوں گے، جن کے ہاتھ میں لوہے کی قمچیاں ہوں گی ان قمچیوں سے دوزخیوں کو مارتے ہوئے دوزخ کے دروازے تک لے جائیں گے وہاں پہنچ کر انہیں کھڑا کر کے فرشتے کہیں گے اے ظالمو! یہ وہی آگ ہے جسے دنیا میں جھٹلاتے تھے اور جس آگ کا تم مذاق اڑایا کرتے تھے اب اس کے اندر جا کر آگ کی حقیقت کا جائزہ لو اور اپنے کیے کی سزا پاؤ، خواہ اس شدت و مشقت میں صبر کرو یا نہ کرو، بہر حال اپنے کیے کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی۔ (غنیۃ الطالبین: صفحہ ۳۱۲)

﴿نفس پر اعتماد نہ کرنا چاہیے﴾

میرٹھ مطبع مجتبائی میں ایک مقام پر مولانا یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نیچے کی منزل میں تھے جب کہ مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ

اوپر کی منزل میں تھے، ایک دفعہ ایک رنڈی اپنی لڑکی کو جو سیانی تھی اپنے ہمراہ لائی اور مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے (چونکہ مولانا محمد قاسم بہت مشہور تھے اور مولانا محمد یعقوب اس قدر مشہور نہ تھے کسی نے ان کا پتہ دے دیا) عرض کیا کہ میری یہ چھوٹی چھوکری ہے اور مدت سے بیمار چلی آ رہی ہے، میری اوقات بسر اسی پر ہے آپ اسے تعویز یا دعا دیجئے مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں چاہاں کہ نہ تو میری وضع میں فرق آئے نہ اس کی دل شکنی ہو اس سے فرمایا کہ اوپر ایک بزرگ ہیں تم ان کے پاس لے جاؤ، یہ عورت اوپر پہنچی، مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میری یہ لڑکی ہے اس کو یہ بیماری ہے، اور میری اس پر کمائی ہے آپ ذرا اس لڑکی کو دیکھنے کی زحمت فرمائیں، کہ اس کو کیا شکایت ہے اور اس کی تدبیر کیا ہو سکتی ہے، مولانا محمد یعقوب نے اس کے حق میں کوئی تدبیر کی اور اسے رخصت کر کے نیچے تشریف لائے اور مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اسے کس نے بھیجا ہے؟ یہ سن کر مولانا نانوتوی خاموش رہے، اور اس کے بعد حضرت یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ خود ہی فرمانے لگے کہ بڑے متقی نکلے، اپنے تقویٰ کی تو اس قدر حفاظت اور میرے پاس تنہائی میں بازاری عورت کو بھیج دیا، اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے؟ شیطان تو خلوت میں زیادہ حملہ کرتا ہے، خیر اللہ نے اس کے شر سے مجھے بچالیا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ (ارواح ثلاثہ: صفحہ ۳۲۲)

نکاح میں صورت ہی کو نہیں بلکہ سیرت کو دیکھنا چاہئے

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے بغیر دیکھے ایک کالی عورت اور کانی سے نکاح کیا جب کہ اسی لڑکی کی ایک اور بہن جوان قبول صورت موجود تھی حضرت نے اس خوبصورت جوان بہن کی خواہش نہ کی، اس لئے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنا تھا کہ ''یہ کانی''، عقل میں اس خوبصورت بہن سے افضل ہے اور بسا اوقات ہوتا بھی یہ ہی ہے کہ ایک عورت حسن صورت کی مالک تو نہیں ہوتی مگر اس

میں بعض دوسری خوبیاں اور نفیس عادتیں ایسی ہوتی ہیں، جو نکاح زندگی میں اس حسن صورت اور ظاہری شان وشوکت سے زیادہ اہمیت اور قیمت رکھتی ہیں، اگر اسے اپنی خوبیوں کے اظہار کا موقع ملے تو یہی آدمی جو ابتداً محض حسن صورت اور سفید چمڑی کا دلدادہ تھا، اس کے حسین سیرت اور نیک جذبات پر فریفتہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی صورت حسن نہ سہی مگر سیرت روشن اور خوبیوں کا چمن تو ہے، مالدار نہ سہی، مگر ایمان دار تو ہے، اونچی قوم سے تعلقات نہ سہی، اونچے اخلاق کی مالک تو ہے، تعلیم یافتہ نہ سہی، تربیت یافتہ تو ہے، لیکن آج کل کے مسلمانوں کو سب باتیں کہاں پسند ہیں، پیسے کے شیطان نے سب کو اپنا بنا رکھا ہے۔ (تحفۃ النساء)

جنت کی رفیقہ سے دنیا ہی میں ابراہیم بن ادہم کی ملاقات

ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام ابن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ یارب جنت میں جو عورت میری رفیق ہوگی اسے مجھے دکھا دیجئے۔ چنانچہ خواب میں ان سے کہا گیا کہ جنت میں جو عورت تمہاری رفیقہ ہوگی وہ نہایت ہی بدصورت اور کالی ہے جس کا نام سلامہ ہے اور فلاں موضع میں بکریاں چرا رہی ہے یہی عورت جنت میں تمہاری رفاقت کرے گی، جب ابراہیم نیند سے بیدار ہوئے تو خواب میں بتائے موضع کی طرف چل نکلے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی ایک بھونڈی سی کالی عورت اسی حالت میں ملی، حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سلام کیا، تو عورت نے جواب میں کہا وعلیکم السلام یا ابراہیم! یہ سن کر ابراہیم ابن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ کس نے بتایا کہ میں ابراہیم ہوں؟ عورت نے جواب دیا کہ جس نے آپ کو یہ بتایا کہ میں جنت میں آپ کی رفیق ہوں گی، یہ سن کر ابراہیم ابن ادہم دنگ رہ گئے، اور اس عورت سے کہا کہ خدا کے واسطے کچھ خاص نصیحت کیجئے، یہ سن کر اس عورت نے کہا، اگر محبت الٰہی کا دعویٰ ہے تو اپنے اوپر نیند حرام کیجئے اور سجدے

اور قیام اللیل پر مداومت کیجئے اور دولت سے نہیں عبادت سے دل لگا کر، آج کے مسلمانوں کی حالت پر حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
امیر شہر کو اس سے غرض کیا! کوئی مر جائے
وہ خود محفوظ ہے، اس کا کہا ایوان جلتا ہے
کبھی حیوان کو حیوان سے جلتے نہیں دیکھا
نہ جانے کیوں مگر انسان سے انسان جلتا ہے
نہ سوز درد ہو جس میں نہ آہوں میں اثر پیدا
کہاں اخلاص کر سکتا ہے ایسے دل میں گھر پیدا

مہر کی معافی کا ایک عجیب واقعہ

اب سے غالباً بیاسی برس پہلے دہلی میں ایک نواب صاحب اپنی بیگم صاحبہ سے کہا کرتے تھے کہ تم اپنا مہر معاف کر دو، پہلے پہلے تو وہ بے چاری کچھ دنوں تک ٹالتی رہی، جب مہر کی معافی پر زیادہ اصرار ہوا تو بیوی نے معاف کر دینے کا وعدہ کر لیا مگر شرط لگائی کہ اپنے مولانا کے سامنے معاف کر دوں گی! اس زمانے میں حضرت مولانا محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کا وعظ مدرسہ حسین بخش دہلی میں ہر جمعہ کو ہوا کرتا تھا۔ یہ دونوں میاں بیوی بھی مولانا کا وعظ سنتے تھے۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور فوراً بڑی عجلت سے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے مدعا عرض کیا، مولانا نے فرمایا اچھا چلو میں مہر معاف کرادوں گا، مگر ایک شرط ہے، مہر پورا نقد میرے پاس بوقت گفتگو لا کر حاضر کرنا پڑے گا۔ نواب صاحب نے یہ سن کر فرمایا، بہت بہتر وقت طے ہوا مولانا نواب صاحب کے ساتھ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، بیگم صاحبہ بھی قریب ہی

پس پردہ بیٹھی ہوئی تھیں، چاندی کے روپیوں کی ڈیڑھ من گٹھڑی مولانا کے سامنے لاکر رکھی گئی، مولانا نے فرمایا بیگم صاحبہ آپ کے نواب صاحب آپ سے مہر معاف کرانا چاہتے ہیں، بیگم صاحبہ نے کہا اگر آپ حکم دیں گے تو میں آپ کی خوشی کی خاطر معاف کردوں گی، مولانا نے پوچھا کتنا ہے؟ کہا پانچ ہزار روپے، مولانا نے فرمایا پانچ ہزار روپے کتنے ہوتے ہیں؟۔ آپ نے دیکھے ہیں؟ بیگم صاحبہ نے اندر سے جواب دیا کہ میں نے تو کبھی نہیں دیکھے مولانا نے وہ گٹھڑی ان کے سامنے سرکا دی فرمایا یہ ہیں دیکھئے پانچ ہزار روپے اب آپ مہر معاف کر کے ان کو خوش کر دیجئے بیگم صاحبہ نے گٹھڑی کا جائزہ لیا، اٹھانے کی بھی کوشش کی، حیرت زدہ ہو کر پوچھا، یہ پانچ ہزار روپے ہیں؟ مولانا نے فرمایا ہاں! اب آپ کیا فرماتی ہیں؟ بیگم صاحبہ بولیں میں تو معاف نہیں کرتی، اب نواب صاحب منہ دیکھتے رہ گئے۔ مولانا نے فرمایا جناب نواب صاحب اگر اس وقت معاف ہو جاتا تو صحیح معافی یہی ہوتی، مگر بھئی نواب صاحب یہ زوجہ کا حق ہے جبر و اکراہ یا کسی قسم کا اخلاقی دباؤ ڈالنا درست نہیں اور نہ شرعاً جائز ہے۔ یہ واقعہ بڑا سبق آموز اور عبرت حاصل کرنے کے قابل ہے۔ (احیاء)

کم سن متوفی بچے قیامت میں والدین کو پانی پلا رہے ہیں

ایک بہت بڑے عظیم المرتبت بزرگ کا قصہ ہے، کہ لوگ ان سے نکاح کرنے کے لئے کہا کرتے تھے، اور وہ بزرگ ہر دفعہ انکار کر دیا کرتے تھے ایک روز وہ تہجد کے وقت سو کر اٹھے اور تہجد کی نماز اور فجر کی نماز اور وظیفہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں سے کہنے لگے کہ میرا نکاح کر دو، دوست احباب نے نکاح کر دیا اور بعد میں ارادہ تبدیل ہونے کی وجہ دریافت کی، بزرگ نے فرمایا اب میں اتنی جلدی شادی کرنے پر یوں آمادہ ہوا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے اولاد سے نوازے اور وہ آخرت میں میرے کام آئے، اور حقیقت یہ ہے کہ آج میں نے خواب میں قیامت کا منظر

دیکھا کہ لوگوں کے ساتھ میں بھی میدان حشر میں کھڑا ہوا ہوں پیاس اور دیگر تکلیف کی وجہ سے سب لوگ سخت مضطرب اور بے چین ہیں، اسی اثناء میں میں نے ایک عجیب بات دیکھی کہ کچھ بچے صفوں کو چیرتے ہوئے ادھر سے ادھر پھر رہے ہیں، ان کے کندھوں پر نورانی چادریں پڑی ہوئی ہیں اور ہاتھوں میں چاندی کے جگ اور سونے کے گلاس ہیں اور بچے ایک ایک شخص کو پانی پلا کر چین دے رہے ہیں، اور کچھ لوگوں کو چھوڑتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں، میں نے بے چین ہو کر خود ایک بچے سے پانی طلب کیا، تو وہ کہنے لگا ہم میں تمہارا کوئی بچہ نہیں ہے، ہم تو اپنے ماں باپ کو پانی پلا رہے ہیں میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس بچہ نے جواب دیا ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں ہمیں صغیر سنی میں اٹھالیا گیا تھا۔ (احیاء: جلد ۲ صفحہ ۶۵)

﴿ کھانوں کا اولاد پر اثر ﴾

ایک دفعہ سید حضرات بغرض ملاقات حضرت احمد حرب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے، تو آپ ان مہمانوں کے ساتھ بے حد ادب واحترام اور تعظیم کے ساتھ پیش آئے، لیکن آپ کا ایک شریر بچہ گستاخانہ طور پر رباب بجاتا ہوا مہمانوں کے سامنے باہر نکلا اور اس کی یہ بدسلوکی سید حضرات کو بہت بری لگی تو آپ نے ان حضرات کو فرمایا کہ اس لڑکے کی اس گستاخی کو براہ کرم معاف فرمادیں، دراصل بات یہ کہ بچے کا نطفہ اس رات قائم ہوا تھا جب میرے ہمسایہ کے یہاں بادشاہ کے پاس سے کھانا آیا تھا اور اس نے مجھ کو بھی بار بار اصرار کر کے کھلایا تھا، اور وہ کھانا صحیح نہیں تھا، اسی وجہ سے یہ بچہ شریر اور گستاخ پیدا ہوا۔ (حوالہ تذکرۃ الاولیاء: صفحہ ۱۴۸)

﴿ یاد میں تیری سب کو بھلا دوں ﴾

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ جن کو حقائق ودقائق پر مکمل دسترس حاصل تھی، اور جن کے متعلق بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ جس طرح انبیاء میں حضرت یحییٰ

بن زکریا علیہما الصلوۃ والسلام کا مقام ہے اسی طرح بزرگان دین میں حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیثیت ہے۔ تاثر آمیز مواعظ کی وجہ سے آپ کو واعظ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ آپ کے ایک بھائی بحیثیت مجاور کے مکہ معظّمہ میں بھی مقیم تھے اور انہوں نے وہاں سے تحریر کیا کہ مجھے تین چیزوں کی بے حد تمنا تھی اول یہ کہ کسی متبرک مقام پر سکونت کا موقعہ مل جائے، دوم یہ کہ میری خدمت کے لئے ایک نیک خادم بھی ہو، لہٰذا یہ دونوں خواہشیں پوری ہوگئیں اب تیسری خواہش یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ایک مرتبہ آپ سے ملاقات ہو جائے یہ میری دلی خواہش ہے خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تمنا بھی پوری کر دے، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ انسان کو تو بذات خود متبرک ہونا چاہئے تاکہ اس کی برکت سے ''جائے قیام'' بھی متبرک ہو جائے، دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو تو خود خادم بننا چاہئے تھا نہ کہ مخدوم، انسان کی شان ہی غلامی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے تو میں آپ کو ہرگز یاد نہ آتا۔ لہٰذا یاد الٰہی میں بہن بھائی بیوی بچے سب کو فراموش کر دینا چاہئے، اگر آپ دنیا میں عبادت سے خدا ہی کو راضی نہیں کر سکتے تو پھر مجھ سے ملاقات بھی بے سود ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء: صفحہ ۱۷۳)

خواجہ مجذوبؒ فرماتے ہیں۔

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تا دم آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ اللہ

دنیا کی راحتیں چاہو گے تو آخرت کی راحت میں کمی آئے گی

بنی اسرائیل میں دو بھائی تھے جن میں ایک مسلم تھا اور دوسرا غیر مسلم، اور دونوں دریا کے شکاری، غیر مسلم غیر اللہ کو سجدہ کرتا تھا، مگر جب مچھلیوں کے لئے جال دریا میں ڈالتا تو اس قدر مچھلیاں اس میں آجاتی تھیں کہ اس کو کھینچ کر اٹھانا مشکل ہو جاتا۔

اس کے برعکس مسلمان کے جال میں صرف ایک ہی مچھلی آتی تھی اور وہ اسی پر صبر کے ساتھ خدا کا شکر ادا کرتا تھا۔ اور عبادات الٰہی میں مصروف رہتا تھا اتفاقاً ایک روز اس مسلمان کی اہلیہ بطور تفریح اپنے مکان کے پاس پڑوسی کے گھر پر گئی تو اس کی نظر غیر مسلم کی زوجہ پر پڑی جو زیورات اور بہترین لباس سے آراستہ تھی۔

یہ دیکھ کر اس مسلمان کی بیوی کے دل میں حرص کا وسوسہ پیدا ہوا اور عورت ذات فطرتاً حریص تو ہے ہی اس لئے اس کی زبان سے یہ بات نکل گئی کہ کاش میں بھی ایسی ہی ہوتی۔

تو یہ بات سن کر پڑوسی کی عورت بولی کہ تو اپنے شوہر کو آمادہ کرے کہ وہ بھی میرے شوہر کے معبود یعنی غیر اللہ کی عبادت کیا کرے تاکہ تو بھی میری طرح مالدار ہو جائے اور عیش کر سکے۔ یہ سن کر اس خدا پرست کی اہلیہ کچھ غمزدہ ہو کر اور اداس چہرہ لے کر اپنے گھر آئی اور جب اس کا شوہر گھر آیا تو اس نے بیوی کا حال متغیر دیکھ کر دریافت کیا کہ آخر کیا بات ہے کہ جس سے تو منہ بنائے بیٹھی ہے اور اس قدر غمزدہ معلوم ہوتی ہے۔

عورت کی نادانی

تو وہ کہنے لگی بس میاں یا تم مجھے طلاق دے دو یا اپنے بھائی کے معبود کی عبادت و پوجا اختیار کر و یہ سن کر اس کے نیک شوہر نے کہا خدا کی بندی! تو خدا سے نہیں ڈرتی۔ ایمان کی دولت سے بڑھ کر اور دنیا میں کونسی دولت ہو سکتی ہے۔ اس کے جواب میں عورت بولی۔ بس

مجھ سے اب زیادہ باتیں مت بناؤ۔ تمہاری یہ روکھی سوکھی باتیں مجھے پسند نہیں ہیں۔ میں تنگی بو چی نہیں رہ سکتی جب کہ آس پاس پڑوس کی عورتیں خصوصاً تمہارے بھائی کی بیوی کو میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ زیورات سامان لذات اور بہترین کپڑوں سے آراستہ رہتی ہے۔

عورت کی ضد

جب اس مرد مؤمن نے دیکھا کہ عورت ضد پر اتر آئی ہے اور اس کا اصرار حد سے بڑھ چکا ہے تو اس نے عورت کو تسلی دی کہ اچھا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد ایک دن اس کے شوہر نے آخری شب میں جو اجابت دعا کا وقت ہے زار و قطار رو کر دعا کی اے میرے مالک تو ہمارے حال سے بخوبی واقف ہے تیرے سامنے کسی بات کے عرض کرنے کی حاجت نہیں۔ مگر تیری باندی نے مجھے مجبور کر دیا ہے اور ایمان سے بھی ہاتھ دھونا چاہتی ہے۔

اے اللہ میں ایمان کی سلامتی کی درخواست کرتا ہوں۔ تو اس کو تقویت ایمان عنایت فرما اور تیرے پاس میں اپنے اور اس کے ایمان کی سلامتی کی درخواست کرتا ہوں۔ اور تو اپنے خزانہ قدرت سے اس کی امید پوری کر دے اور اس غلام کو اس کی کشائش اور پریشانی سے نجات دے۔

دعا کی قبولیت

چنانچہ اس کی دعا پر ایک طاق سے کوئی ہاتھ باہر نکلا جس میں ایسا منور جوہر تھا جس سے پورا گھر منور اور روشن ہو گیا۔ پھر وہ ہاتھ غائب ہو کر طاق بند ہو گیا یہ دیکھ کر خاوند نے اپنی اہلیہ کو جگایا کہ جلدی اٹھ خدا نے تیرے دل کی مراد پوری کر دی۔ یہ سن کر وہ عورت جھنجھلاتی ہوئی بیدار ہوئی۔

حلال کمانے والے کی دعا سے بیوی کا سویا ہوا بخت بیدار ہو گیا

اور بولی کہ مجھ کو کیوں جگایا میں تو ایک لطیف خواب دیکھ رہی تھی کہ جنت ہر طرف

سے بجی ہوئی ہے اور اس میں ایک نہایت عمدہ مکان ہیرے جواہرات سے بنا ہوا اس قدر روشن مزین ہے کہ جس کی روشنی کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی شرماتی ہے۔

اس زرق برق مکان کو دیکھ کر میں حیرت سے کھوئی ہوئی تھی جب کچھ ہوش آنے پر میں نے پوچھا یہ عالی شان مکان کس خوش نصیب کو ملے گا۔ تو جواب ملا یہ تم دونوں میاں بیوی کے لئے ہے یہ سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی پھر کیا دیکھتی ہوں کہ ایک روشن موتی اس مکان سے گم ہو گیا ہے اور وہ مکان بدنما اور نازیبا معلوم ہونے لگا میں نے پوچھا یہ کیا ہوا یہاں کا موتی کہاں غائب ہو گیا؟

تو غیب سے ندا آئی کہ وہ روشن موتی جس سے تیرا مکان روشن تھا تیری خوشحالی اور عیش کے لئے دنیا میں چلا گیا۔ جس قدر تو دنیا میں راحت و عیش اور رونق و آسودگی چاہے گی اس قدر یہاں کی راحتوں اور نعمتوں میں کمی آجائے گی یہ سن کر میں پریشان ہو گئی میں اس کشمکش میں تھی کہ کیا کروں کیا کہوں کہ اچانک تم نے مجھے جگا دیا۔

لہٰذا خدا کے دربار میں پھر درخواست کیجئے کہ یہ روشن موتی جہاں سے گم ہوا ہے پھر اپنے مقام میں چلا جائے کیونکہ دنیا کی حیات عارضی اور نعمت و راحت وقتی ہے اور دنیا بذات خود فانی ہے۔

اس میں رہنے والی ہر چیز کو ایک دن زوال ہے اور عقبیٰ کی ہر چیز لافانی اور دائمی ہے حیات کا ثبات ہے نہ نعمت کا زوال ہے اور نہ ہی سزا جزا کا خاتمہ ہے لہٰذا باقی مکان کو ناقص بنا دینا انتہائی حماقت و جہالت ہے اس کے بعد پھر اس کے شوہر نے کمال گریہ وزاری اور منت و انکساری سے عرض کیا کہ خداوند تو بڑا رحیم و حکیم ہے جو تیری حمد وثنا کرنے کا میرا حق ہے وہ الفاظ میری زبان ادا نہیں کر سکتی۔

تو نے اپنی باندی کو جنت کی لذتوں کا مزہ چکھا کر دنیا کی عارضی لذتوں سے چھڑا دیا اور اس طرح ایک مخالف کو موافق بنا دیا میں تیری اس عنایت کا کس زبان و دل سے شکر ادا کر سکتا ہوں تو اچانک اسی طاق سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور اس روشن گوہر کو لے جا

کراس کے مقام پر پہنچا دیا بعد ازاں وہ خدا ہی کی عبادت میں مصروف رہ کرانتقال فرما گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے صدقے ہمیں بھی اپنی رحمت سے بخش دیں۔ (کشف المحجوب)

حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر تم میرے ساتھ جنت میں رہنا چاہتی ہو تو اپنے سے کم تر یعنی غریبوں کے پاس آنا جانا رکھو امیروں کی مجلس میں قطعاً نہ جانا۔

(بخاری شریف)

امیروں سے مجلس باعث غم وحزن ہے اور فقیروں سے مجلس باعث سکون و اطمینان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿انظروا الی من هو اسفل منكم ولا تنظروا الی من هو فوقكم فانه اجدی ان لا تزدروا النعمة الله عليكم﴾

ترجمہ: ''یعنی (اے لوگو) تم لوگ اس کو دیکھو جو تم سے کم ہو (غریب اور تنگ دست ہو) اسے ہرگز مت دیکھے جو تم سے زیادہ مالدار ہو اس لئے کہ تم اپنی ذات پر اللہ کی نازل کردہ نعمتوں کو حقیر نہ سمجھو۔''

(الحدیث مسلم شریف: ص ۴۰۷)

حضرت عوف بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں مالداروں کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا اس زمانے میں میری کیفیت یہ تھی کہ جب ان کے خوبصورت اور قیمتی لباس اور سامان آرائش وراحت کو دیکھتا تو دل حسرت وغم سے کٹ کر رہ جاتا۔ پھر میں نے غریبوں سے تعلقات بڑھانے اور ان کی مجلس میں آنا جانا شروع کیا تو یہ ساری کیفیت زائل ہوگئی اور عبادت الٰہی میں لذت آنے لگی اور اب مجھے جو راحت ہے وہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ (احیاء: جلد ۲)

حضرت فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی پیغمبر نے باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے خدا! مجھے یہ کیسے معلوم ہو کہ آپ مجھ سے راضی ہیں یا نہیں فرمایا اس کی پہچان یہ ہے کہ دنیا میں یہ دیکھ لیا کرو کہ فقرا اور مساکین تم سے راضی ہیں یا نہیں؟ اگر وہ راضی ہوں تو سمجھ لو میں بھی راضی ہوں اور اگر وہ ناراض ہیں تو یاد رکھو! میں بھی ناراض ہوں۔ (بحوالہ احیاء: جلد۲ صفحہ۵۴)

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یا عائشہ!

﴿ایاکم و مجالس الموتی قیل و ما الموتی قال الاغنیاء﴾

ترجمہ: ''یعنی اے عائشہ مردوں کی ہم نشینی سے گریز کرو عرض کیا گیا مردوں سے کون لوگ مراد ہیں فرمایا مالدار اور آسودہ حال لوگ۔'' الحدیث

(ترمذی شریف)

اللہ کے محبوب اور انبیا کے سردار حضرت محمد ﷺ خود اللہ کے دربار میں اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ: ''**اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین**'' یعنی اے اللہ مجھے بحالت مسکینی زندہ رکھ بحالت مسکینی موت دے اور قیامت کے روز مساکین کے زمرہ میں اٹھا۔ (ابن ماجہ، حاکم، ترمذی)

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی عظیم الشان سلطنت اور بے نظیر بادشاہت کے باوجود جب مسجد میں تشریف لے جاتے اور کسی غریب آدمی کو دیکھتے تو اس شخص کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اور یہ فرماتے کہ مسکین مسکین کے پاس ہی بیٹھا ہے۔ (احیاء: جلد۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں ان میں سے تین مالداروں کے لئے ہیں تین عورتوں کے لئے ہیں اور ایک صرف مساکین وغربا لوگوں کے لئے ہے۔ (احیاء: جلد۲)

محترم! قارئین دنیا کے متعلق کچھ باتیں احقر نے یہاں نقل کی ہیں تفصیلی بیان کا

یہاں موقع نہیں ناظرین کتاب کو لازمی طور پر یہ یاد رہے کہ موجودہ دنیا ہے اور اس دنیا میں سب سے زیادہ عزت دولت کی ہے اور آخرت میں سب سے زیادہ عزت عبادت کی ہوگی، یہاں سب سے زیادہ عزت دولت کی ہے اور آخرت میں سب سے زیادہ قیمت معرفت اور پرہیزگاری کی ہوگی۔ جو شخص پرہیزگاری اور معرفت خداوندی میں جتنا بلند ہوگا اتنا ہی وہ آخرت میں بلند کیا جائے گا۔

یقیناً سب سے زیادہ صحت مند وہ ہے جس کی صحت خدا کی راہ میں برباد ہوگئی ہو سب سے زیادہ صاحب مال وہ ہے جو خدا کی خاطر بے مال ہو جائے اور خدائی اخلاق کو اپنا اخلاق بنائے جو پھول کی طرح شہرت اور عزت سے بے نیاز ہو کر دنیا میں کھلنا جانتے ہوں اور جو زمین پر پڑے ہوئے سایہ کی طرح کبر وغرور اور حسد وعداوت سے خالی ہو کر اپنے آپ کو اللہ اور محمد ﷺ کی رضا کے آگے ڈال دینے والے ہوں یہ بات ہر کلمہ گو کو یاد رہے کہ اللہ رب ہیں۔

یہ لفظ نہیں بلکہ ایک محنت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں دکان سے پلتا ہوں یا کسی کھیتی سے پلتا ہوں یا ملازمت سے سیاست یا حکومت سے پلتا ہوں۔ تو یہ کہنا لفظ نہیں ہے بلکہ ایک محنت ہے اتنا کہنے کے بعد محنت شروع ہو جاتی ہے کہ زمین خریدتا ہے۔ ہل چلاتا ہے غلہ لا کر بیچتا ہے جانور اور مکان خریدتا ہے غرض اس لفظ کے پیچھے لمبی چوڑی محنت کی زندگی ہے اسی طرح جب ہم نے کہا کہ ہمارے رب اللہ ہیں تو بات ختم نہیں ہوئی بلکہ یہاں سے شروع ہوئی کہ جب اللہ پالنے والے ہیں تو غیروں سے پلنے کا یقین دل سے نکال دو۔ اور ہر عضو کی محنت سے یہ بتا دو کہ میں اللہ سے پلتا ہوں غیروں سے نہیں۔ اللہ سب کو عمل کی توفیق دے علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیر

﴿عورت کی ایذاء پر صبر کا بہترین انجام﴾

ایک عورت نہایت بدمزاج ''کج خلق'' منہ پھٹ بدزبان تھی حضرت مرزا جان جان صاحب کو الہام ہوا کہ اگر اس بدمزاج اور زبان دراز عورت سے نکاح کرو اس کی بدزبانی اور ایذادہی پر صبر کرو گے تو تم کو نواز لیا جائے گا اور تمہارا مرتبہ بلند کیا جائے گا حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اس سے نکاح کر لیا وہ عورت تندخو بدخصلت سخت دل اور زبان دراز تھی کہ شاید کوئی اور مشکل سے ہاتھ آئے۔

حضرت مرزا صاحب خوشی خوشی دولت خانہ تشریف لے جاتے اور وہ سڑی سڑی سنانی شروع کرتی۔ حضرت مرزا صاحب چپکے بیٹھے سنتے رہتے زبان سے اف تک نہ نکالتے اندر ہی اندر گھلتے آخر واپس تشریف لے آتے تھے آپ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کر دو اور پوچھو کوئی کار خدمت ہو تو انجام دیا جائے اور وہ بجائے شرم کے جواب میں گالیاں سناتی اور وہ مغلظات یعنی گندی باتیں بکتی تھی کہ سننے والے شرما جاتے تھے اور اظہار کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔

مگر مرزا صاحب کی خادم کو تاکید تھی کہ اہلیہ کی شان میں گستاخی نہ ہونے پائے کسی بات کا جواب مت دینا جو کچھ فرمائیں سن لینا ایک روز کوئی ولایتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا ہر چند اس کو تاکید تھی کہ جواب نہ دیا جائے مگر بے چارہ ضبط نہ کر سکا جب دروازہ پر پہنچ کر حضرت کا سلام پہنچایا مزاج پرسی کی تو عورت نے بکنا شروع کیا کہ پیر بنا بیٹھا ہے اور مریدیں بناتا پھرتا ہے اسے یوں کروں ووں کروں ہر چند کہا ولایتی نے ضبط کی کوشش کی مگر آخر کہاں تک پیر کو گالیاں نہ سن سکا اور غصہ میں آ کر کہا بس چپ رہ ورنہ گردن اڑا دوں گا اس جواب پر وہ نیک بخت اور آگ بگولہ ہو گئی اب لگی ہونے تو تو میں میں شور و غل کی آواز جو مرزا صاحب کے کان میں پہنچی تو گھبرا اٹھے

اور جلدی سے ولایتی کو واپس بلا بھیجا۔ اس کو بٹھایا اور فرمایا تم ناواقف ہو یہ کہہ کر دوسرے خادم کو بھیجا وہ گالیاں سن کر واپس آ گیا حضرت مرزا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس عورت کا بہت مشکور ہوں اور بے حد احسان مند ہوں کہ اس کے باعث مجھے بہت نفع پہنچا ہے۔ (بحوالہ ارواح ثلاثہ: صفحہ ۲۸)

فائدہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلیہ کی عادتوں و خصلتوں اور اس کی تلخ کلامی ترش روئی بدسلیقگی اور فضول خرچی پر صبر کرنے میں نفس کی جفاکشی بھی ہے اور اس کی اصلاح بھی اور عجب نہیں کہ مرد یہ طرز عمل اختیار کر کے خدا کا پیارا بن جائے اور اس کے محبوب بندوں میں داخل ہو جائے حضرت ابوسلیمان دارانی نے فرمایا عورتوں کی تلخی و ترش روئی اور دیگر حرکتوں پر صبر کرنا دوزخ کی آگ سے اپنے کو بچانا ہے۔

(بحوالہ احیا: جلد ۲ صفحہ ۵۸)

شوہر کے فرائض میں سے یہ بھی ایک اہم فرض ہے کہ اپنی عورت کے ساتھ بدمزاجی و ترش روئی سے پیش نہ آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی بیوی کا عجیب انداز میں شکایت کرنا

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خوب عبادت کرنے والا تھا میرے باپ نے میری ایک عورت سے شادی کروا دی ایک دن میرے والد میرے گھر آئے اور میری بیوی سے پوچھا کہ تمہارا شوہر کیسا ہے؟ اس نے کہا بہت اچھا ساری رات نوافل پڑھتا ہے اور سارا دن روزہ رکھتے ہیں پھر میرے والد میرے پاس آئے اور کہا کہ میں نے تیری شادی مسلمانوں کی ایک عورت سے کروائی ہے تم اس سے علیحدہ ہو کر کیوں زندگی گزار رہے ہو میں نے اپنے والد کی بات کی پرواہ نہیں کی اور اپنی عبادت میں لگا رہا یہاں تک کہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا میں روزہ رکھتا ہوں اور

افطار بھی کرتا ہوں نمازیں پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں تم بھی نمازیں بھی پڑھواور آرام بھی کرو ہر مہینے تین روزے بھی رکھو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں طاقت ورہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلوایک دن روزہ رکھوایک دن افطار کرو یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا قرآن کتنا پڑھتے ہیں؟ میں نے بتایا دودن دورات میں ایک قرآن ختم ہوجاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پندرہ دن میں ایک قرآن ختم کیا کرو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے طاقت ورہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر سات دن میں ایک قرآن ختم کرلیا کرو پھر فرمایا کہ ہر عمل کرنے والے کے لئے تیزی ہوتی ہے پھر تیزی میں سستی ہوجاتی ہے مگر جو اعتدال سے چلے گا وہ کامیاب ہو جائے گا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت مجھے میرے مال اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے آج میں بڑی عمر والا ہوں اور بوڑھا ہو چکا ہوں مگر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا جتنا کرنے کا اس میں کمی کرنے کو میں ناپسند کرتا ہوں۔

عدالتِ معاویہؓ کا عجیب واقعہ

مذکور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن دمشق میں مجلس لگائے تشریف فرماتھے دربار کی جگہ دونوں جانب سے کھلی تھی تاکہ ہوا اچھی طرح گزر سکے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرماتھے ارکان دولت آپؓ کے سامنے تشریف فرماتھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص ان کی جانب بڑھے چلے آرہا ہے رفتار تیز ہے ننگے پاؤں ہے اور اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ سوچا پھر فرمایا آج جو اس کی حاجت ہوسکتی

ہے اس سے بڑھ کر کسی کی کوئی حاجت نہ ہوگی، پھر اپنے غلام کو فرمایا اے غلام اس کے پاس جاؤ اور اس کی حالت پوچھ گچھ کرو پس اللہ کی قسم اگر یہ فقیر ہوگا تو میں اس کو مالدار کر دوں گا اور اگر شکوہ شکایت لایا ہے تو میں ضرور انصاف دوں گا، اور اگر مظلوم ہے تو ضرور مدد کروں گا، تو قاصد نے جا کر ملاقات کی سلام و جواب ہوا اب پوچھا آپ کون ہیں؟ کہا میرے سردار میں بستی عذرہ کا ایک دیہاتی شخص ہوں امیر المؤمنین کے پاس آیا ہوں ان کے کسی افسر کے ظلم کی شکایت لے کر جو ظلم مجھ پر اس نے کیا ہے۔

قاصد نے اس کو کہا کہ چلو امیر المؤمنین کے روبرو تو اعرابی سامنے آیا اور ادب سے سلام کیا پھر کہنا شروع کیا

معاوی یا ذالعلم والحلم والفضل

ویا ذالندی والجود و التایل الجزل

ترجمہ: ''اے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے علم و فضل والے اور بردبار اور اے جود و سخا والے اور خوب عطاء کرنے والے۔''

اتینک الما ضاق فی الارض مذھبی

فباغیت لا تقطع رجائی من العدل

ترجمہ: ''جب زمین میں میرے راستے تنگ ہو گئے تو میں تیرے پاس آیا (سخاوت کی) بارش سے میری امید تجھ سے منقطع نہیں ہوئی۔''

وجد بی بانصاف من الجا ئر الذی

شوالی شیا کان ایسر قتلی

ترجمہ: ''اور میرے لئے انصاف کی سخاوت کر اس ظلم سے جس نے مجھ کو بالکل بھون کر رکھ دیا اس سے تو قتل بھی ہلکا تھا۔''

شبانی سعدی وانبرنی لخصومتی

وجار ولم یعدل واغضبی اھلی

ترجمہ: ''مجھے سعدی نے (اپنی محبت میں) قید کر لیا اور میرے دشمن کے سامنے لاغر کر دیا ہے اور دشمن نے ظلم کیا ہے انصاف نہیں کیا اور میرے اہل نے مجھے غضب ناک کر دیا۔''

قصدت لارجوا نفعه فاثابني
بسجن وانواع العذاب مع الكبل

ترجمہ: ''میں نے اس (عامل) سے اچھی بات کا ارادہ رکھا اسی نے مجھے جیل کا ٹھکانہ دیا اور بیڑیوں کے ساتھ طرح طرح کے عذاب دیئے۔''

وهم بقتلي غيران منيتي تابت
ولم استكمل الرزق من اجلي

ترجمہ: ''اس نے میرے قتل کا ارادہ کیا مگر میری موت نے انکار کر دیا اور میں نے اپنی مقررہ مدت کے ابھی مؤخر ہونے کی وجہ سے رزق بھی پورا نہیں کیا۔''

اغثني جزاک اللّٰه عني جنة فقد
طار من وجد سعدى لها عقلي

ترجمہ: ''میری فریادرسی کریں اللہ آپ کو جزائے جنت دے میری طرف سے سعدی کی محبت کی وجہ سے میری عقل اڑی ہوئی ہے۔''

جب اعرابی اپنے شعر سے فارغ ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے ہمارے کسی عامل کی شکایت کی ہے لیکن اس کا نام نہیں بتایا کہا اللہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلامت رکھے وہ آپ کا چچازاد بھائی مروان بن الحکم ہے مدینے کا عامل (گورنر) ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اس کے ساتھ تیرا کیا قصہ ہے؟ اے اعرابی؟ کہا اللہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلامت رکھے میری ایک چچازاد بہن تھی میں نے اس کے باپ کو پیغام نکاح دیا تو

اس نے اپنی بیٹی سے میری شادی کر دی اور مجھے اس سے انتہائی سخت محبت والفت تھی اس لئے کہ اس میں عقل، حسن رشتے داری سب کامل طور سے موجود تھیں تو امیر المؤمنین ہم بڑی عیش، عشرت اور خوشیوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے اور میرے پاس اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ تھے اور میرا دل وجان اپنی بیوی پر قربان رہتا تھا پھر میری بیوی پر اللہ کے فیصلے اور زمانے کے حوادث چلنے لگے ہوا یہ کہ پہلے اسے کوئی بیماری لگ گئی میں نے اس پر اپنا سب کچھ لگا دیا یہاں تک کہ میرے پاس کسی قسم کا مال نہ رہا اور میں بڑا پریشان افسردہ ہو گیا میری عقل اڑ گئی برا حال ہو گیا اور پھر میری بیوی کی یہ خبر اس کے والد کو پہنچی تو وہ ہمارے درمیان رکاوٹ بن گیا اور بیوی دینے سے انکار کر دیا مجھے دھتکار دیا میری بیوی کو مجھ سے دور کر دیا پھر مجھے کچھ اور تو نہ بن سکا میں نے شکایت لے کر آپ کے عامل مدینہ مروان بن حکم کے پاس گیا اور اس کو شکایت کی تو اس نے لڑکی کے باپ کو بلایا، اور پوچھا کہ تو اپنے بھتیجے اور اپنی لڑکی جو دونوں میاں بیوی ہیں ان کے درمیان رکاوٹ کیوں بنا ہوا ہے؟ تو لڑکی کے باپ نے تو پھر یہ کہہ دیا کہ وہ اس کی بیوی ہے ہی نہیں اور نہ اس نے اس کی شادی مجھ سے کی ہے میں نے عرض کیا اللہ امیر کو سلامت رکھے آپ لڑکی سے پوچھ لیں میں اس کی بات پر راضی ہو جاؤں گا۔ تو عامل نے لڑکی کو بلایا وہ جلدی سے آئی اور عامل کے سامنے کھڑی ہوئی تو عامل کی اس پر نیت خراب ہو گئی اور پھر وہ بھی میرا خصم دشمن ہو گیا اور جھڑکا اور مجھے قید کرنے کا حکم جاری کر دیا میں تو گویا آسمان سے زمین پر پھینک دیا گیا میرے بعد اس کے باپ کو امیر نے کہا کیا تو اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر سکتا ہے، میں ہزار دینار دوں گا اور مزید تجھے دس ہزار درہم دوں گا، جن سے تو زندگی چین سے بسر کرے، اور اس (مجھ) سے طلاق دلوانے کا میں ذمہ دار ہوں، لڑکی کے والد نے کہا اگر تو ایسا کر لیتا ہے تو مجھے منظور ہے، جب اگلا دن آیا تو اس نے مجھے بلایا اور میں پہنچا تو وہ مجھ پر غضب ناک شیر کی طرح دھاڑا اور کہا اے اعرابی سعدی کو طلاق دے دے میں نے

انکار کر دیا تو اس نے مجھے مارنے کا حکم دیا پھر مار پٹائی کے بعد دوبارہ جیل میں بھجوا دیا جب دوسرا دن ہوا تو اس نے پھر بلایا اور کہا کہ طلاق دے دے میں نے انکار کر دیا تو اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا انہوں نے مجھے اتنا مارا کہ کوئی اس کو بیان کرنے کی سکت نہیں رکھتا، پھر جیل بھجوا دیا، پھر تیسرا دن ہوا تو اس نے پھر بلایا اور تلوار، چمڑا اور جلاد کو بلوایا اور کہا اے دیہاتی میرے رب کی بزرگی کی قسم اور میرے باپ کی شرافت کی قسم اگر تو اب طلاق نہ دے گا تو میں تیرے جسم اور گردن کو الگ الگ کر دوں گا پھر جا کر میں قتل کے خوف سے طلاق سنت کے مطابق دے دی اس نے پھر مجھے جیل بھجوا دیا اور جب عدت پوری ہو گئی تو شادی کر لی اور اس کے ساتھ زندگی بسر کی پھر کہیں جا کر مجھے آزاد کیا اور اب میں وہاں سے آپ کے پاس فریاد لے کر حاضر ہوا ہوں مجھے آپ کے عدل و انصاف کی امید ہے مجھ پر رحم فرمایئے اے امیر المؤمنین اللہ کی قسم اے امیر المؤمنین مجھے غموں نے مشقتوں میں ڈال دیا ہے رنج وفکر نے مجھے پگھلا کر رکھ دیا ہے میں سعدی کی محبت میں عقل کھو بیٹھا ہوں پھر اعرابی زار و قطار رونے لگ گیا اور قریب تھا کہ اس کی جان نکل جاتی پھر اس نے یہ اشعار کہے

فی القلب منی نار
والنار فیھا الدمار

ترجمہ: ''میرے دل میں آگ (بھڑک رہی) ہے اور آگ نے دل میں ہلاکت برپا کر رکھی ہے۔''

والجسم منی سقیم
فیہ الطبیب یحار

ترجمہ: ''اور میرا جسم بیمار ہے اس میں، طبیب بھی پریشان حیران ہے۔''

والعین تھطل وما
قد معھا مدرار

ترجمہ: ''اور آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔ پس اس کے آنسو موسلا دھار بارش ہیں۔''

حملت منه عظيما
فما عليه اصطبار

ترجمہ: ''میں نے اس سے عظیم مشقت اٹھائی ہے۔ پس اس پر صبر نہیں رہا۔''

فليس ليلى ليل
ولا نهاری نهار

ترجمہ: ''پس میری رات رات نہیں، اور نہ میرا دن دن ہے۔''

فارحم كئيبا حزينا
فواده مستطار

ترجمہ: ''پس رنج وغم (کے مارے) پر رحم فرمایئے اس کا دل اڑا ہوا ہے۔''

اردد على سعادى
يثيبك الجبار

ترجمہ: ''مجھ پر میری سعدی واپس کروا دیجئے۔ جبار واللہ آپ کو ثواب دے گا۔''

پھر اعرابی بے ہوش ہو کر گر پڑا گویا کہ اس پر بجلی گر پڑی اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ بھی اٹھ گئے اور اعرابی کو دیکھا پھر بیٹھ گئے اور اناللہ پڑھا اور فرمایا مجھے مروان ابن حکم نے تنگ کر رکھا ہے، دین کے حدود میں اور مسلمانوں کے حرم میں ظالم ہو گیا ہے، پھر دوات و کاغذ منگوایا اور مروان کے پاس لکھا کہ امابعد مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو نے اپنی رعایا پر بعض حدود میں ظلم کیا ہے اور ایک

مسلمان کی عزت وحرمت کو پامال کیا ہے اور جو ایک ٹکڑے یا سلطنت کا مالک ہو اس کو ضروری ہے خاص طور پر کہ وہ اپنی نگاہ کو پست رکھے اپنے نفس کو لذتوں سے روکنے والا ہو، تو اپنی رعایا کے لئے چرواہے کی طرح ہے اپنی بکریوں کے لئے جب تو نرمی کرے گا تب ہی وہ تیرے ساتھ رہ سکیں گے اگر تو ہی ان کے لئے بھیڑیا بن گیا تو کون ان کی حفاظت کرے گا پھر یہ اشعار زیب قرطاس کئے

ولیت ویحک امر الست تحکما
فاستغفر الله من فعل امرأ زان

ترجمہ: ''تجھ کو والی بنایا گیا ہے افسوس ہے تجھ پر اس کام میں تو صحیح انجام نہیں دے سکتا اللہ سے استغفار کر زانی آدمی کے کام سے۔''

قد کنت عندی ذا عقل وذا ادب
مع القراطیسی تمثالا و فرقان

ترجمہ: ''تو میرے نزدیک ایک بڑی عقل و ادب والا تھا باندیوں کے ساتھ مثال بیان کرنے میں انصاف کے۔''

حتی اتانا الفتی العذری منتحبا
یشکو الینا بیث ثم احزان

ترجمہ: ''یہاں تک کہ ہمارے پاس ایک عذری جوان آیا اور روتا ہوا اور ہمارے پاس شکوہ کرتا ہے غموں کا۔''

اعطی الا یمینا لاکفرها
حقا والبرأ من دینی و دیانی

ترجمہ: ''میں نے معبود کو قسم (عہد) دیا ہے کہ کفارہ ادا نہیں کروں گا بہر حال میں ضروری طور پر اور میں بری ہوں گا اپنے دین سے اور اپنے خالق سے (قسم توڑنے گناہ سے)۔''

ان انت خالفتی فیما کتبت بہ
لا جعلنک لحما بین عقبان

ترجمہ: ''اگر تو نے میری مخالفت کی اس بات میں جو میں نے لکھی ہے تو میں تجھے گوشت (کے ٹکڑے ٹکڑے) کردوں گا پرندوں کے درمیان۔''

طلق سعاد وعجلها مجهزة
مع الكميت ومع نصر بن ذبيان

ترجمہ: ''سعدی کو طلاق دے دے اور اس کو تیار کر کے جلد روانہ کر کمیت اور نصر بن زبیان کے ہمراہی میں۔''

فما استمعت كما بلغت فی بشر
ولا کفعلک حق فعل الانسان

ترجمہ: ''ایسا تو میں نے کسی بشر کے بارے میں نہیں سنا جو مجھے پہنچا ہے اور نہ تیرے کام جیسا کسی انسان کا کام زیب ہے۔''

فاختر لنفسک اما ان تجود بها
او ان تلاقی المنايا بين اكفان

ترجمہ: ''پس اپنے لئے اختیار کرے یا تو اس کو سخاوت کر کے بھیج دے یا کفنوں میں موتوں سے ملاقات کر۔''

پھر خط کو پورا کر دیا اور کہا میرے پاس ڈاک کے آدمی کمیت اور نصر بن زبیان کو لاؤ جب وہ آئے تو کہا یہ خط مروان بن حکم کے ہاتھ میں دینا یہ دونوں اس کے پاس پہنچے اور سلام کیا اور خط دے دیا مروان بار بار اس کو پڑھتا رہا پھر کھڑا ہوا اور سعدی کے پاس روتا ہوا گیا، جب سعدی نے دیکھا تو پوچھا اے سردار کیا ہو گیا ہے، امیر المؤمنین کا خط آیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تجھ کو طلاق دے کر واپس امیر کے پاس بھیج دوں اور میری تمنا تھی کہ مجھے تیرے ساتھ دو سال کم از کم تو گزارتا اس کے بعد پھر خواہ مجھے قتل کر دیا

جاتا یہ مجھے زیادہ پسند تھا آخر کار پھر اس نے اس کو طلاق دی اس کو امیر کے پاس بھیج دیا ساتھ یہ اشعار بھجوائے

لا تعجلن امیر المؤمنین فقد
اوفی بنذرک فی رفق واحسان

ترجمہ: ''اے امیر المؤمنین جلدی نہ کیجئے بے شک میں آپ کی نظر پوری کر رہا ہوں نرمی واحسان کے ساتھ۔''

وما رکبت حراما حین اعجبنی
فکیف ادعی باسم الخائن الزانی

ترجمہ: ''اور جب مجھے ایک چیز پسند آئی تو میں نے حرام کا ارتکاب نہیں کیا تو پھر مجھے خائن زانی کے نام سے کیوں پکارا گیا۔''

اعذر فانک لو بصر تھا لجرت
منک الا ماثنی علی امثال نمیان

ترجمہ: ''میں معذرت کرتا ہوں بے شک اگر آپ بھی اس کو دیکھ لیں تو آپ کے (محبت سے) آنسو جاری ہو جائیں۔''

فسوف یاتیک شمس لابعاد لھا
عند الخلیفة انس ولا جان

ترجمہ: ''پس عنقریب آپ کے پاس آفتاب آرہا ہے خلیفہ کے پاس کوئی انس یا جن اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔''

لو لا الخلیفة ما طلقتھا ابدا
حتی اضمن فی لحدو اکفان

ترجمہ: ''اگر خلیفہ نہ ہوتا تو میں اس کو کبھی طلاق نہ دیتا یہاں تک کہ میں قبر و کفن میں مل جاتا۔''

علــی سعــاد سلام مــن فتــی قلق

قــد خــلــفتــه بــاوصــاب واحــزان

ترجمہ: ''سعاد پر سلام ہو دل گرفتہ جوان کی طرف سے جس کو وہ مصیبتوں اور رنجوں میں چھوڑے جارہی ہے۔''

پھر یہ خط ان دونوں کو دے دیا اور لڑکی بھی حکم کے مطابق ان دونوں کے حوالے کر دی جب یہ مختصر قافلہ امیر کے پاس پہنچا تو انہوں نے خط کھولا اور اشعار پڑھے اور پھر فرمایا واللہ اشعار بہت اچھے کہے ہیں لیکن اپنے ساتھ برا کیا ہے پھر لڑکی کو بلوایا دیکھا تو نرم و نازک لڑکی ہے اس کو دیکھنے والے کے عقل و ہوش اڑ جاتے ہیں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا اور اپنے ہمنشینوں کو فرمایا واللہ یہ لڑکی کامل تخلیق والی ہے اگر اس کی نعمت کامل ہو تو اس کے مالک (یعنی شوہر) کے لئے ہوگی پھر اس کو بلوایا گفتگو کی تو وہ عرب کی فصیح و بلیغ (لڑکی) عورت نکلی۔

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اعرابی کا امتحانِ محبت لیتے ہوئے) فرمایا کیا تجھ کو اس کے بدلے صبر ہوسکتا ہے اس طرح کہ میں تجھ کو تین کنواری لڑکیاں دوں اور ہر لڑکی کے ساتھ ہزار درہم ہوں اور ہر ایک کے ساتھ دس دس جوڑے خز، دیباج، حریر، کتان کے ہوں (یہ ریشم کی اقسام ہیں) اور جو مسلمانوں کے لئے وظائف ہیں وہ تیرے اور ان کے مقرر کر دوں اور دوسرے عطیے اور بخشش بھی کروں تو پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بات مکمل کی تو اعرابی چیخ مارتا ہوا بے ہوش ہو کر گر پڑا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا (اور پریشان ہوئے) کہ شاید مر گیا جب افاقہ ہوا تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے اعرابی کیا حال ہے؟ کہا بہت برا حال ہے اے امیر المؤمنینؓ میں آپ کے عدل کے صدقے مروان کے ظلم سے پناہ مانگتا ہوں پھر یہ اشعار کہے۔

لا تــجــعــلــنــی هــداک الــلــه مــن مــلــک

کالمستجیر من الرمضاء بالنار

ترجمہ: ''اللہ آپ کو ہدایت بخشے مجھے مال نہ دیں (اور مجھے اس طرح نہ کریں) جو پناہ پکڑنے والا ہے سورج کی گرمی سے جہنم کے ساتھ۔''

اردد سعاد علی حزان مکتب

یمسی ویصبح فی ھم وتدکار

ترجمہ: ''سعاد کو سخت پیاسے غم کے مارے پر لوٹا دیجئے جو صبح وشام اس کی ہی یاد فکر میں کرتا ہے۔''

قد شفہ قلق ما مثلہ قلق

واسعر القلب منہ ای اسعار

ترجمہ: ''بے شک اس کو شفا دی ایسی تکلیف نے جس کے مثل کوئی قلق و تکلیف نہیں اور قلب نے اس سے بہت آگ بھڑکا رکھی ہے۔''

واللّٰہ واللّٰہ لا انسی مجتھا

حتی اغیب فی قبری واحجاری

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! میں اس کی محبت نہیں بھول سکتا یہاں تک کہ میں اپنی قبر میں غائب ہو جاؤں اور پتھروں میں۔''

کیف السلو وقد ھام الفؤاد بھا

فانفعلت فانی غیر کفار

ترجمہ: ''صبر کیسے ہو سکتا ہے جب کہ دل اس کے غم وفکر میں ہے پس اگر آپ (میری سعدی کو آزاد) کریں تو میں ناشکرہ نہیں ہوں۔''

فاجعل بفضلک وافعل فعل ذی کرم

لا فعل غیرک فعل اللؤم والعار

ترجمہ: ''اپنے فضل کا معاملہ فرمائیں اور کرم والے کا سا فعل کریں نہ اپنے

غیر (مروان) جیسا فعل کریں جو ملامت و عار ہے۔''

پھر اعرابی نے کہا۔

اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم اگر آپ اپنی پوری خلافت کا مال مجھے دے دیں تب بھی میں سعدی کے بغیر راضی نہ ہوں گا اور بنی عامل کے (مشہور) مجنوں نے بالکل سچ کہا ہے۔

ابی القلب الا حب لیلی وبعضت

الی لنساء مالهن وذنوب

ترجمہ: ''دل نے (تمام عورتوں کو) انکار کر دیا ہے سوائے لیلیٰ کی محبت کے اور میرے نزدیک تمام عورتوں سے نفرت ہے اگرچہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔''

وما هی الا ان اراها فجاءة

فابهت حتی لا اکاد اجیب

ترجمہ: ''اور کچھ نہیں بس یہ کہ میں اس کو اچانک دیکھ لوں اور (اس کے دیدار میں) مبہوت ہو جاؤں یہاں تک کہ جواب بھی نہ دے سکوں۔''

جب اعرابی شعر سے فارغ ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اعرابی: اعرابی نے عرض کیا جی۔ پھر امیر المؤمنین نے فرمایا تو ہمارے پاس اقرار کر چکا ہے کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور وہ (عدت گزار کر) جدا بھی ہو چکی ہے اور مروان سے بھی لیکن ہم اس لڑکی کو اختیار دیتے ہیں کہ جس کے پاس چاہے جائے اعرابی نے کہا ٹھیک ہے (اب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لڑکی کی وفا اور محبت کا امتحان شروع کیا) پھر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے سعدی! ہم میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ امیر المؤمنین اپنی عزت وشرف ومحل کے ساتھ یا مروان اپنے ظلم وغضب کے ساتھ یا یہ

اعرابی اپنی بھوک اور تڑپ کے ساتھ تو لڑکی نے اپنی چچازاد کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔

هذا وان كان في جوعٍ واطمار

اعز عندي اهلي ومن جاري

ترجمہ: ''یہ اگرچہ بھوک وافلاس میں ہے (لیکن پھر بھی) میرے نزدیک میرے اہل و پڑوس میں سب سے باعزت ہے۔''

وصاحب التاج او مروان عامله

وكل ذي درهم منهم ودينار

ترجمہ: ''اور (یہ اعرابی محبوب ہے مجھے) صاحب تاج سے اور اس کے عامل مروان سے اور درہم ودینار والے سے۔''

پھر لڑکی نے کہا اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم میں حوادثات زمانہ کے باوجود اس کو رسوا کرنے والی نہیں ہوں میری اس کے ساتھ بہت عمدہ زندگی بسر ہوئی ہے، تو اب تنگی و مشکلات میں بھی صبر کروں گی اور سختی و نرمی بھی برداشت کروں گی اور عافیت و مصیبت میں اس کے ساتھ رہوں گی اور جو اللہ نے اس کے ساتھ میری قسمت میں لکھا ہوگا اس پر راضی رہوں گی۔

تو امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے (خوش اور) متعجب ہوئے اور آپ کے ہم نشین بھی محظوظ ہوئے اس کی کامل عقل و حسن کی وجہ سے اور اس کی انتہائی مروت اور وفاداری کی وجہ سے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے دس ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا۔ اس طرح حضرت معاویہؓ نے ان کی تنگدستی کو بھی دور کر دیا جزاه الله تعالى عن امة حبيبه ﷺ

﴿ آنکھ پر صبر کرنے والا جنتی ہے ﴾

اہل اللہ عجیب ذوق کے مالک ہوتے ہیں اللہ کی محبت ان کے دل میں رچی

بسی رہتی ہے، کس موقع پر کیا کرنا ہے من جانب اللہ فوراً ان کے دل پر القاء ہو جاتا ہے، ان کی خوشی وغمی تکلیف وصحت ہر حالت قرب خداوندی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے، وہ اپنی قلبی کیفیت اور منشاء عمل کو چھپانا چاہتے ہیں، مگر اللہ اس کو ظاہر فرما کر دوسرے لوگوں کے لئے بھی نور ایمان کی زیادتی کا سبب بنا دیتے ہیں، جب کوئی واقعہ کسی کی زبان سے سامعین سنتے ہیں تو آنکھیں بے قابو ہو جاتی ہیں، اور جب صفحات قرطاس پر بکھرے ہوئے ان کے زندگی کے انمول ہیروں پر نظریں پڑتی ہیں تو اشکوں کی لڑی پروئے بغیر چارہ کار نہیں رہتا اور بے اختیار زبانیں بول اٹھتی ہیں'' اللہ اللہ،، بے شک محبّ کا تذکرہ بغیر محبوب کے تذکرہ کے ناممکن ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اولیاء اللہ کا تذکرہ بغیر اللہ کا نام زبان پر جاری کرائے پورا ہو جائے۔ قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی عمر مبارک کے اخیر میں بینائی جاتی رہی، احباب نے بہت کوشش کی کہ آنکھ بنوالی جائے، لیکن حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھائی میں نہیں بنواتا، سنتا ہوں کہ آنکھ بننے پر معالج چند روز تک حرکت کرنے سے منع کر دیتا ہے، اور مجھ سے بڑھاپے میں نماز چھوڑی نہیں جا سکتی۔

لیکن جب جناب سبحان علی خان صاحب سول سرجن نے یقین دلایا کہ حضرت کوئی نماز بھی قضاء نہ ہوگی، صرف چند گھنٹے حرکت کرنے سے پرہیز ہوگا جو فجر اور ظہر کے درمیان ممکن ہے تو یہ سن کر ارشاد فرمایا، مجھ سے یہ تکلیف برداشت نہیں ہو سکتی اور آنکھوں کے بغیر میرا کوئی کام اٹکا ہوا بھی نہیں ہے۔ مولانا عبید اللہ صاحبؒ نے از حد اصرار کیا تو آخر میں اصل بات فرما دی کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی آنکھ لے لے اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کا بدلہ جنت ہے، سو شاید یہی ایک ذریعہ حصول جنت کا ہو مجھے تو اندھا رہنا ہی پسند ہے ایک اور مرتبہ خاص لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ ''میاں'' پہلے تو آنکھیں بند کرنا پڑتی تھیں، الحمد للہ اب خود بند ہو گئیں پھر ان کے کھلوانے کی تمنا کیسی؟ (از تذکرۃ الرشید)

ذوق اہل اللہ شئی عجیب ہے
ہر ہر لمحہ ان کا خوش نصیب ہے
حصول رضائے خدا میں بجھتی ان کو عجب تدبیر ہے
ہو کیوں نہ ایسا سب سے بڑھ کر یہی تو ان کو عزیز ہے

عشق نے کر دیا تجھے ذوق تپش سے آشنا

ایک دفعہ کلکتہ سے ایک کتاب شائع ہوئی، جس میں محبوب رب کائنات ﷺ کا کارٹون بنا کر چھاپ دیا گیا۔ پشاور کے ایک نوجوان امیر احمد نے یہ کارٹون دیکھا تو غم سے نڈھال ہو گیا۔ ضیا صاحب نے اس واقعے کو بڑے دلنشین انداز میں یوں قلم بند کیا ہے۔ موصوف رقم طراز ہیں ''ایک عجیب تصویر اس کی آنکھوں سے گزری۔ ایک غیر متوقع منظر اس کی آنکھوں نے دیکھا اس نے دیکھا کہ جس پیکر نور کر وہ مصور فطرت کا سب سے حسین شاہکار سمجھتا تھا کاغذ کے ایک ٹکڑے پر مرتسم ہے۔ گویا سمندر کوزے میں بند ہے اور بشریت کاغذ پر اتر آئی ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ جس جسم لطیف کا سایہ تک نہ تھا، اس کی تصویر کاغذ پر کیسے اتر سکتی ہے پھر اس نے وہ سطریں پڑھیں جو بطور تعارف قلم بند ہوئیں تھیں، وہ الفاظ پڑھے جو بطور تعارف قلم بند ہوئیں تھیں، وہ الفاظ پڑھے جو بطور القاب استعمال کئے گئے تھے اور وہ دلخراش فقرہ پڑھا، جس کو زیب عنوان بنایا گیا تھا اور جس سے صاحب تصویر کی جلالت اسی کا پتہ چلتا تھا اور اب اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ کسی گستاخ نے اس کے محبوب ﷺ کا کارٹون بنایا ہے۔

کائنات کی عظیم و جلیل شخصیت

وہ محبوب جو کائنات کی عظیم و جلیل شخصیت ہے، جو دنیا کا نجات دہندہ بھی ہے اور فرمان روائے گیتی بھی، جس نے انسانیت کی سب سے زیادہ خدمت کی اور جو دنیا والوں کو

جینے کا سب سے اچھا سلیقہ سکھا گیا، اس کی شان میں گستاخی کی گئی تھی، اس کا مذاق اڑایا گیا تھا...... امیر احمد غم سے نڈھال ہو گیا، وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا تھا، آج اسکے دل پر ایک چوٹ لگی تھی۔ اس کے قلب کو ایک صدمہ پہنچا تھا۔ اس کے دل کا سکون چھن گیا، اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سلب ہو گئی۔ کتاب اس کے سامنے تھی۔ اس پر چھپی ہوئی تصویر اسے برابر دیکھے جا رہی تھی۔ وہ شدت درد سے چیخ اٹھا۔ گھاؤ گہرا تھا، اس لئے اس کی تکلیف بھی نا قابل برداشت تھی۔ اس کی روح زخم کی اس نا قابل برداشت اذیت سے بلبلا اٹھی۔ اس کے ہاتھ سے پیمانہ صبر چھوٹ گیا۔ اس نے طے کر لیا کہ جلد سے جلد کلکتہ پہنچے گا، جہاں سے وہ رسوائے زمانہ کتاب شائع ہوئی تھی۔

اپنے آقا ﷺ پر صدقے ہو جاؤں

تانگہ ہواسے باتیں کرتا ہوا اسٹیشن کو جا رہا تھا۔ اس کا دوست عبد اللہ اس کے ساتھ ہی تانگے پر سوار تھا۔ امیر احمد اس سے کہہ رہا تھا۔ میں نے زندگی کے آخری سانس تک تم سے دوستی نبھانے کی قسم کھائی تھی۔ میں نے تمام عمر رفاقت کا وعدہ کیا تھا اور میں نے زندگی کے ہر موڑ پر تمہارا ساتھ دیا بھی، میں نے تم سے بے پناہ محبت کی اور میرا سارا پیار تمہارے لئے وقف رہا، لیکن آج پہلی بار میں تمہارا ساتھ چھوڑ رہا ہوں، میں نے طے کر لیا ہے کہ اپنے آقا پر صدقے ہو جاؤں، ان کی عزت وحرمت پر کٹ مروں اور ان کی بارگاہ ناز میں نقد جان بھی نذر کروں۔ میں کلکتہ اسی مقصد سے جا رہا ہوں۔ شوق شہادت ہی مجھے وہاں لے جا رہا ہے۔ میرے بعد تم میری بوڑھی ماں کا خیال رکھنا۔ اگر تم سے ہو سکے تو میرے یتیم بھائیوں اور بے سہارا بہنوں کی خبر گیری کرنا۔ یہ میری آخری گذارش ہے۔

عبد اللہ بھی تمہارا رفیق سفر ہے

جب امیر احمد اپنی گفتگو تمام کر چکا تو عبد اللہ نے کہا، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں اسٹیشن

تک چھوڑنے جا رہا ہوں تو یہ تمہاری بھول ہے، میں زندگی کی آخری منزل تک تمہارے ساتھ ہوں، کلکتہ تم تنہا نہیں جا رہے ہو، تمہارا عبداللہ بھی تمہارا رفیق سفر ہے، اپنے آقا ﷺ پر قربان ہو جانے کی تمنا اکیلے تمہارے ہی دل میں نہیں مچل رہی، اس میں میں تمہارا شریک کار رہوں، شہادت کی تڑپ میرے دل میں بھی ہے۔ میں بھی اپنے آقا پر قربان ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں، تمہارے آقا صرف تمہارے آقا نہیں ہیں، وہ ہم سب کے آقا ہیں، ان کے بار احسانات سے صرف تمہاری ہی گردن خم نہیں ہے ہم سب ان کے منت کش کرم ہیں، ان کا جمال دلفروز ہماری آنکھوں کو بھی فروغ بخش رہا ہے اور ان تجلیوں سے ہمارا خانہ دل بھی معمور ہے، میدان حشر کی تیز دھوپ میں ان کے سایہ رحمت کی تلاش تنہا تمہی کو نہیں کرنی ہے، قبر کی منزل اور پل صراط کے سفر میں ان کے سہارے کی ہمیں بھی ضرورت ہے، ان کے دامن رحمت میں ہمیں بھی پناہ لینی ہے اور انہی کی کرم فرمائیوں پر ہماری نجات بھی منحصر ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو سعادت تم تنہا حاصل کرنا چاہ رہے ہو، میں اس سے محروم ہو جاؤں، میں تمہارے ساتھ کلکتہ جا رہا ہوں ہم دونوں ایک ساتھ جام شہادت نوش کریں گے۔

موت وزندگی اکٹھے

زندگی میں بھی ہمارا تمہارا ساتھ رہا ہے، مرنے کے بعد ہم تمہارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا تمہارا انجام بھی ایک ہو، قبر سے ہم دونوں ایک ساتھ اٹھیں، ساتھ ہی جنت کو چلیں اور ہم دونوں کے آقا ہم دونوں کی قربانیوں کو قبول فرمالیں اور ایک ساتھ ہی ہم دونوں کو اپنے دامن رحمت میں پناہ دے دیں۔

جان دینے والے

ابھی عبداللہ کی بات پوری نہیں ہو پائی تھی کہ امیر احمد نے اسے ٹوک دیا۔ تم بھی چلے

جاؤ گے، تو ہم دونوں کی بوڑھی ماؤں کا کیا ہوگا؟ کس کو ہماری بہنوں کے ہاتھ پیلے کرنے کی فکر ہوگی؟ کون ہمارے بھائیوں کی دستگیری کرے گا؟ عبداللہ ایک مرتبہ پھر گرجا، تمہاری عقل ماری گئی ہے، تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ کارساز مطلق کوئی اور ہے، بھلا سوچو، جو خدا رحم مادر میں جنین کی پرورش کرتا ہے، وہ جوانوں کی تربیت سے کیسے غافل ہو جائے گا! پھر جان دینے والوں کو یہ سوچنے کی کیا ضرورت ہے کہ اس کے بعد دنیا کا کیا حال ہوگا؟ جان دینے والے تو بس جان دینا ہی جانتے ہیں، ان کو اس سے کیا غرض کہ وہ اپنے پیچھے کتنے متعلقین چھوڑ رہے ہیں؟

عاشقان رسول کلکتہ میں

کلکتہ دیکھنے کی آرزو دونوں کو ایک مدت سے تھی۔ آج ان کی ٹیکسی کلکتہ کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ یہ سٹیشن سے سیدھے لور چیت پور روڈ آئے اور موسیٰ سیٹھ کے مسافر خانہ میں قیام پذیر ہوئے۔ انہوں نے یہاں اپنا سامان اتارا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس محلّہ کی طرف چلے، جہاں سکون ان کا انتظار کر رہا تھا اور طمانیت قلب ان کے لئے چشم براہ تھی۔

بد بخت مصنف سے ملاقات

کلکتہ میں انہوں نے کتاب ۔۔ کے مصنف سے ملاقات کی، جس نے انکا سکون برباد کر دیا تھا، اس کتاب کا مصنف ہی ناشر بھی تھا، اور اس کے زیر اہتمام اس کتاب کی طباعت ہوئی تھی۔

انہوں نے کتاب کے مصنف سے کہا کہ اپنی کتاب سے فلاں حصہ نکال دو۔ اس سے ہم مسلمانوں کو تکلیف ہوئی ہے، اور ایک معذرت نامہ شائع کر دو، تا کہ جن لوگوں کی تم نے دل آزاری کی ہے ان کی کچھ تسکین ہو جائے۔

میری دکان سے نکل جاؤ

کتاب کے ناشر نے کہا، کتاب میں ایک تصویر شائع ہو گئی تو کونسی قیامت آ گئی،

تمہارے رسول کے خلاف ایک آدھ جملہ لکھ دیا تو کیا ہو گیا، تم کہتے ہو میں نے غلطی کی ہے، لیکن میں غلطی ماننے کے لئے تیاری ہی نہیں، میں نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے ، اگر میری تحریر سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہے تو ہوا کرے، میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا کہ معافی نامہ شائع کروں ۔ میں اپنی غلطی کا ڈھنڈورہ نہیں پیٹ سکتا تم جا سکتے ہو، میری دکان سے نکل جاؤ۔ میرا دماغ مت چاٹو۔

گستاخی اور وہ بھی آقا ﷺ کی شان میں

امیر احمد کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں، اس کا چہرہ گل نار ہو گیا، اس کی رگیں تن گئیں اور وہ بے قابو ہو گیا۔ غلطی اور اس پر اصرار؟ گستاخی اور وہ بھی آقا ﷺ کی شان میں؟ اس نے ایک جست کی، عبد اللہ بھی اپنی جگہ سے اچھلا۔ دونوں اس نامراد پر ٹوٹ پڑے۔ پھر ایک بجلی تھی، چمک گئی، ایک خنجر تھا، جو کلیجہ میں اتر گیا۔ اب یہ دونوں سڑک پر کھڑی ٹریفک پولیس سے کہہ رہے تھے، میں نے خون کیا ہے، میں قاتل ہوں، مجھے گرفتار کرلو۔ پولیس خوف کے مارے بھاگ کھڑی ہوئی ، پھر انہوں نے قریبی تھانے کو اطلاع دی اور دونوں گرفتار ہو گئے۔

عاشقانِ رسول ﷺ عدالت میں

عدالت میں دونوں کی پیشی ہوئی ،تو ماہر قانون وکیلوں نے انہیں قانون کی زد سے بچانے کے لئے اپنی خدمات مفت پیش کیں ۔ روسائے شہر نے ان کے مقدمہ کی پیروی کرنے کا بیڑا اٹھالیا۔ بچوں نے کئی دنوں سے مٹھائی اور چاکلیٹ کے سارے پیسے بچا بچا کر آج ہی کے لئے رکھ چھوڑے تھے۔ خواتین نے اپنے کانوں کی بالیاں آج ہی کے لئے اتار رکھی تھیں، سارا نگر یہ چاہتا تھا کہ یہ دونوں عدالت کی نگاہ میں مجرم ثابت نہ ہوں، کسی طرح یہ قانون کی زد سے بچ جائیں ۔خود حاکم کو بھی ان دونوں کی معصومیت پر ترس آرہا تھا۔ وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ یہ خلاصی پا جائیں، لیکن دشواری یہ

تھی یہ دونوں ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

نبی کے عشق کا سودا

شہادت کا شوق ان کے سروں میں سمایا ہوا تھا وہ بزبان حال کہہ رہے تھے......

تیرے دماغ تیرے دل تیری رگ رگ میں
نبی کے عشق کا سودا نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ دونوں جلد از جلد پھانسی کے تختے کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ آقا پر قربانی ہو جانے کی تڑپ انہیں بے چین کیے جا رہی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ کم از کم اپنی زبان سے اقبال جرم نہ کریں۔ صرف ایک بار کہہ دیں کہ انہوں نے خون نہیں کیا، لیکن دونوں یہی کہتے رہے میں نے خون کیا ہے، میں ہی قاتل ہوں، میں نے ہی اس گستاخ کو اس کی گستاخی کی سزا دی ہے۔

فیصلے کا دن

آخر فیصلے کا دن آ ہی گیا۔ قانون کی نظر میں دونوں مجرم ثابت ہوئے اور دونوں ہی کے لئے پھانسی کی سزا تجویز کی گئی۔ آج شہر کی ساری آبادی علی پور جیل کے گرد سمٹ آئی تھی۔ ہر کوئی اشکبار آنکھوں سے ان دونوں کے چہروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ چہرے جن پر تقدس برس رہا تھا، معصومیت قربان ہو رہی تھی، تقدس برستا رہا، معصومیت ٹوٹتی رہی اور لوگ ان کا آخری دیدار کرتے رہے۔ سارے لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف تھیں۔ لیکن یہ دونوں کسی اور طرف دیکھ رہے تھے، ان کی نگاہیں بار بار ایک طرف اٹھ جاتی تھیں، دفعتاً ان کے چہروں پر اضطراب کی ایک کیفیت نمودار ہوئی اور ان کا چہرہ اتر گیا۔

چہروں پر حزن وملال کے آثار کیوں؟

ان دونوں کا آخری دیدار کرنے کے لئے ان دونوں کی مائیں بھی پشاور سے آ گئی تھیں اور اس وقت یہ دونوں بھی دیکھنے والوں کی صف میں کھڑی تھیں، جب انہوں نے ان

دونوں کی اس حالت کا اندازہ کیا تو برس پڑیں، دم آخر چہروں پہ حزن وملال کے آثار کیوں؟ زندگی جب اتنی ہی پیاری تھی تو موت کی دعوت کیوں دی تھی؟ کیا اللہ والوں کا یہ وطیرہ ہے؟ شیدائیان رسول کا ایسا ہی کردار ہوتا ہے؟ سرفروز اس طرح جان دیتے ہیں؟ خبردار جو چہرے پر غم کی کیفیت پیدا ہونے دی۔ یاد رکھو اگر تم نے ہنستے ہوئے جان نہ دی، اگر دار ورسن کا پرتپاک خیر مقدم نہ کیا، اگر مسکراتے ہوئے جام شہادت نہ نوش کر سکے تو ہم تمہیں اپنا دودھ کبھی نہیں بخشیں گی، تم کو آج خوش ہونا چاہئے کہ آج تم اس سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہو، جو ہر کسی کا مقسوم نہیں!

یہ رتبہ بلند ملا جس کو ملا گیا

ہمارے آقا کالی کملی اوڑھے ہمیں بلا رہے ہیں

امیر احمد اور عبداللہ ایک ساتھ بول اٹھے، چہروں پر جو اضطراب کی لکیر آپ کو نظر آ رہی ہے، وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہم لوگ جان سے جا رہے ہیں، ہمارے چہروں پر غم کی گھٹا اس لئے نہیں چھائی کہ ہم تختہ دار پر چڑھنے ہی والے ہیں ہماری پریشانیوں کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم جلد جام شہادت پیش کرنا چاہتے میں، یہ لوگ دیر کیوں کر رہے ہیں؟ ہماری نگاہیں اس وقت جو کچھ دیکھ رہی ہیں، اگر آپ دیکھ لیجئے، تو آپ بھی ہماری جگہ آنے کی کوشش کریں گی۔ آپ کے اطمینان کے لئے ہم اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ہمیں ہماری منزل مل گئی ہے ہمارے آقا کالی کملی اوڑھے ہمارے سامنے کھڑے اپنے ہاتھوں کے اشارے سے ہمیں اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ ہمیں تو وہ نظر آ رہے ہیں جنکی شان ہے۔

در فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو بینا کر دیا آنکھوں کو روشن کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانہ بھر کا مولی کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں ان کے نام پر
اللہ، اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
رسول مجتبیٰ کہیئے محمد مصطفی کہیئے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اسکے بعد کیا کہیئے
شریعت کا یہ ہے اسرار کہ ختم الانبیاء کہیئے
محبت کا ہے تقاضا محبوب خدا کہیئے

جنت کا سفر

پھانسی کا پھندا آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ ہنستے ہوئے جان دے رہے تھے، انہوں نے جان دے ڈالی، وہ دونوں شہید ہو گئے۔ رحمت کی گھٹائیں ان پر برس پڑیں اور وہ ان میں سر سے پاؤں تک ڈوب گئے، جنت کے جانے والے! جنت کا سفر مبارک ہو، ان کی سرمدی راحتیں مبارک ہوں، ابدی نعمتیں مبارک ہوں، ان شہیدان محبت کی آخری آرام گاہ کلکتہ کے گوار قبرستان میں ساتھ ساتھ ہیں۔ (شہیدان ناموس رسالت: ص ۱۳۷ تا ۱۴۲)

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور دعوت الی اللہ

علوم نبوت کے وارث، خلق خدا کی نصیحت میں کچھ بے نفس لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں ''میں'' کا نشان ڈھونڈے بھی نظر نہیں آتا، ان کی ساری فکروں کا ایک ہی مرکز ہوتا ہے کہ خلق خدا اپنے مولی سے تعلق قائم کر کے جہنم کے دردناک عذاب اور انتہائی رسوائی سے بچ جائے، حضرت شہیدؒ بھی ان ہی مقدس شخصیات میں سے تھے رئیس خان

پوران لوگوں میں سے ہیں جن کی ولایت پر خود ان کی صورت شاہد تھی، اور اس کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہ تھی، یہ مولانا محمد یعقوبؒ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب کے چھوٹے بھائی صاحب سے بیعت تھے۔

اس واقعہ کی تمہید میں وہ فرماتے ہیں کہ تقریباً سو آدمیوں سے یہ واقعہ سنا جن میں حکیم خادم علی صاحب، مولانا سراج احمد صاحب مولانا گنگوہیؒ مولانا قاسم نانوتویؒ وغیرہ بزرگ شامل ہیں۔ مولانا اسحٰق صاحب ومولانا محمد یعقوب صاحب نے ہجرت کی ہے تو یہ سانڈلی پر مولانا محمد یعقوب صاحب کے قطب صاحب کے مقام تک بطور ردیف ہمسفر تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں مولانا محمد یعقوب سے ان کے خاندان کے بزرگوں کے حالات دریافت کئے، انہوں نے ان کے حالات بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ فلاں ایسا ہے اور فلاں ایسا ہے مولانا اسحٰق صاحب کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بصورت انسانی ایک فرشتہ بھیجا ہے، تاکہ لوگ ان سے مل کر فرشتوں کی قدر کریں اور مولانا اسمٰعیل جیسا عالی ہمت اور بلند حوصلہ اس خاندان میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ان کے وعظوں کی وجہ سے دلی کے بدمعاش اس حد تک آپ کے دشمن ہو گئے تھے، کہ وہ حضرت کے قتل کی فکر میں تھے، اس لئے ہم لوگ ان کی بہت حفاظت کیا کرتے تھے۔ (اصل قصہ یہاں سے شروع ہوتا ہے)۔

ایک مرتبہ وہ عشاء کی نماز جامع مسجد میں پڑھ کر قلعہ کی جانب والے دروازہ کی طرف چل پڑے میں نے لپک کر ان کو پکڑا اور پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں اس وقت تنہا آپ کو نہیں جانے دوں گا، اگر آپ کہیں جائیں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ مولانا نے فرمایا میں کسی خاص ضرورت کی وجہ سے جا رہا ہوں، تم مجھے جانے دو اور میرے ساتھ مت آؤ میں نے اصرار کیا لیکن وہ نہ مانے۔ اور تنہا چل پڑے، میں ذرا فاصلہ سے ان کے پیچھے پیچھے ہولیا، خانم کے بازار میں ایک بڑی مالدار اور مشہور رنڈی کا مکان تھا، اور اس کا نام موتی تھا، مولاناؒ اس کے مکان پر پہنچے اور آواز دی۔

کچھ دیر ہی گزری کہ مکان سے ایک لڑکی نکلی اور پوچھا تم کون ہو اور تمہیں کیا کام ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں فقیر ہوں۔ وہ لونڈی حضرت کی بات سن کر واپس چلی گئی اور رنڈی کو بتایا کہ ایک فقیر کھڑا ہے رنڈی نے کچھ پیسے دیئے اور کہا کہ جا کر اسے دے دو، وہ لڑکی پیسے لے کر آئی اور مولانا کو دینے چاہئے مولانا نے کہا کہ میں ایک صداء کہتا ہوں اور صدا کہے بغیر کچھ لینا میری عادت نہیں، تم اپنی بی بی سے کہو کہ وہ میری صدا سن لے اس نے جا کر رنڈی کے سامنے مولانا کی بات نقل کر دی رنڈی نے کہا اچھا بلا لے وہ بلا کر لے گئی، مولاناؒ جا کر صحن میں رومال بچھا کر بیٹھ گئے اور قرآن کریم کے آخری پارے سے سورۃ والتین کی تلاوت شروع فرمائی۔

والتین والزیتون ○ وطور سینین وھذا البلد الامین ○ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ○ ثم رددناہ اسفل سافلین ○ تک تلاوت فرمائی، میں بھی وہاں پہنچ گیا جا کر مولانا کہ پیچھے کھڑا ہو گیا۔

مولانا نے اس قدر بلیغ اور موثر تقریر فرمائی کہ گویا جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرا دیا اس رنڈی کے یہاں اور بھی بہت سی رنڈیاں موجود تھیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت لوگ موجود تھے، ان پر حضرتؒ کے وعظ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ سب لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور کہرام مچ گیا، اور انہوں نے ڈھولک ستارہ وغیرہ توڑ دیئے۔ موتی اور اس کے علاوہ اور کئی رنڈیاں تائب ہو گئیں، اس کے بعد مولانا اسماعیلؒ صاحب اٹھ کر چل دیئے ، میں بھی پیچھے چل دیا یہاں تک کہ (باستثناء مضمون تمہیدی) روایت کرنے والوں کا اتفاق ہے یہاں سے خاص حاجی منیر خاں کی روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے مولانا سے کہا کہ میاں اسماعیلؒ تمہارے دادا ایسے تھے، اور تمہارے چچا ایسے تھے، اور تم ایسے خاندان کے ہو جس کے سلامی بادشاہ رہے ہیں، لیکن تم نے خود کو بہت ذلیل کر دیا ہے اتنی ذلت ٹھیک نہیں ہے، اس کے بعد مولانا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور حیرت سے میری طرف دیکھا اور کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ مولانا آپ نے کیا فرمایا؟

کیا آپ بھی اس کو میری ذلت سمجھتے ہیں؟ یہ تو کچھ بھی نہیں میں تو اپنی عزت اس دن سمجھوں گا جس دن دلی کے شہدے میرا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے مجھے چاندنی چوک کو نکالیں گے اور میں کہتا ہونگا، قال الله کذا و قال الله کذا'' یہ سن کر میری یہ حالت ہوئی کہ میں نے کہنے کو تو کہہ دیا مگر شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا۔ زبان بند ہو گئی اور اس دن کے بعد کبھی مجھے ان سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

تم سب دعا کرو میں بھی دعا کروں گا (شاہ اسمٰعیلؒ)

خان صاحب راوی ہیں کہ مولانا عبدالقیوم صاحب فرمایا کرتے تھے مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ہنسی مذاق (مزاح) کی بہت عادت تھی اس لئے وہ سید احمدؒ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ الگ ٹھہرا کرتے تھے۔ اور سید صاحب کے ساتھ مولانا عبدالحیؒ صاحب ٹھہرتے تھے جب سید صاحب کا قافلہ حج کو گیا ہے۔ تو مولانا شاہ اسماعیل صاحبؒ سید صاحب کے جہاز میں سوار نہیں ہوئے، بلکہ دوسرے جہاز میں سوار ہوئے، مولوی وجیہ الدین صاحب یعنی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے تایا مولوی عبدالحیؒ صاحب کے بھی شاگرد تھے۔ اور مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے بھی شاگرد تھے۔ ان کا جسم بھارا اور پیٹ بڑا تھا، رنگت کالی تھی۔ ابتداء میں یہ مولانا اسماعیل صاحب کے مخالف تھے اور انہوں نے تقویۃ الایمان کا رد بھی لکھا اور مولانا عبداللہ صاحب ایک شخص تھے جو کاندھلہ کے رہنے والے اور قوم کے آرائیں تھے، نہایت ذہین اور بڑے عالم تھے اور مفتی صاحب کے شاگرد تھے مولانا وجیہ الدین صاحب اور مولانا عبداللہ صاحب کے درمیان ایک مرتبہ مناظرہ بھی ہوا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان میں شرک کی دو قسمیں تحریر کی ہیں۔ ایک جلی دوسری خفی مولانا وجیہ الدین صاحب ان کو تسلیم نہ کرتے تھے اس پر ان سے اور مولوی عبداللہ صاحب سے مناظرہ ہوا اور مولوی عبداللہ غالب آئے کیونکہ حضرت شاہ

صاحبؒ کی بات درست اور بادلیل تھی، مگر اشکال کی وجہ قصور فہم تھا اس لئے جب بات سمجھ آ گئی تو مولانا وجیہ الدین صاحب مولانا شہید کی مخالفت سے توبہ کر لی (خدائے تعالی آج کے بدعتیوں کو بھی حق بات سمجھنے اور ناحق حضرت شہیدؒ پر کفر کے فتوے لگانے سے توبہ کی توفیق عطاء فرمائے) پھر جو کتاب انہوں نے مولانا کے رد میں لکھی تھی دہلی جا کر مولانا کے سامنے پھاڑ ڈالی اور اس روز سے مولانا کے عاشق زار بن گئے۔ مولوی وجیہ الدین صاحب بھی مولانا شہیدؒ کے ساتھ جہاز میں تھے اور دونوں مل کر حجاج کے لئے آٹا پیسا کرتے تھے آٹا پیستے ہوئے مولانا ان کو چھیڑا کرتے تھے۔ کبھی ان کے منہ پر آٹا مل دیا کرتے اور کبھی پیٹ پر، کبھی کوئی اور مذاق کرتے تھے (واضح رہے کہ کچھ خدا کے بندے ایسے ہوتے ہیں بظاہر وہ ہنستے اور ہنساتے ہیں مگر ان کے قلوب ایک لمحہ بھی یاد خداوندی سے غافل نہیں ہوتے)۔ اس کے علاوہ مولانا اور حاجیوں سے بھی کبھی ہنسی مذاق کرتے تھے۔ میں (یعنی عبدالقیوم صاحب) اس زمانے میں بچہ تھا اور مولانا کو مجھ سے بہت محبت تھی اس لئے اکثر مولانا مجھے اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور جہاز میں بھی مجھے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ اس زمانہ میں بادبانی جہاز تھے۔ اور مسافروں کو روزانہ فی کس ایک بوتل پانی ملا کرتا تھا اتفاق سے ہوا ناموافق ہوگئی اور جہاز میں پانی کم ہو گیا اس لئے جہاز والوں نے اعلان کیا کہ کل سے پانی آدھی بوتل ملے گا۔ دو دن تک آدھی بوتل پانی دیا۔ اس کے بعد جب پانی بالکل ختم ہو گیا۔ تو جہاز والوں نے کہہ دیا کہ اب پانی بالکل ختم ہو گیا ہے۔ نہیں رہا ہے۔ اس لئے ہم پانی نہیں دے سکتے۔ سب لوگ نہایت پریشان ہوئے اس جہاز میں سید صاحب کے قافلہ والوں کے اور بھی بڑے بڑے لوگ سوار تھے۔ اب ان لوگوں کی سرگوشیاں ہونے لگیں کہ یہ شخص (مولانا شہیدؒ) لوگوں سے ہنسی مذاق کرتا تھا۔ اسی کی شامت سے یہ بلا آئی ہے لہذا اس کو روکنا چاہئے۔ اور دعائیں کرنی چاہئیں (قطع نظر اس سے کہ انہوں نے حضرت شہیدؒ کے متعلق غلط نظریہ قائم کیا کہ وہ خدا تعالی سے غافل ہیں حالانکہ وہ خود غافل تھے لیکن اس

بات کی طرف توجہ ہو جانا بھی دینداری کی دلیل ہے)۔

اس زمانہ میں یہ بات بھی بہت ہی کم کہیں نظر آجائے تو آجائے ورنہ ہمارے روشن خیال حکمران طبقے کے اہم فرد نے پچھلے دنوں کھلاڑی ٹیم کے ہارنے کے وجہ نماز ادا کرنا قرار دی ہے ان لوگوں کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کسی نے امت کی زبول حالی اس طرح بیان کی تھی۔

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

علامہ اقبال نے تڑپ کر کہا تھا۔

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

لیکن آج کی روشن خیالی کہتی ہے ایمان کی اس حرارت کو بھی ختم کر دیا جائے اور شب بھر میں مسجد بنانے کی روایت ختم کر کے جہاں حکمران طبقہ رہتا ہو اور باہر کے آقا آتے ہوں وہاں سے مساجد و مدارس ختم کر دئے جانے کی وسعت ظرفی اپنانی چاہئے۔ مگر ان کی خدمت میں عرض ہے قرآن کریم میں ہے **ولن ترضی عنک الیھود ولن نصری حتی تتبع ملتھم** ہرگز آپ سے یہود و نصاری راضی نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کی ملت کا اتباع نہ کریں۔ لہذا وہ تو خوش ہونگے نہیں تھپکی دے کر کام نکالیں گے اور پھر کہدیں گے تم بھی تو مسلمان کہلاتے ہو اور نتیجہ یہ ہوگا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

بہر حال اس کی اطلاع مولانا وجیہ الدین کو ہوئی تو وہ چند دیگر اشخاص کو لیکر ان لوگوں کے

پاس پہنچے اوران کومولانا کی عظمت وشان سے آگاہ کیا۔ اور کہا یہ شامت تمہاری اس گستاخی اور بدگمانی کی ہے کہ تم ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہو۔ تم کو چاہئے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہوکران سے معافی چاہو۔ اوران سے دعا کی درخواست کرو۔ چنانچہ وہ سب لوگ آئے اورسب نے مولانا سے دعا کی درخواست کی مولانا نے فرمایا تم سب لوگ دعا کرو میں بھی دعا کروں گا مگر میری دعا تو بغیر مٹھائی کے چپکتی نہیں اس پر ایک شخص نے وعدہ کیا کہ سب جہاز کے لوگوں کو مسقطی حلوا کھلاؤں گا اس کی مقدار مجھے یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ فی کس پاؤ بھر سے زیادہ تھا اس پر حضرت شہیدؒ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر دعا کی جس کا اثر اسی وقت ظاہر ہوا اور ایک میٹھے پانی کا طویل عریض چشمہ جس کی لمبائی چوڑائی دو بڑی چار پائیوں کے برابر ہوگی دوڑتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس آکر کھڑا ہوگیا مولانا نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس پانی کو دیکھو کیسا ہے؟

لوگوں نے دیکھا تو نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا اس سے سب لوگوں نے اور جہاز والوں نے بھی اپنے برتن خوب بھر لئے جب سب بھر کر فارغ ہو گئے تو وہ پانی غائب ہو گیا اس کے بعد لوگوں نے حضرت شہیدؒ سے ہوا کی موافقت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ پھر آپ نے وہی فرمایا۔ کہ سب دعا کرو میں بھی شریک ہو جاؤں گا۔ مگر میری دعا بغیر مٹھائی کے نہیں چپکتی اس پر کسی رئیس نے کچھ وعدہ کیا جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اس کے بعد آپ نے سب لوگوں کے ساتھ مل کر موافقت ہوا کی دعا کی اور ہوا موافق ہوگئی۔ جہاز کا لنگر کھول دیا گیا۔ اور جتنے دنوں میں اچھی ہوا کی حالت میں جہاز جدہ پہنچتا تھا۔ حضرت شہیدؒ کی دعا کی برکت سے اللہ جل جلالہ نے ایسا فضل فرمایا کہ اس سے نصف دنوں میں ہمارا جہاز جدہ پہنچ گیا۔ (واقعات وکرامات علمائے دیوبند)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰنؒ صاحب اور خدمت خلق

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند علم فضل وکمال میں اپنی

مثال آپ تھے، خلق خدا کا بے مثال جذبہ ان کے دل میں پنہاں تھا، حضرتؒ کے مکان کے قریب ایک مائی کا مکان تھا جس کو لوگ اماں خوبی کہا کرتے تھے عمر میں حضرت مفتی صاحب سے بہت بڑی تھی، انہوں نے ایک دن کہا ''عزیز الرحمٰن مکان کی چھت بہت خراب ہوگئی ہے، بارش میں ٹپکا اتنا لگا کہ رات بھر ٹپکتے گزر گئی ہے مٹی ڈلوانے کا کوئی بندوبست کرادو'' فرمایا کہ بہت اچھا چنانچہ مٹی منگوائی اور ان کے گھر میں ڈھیر کرادی اس پر بڑی بی کہنے لگیں کہ مٹی تو آ گئی مزدور کوئی نہیں کہ اسے چھت پر ڈلوادوں۔

فرمایا ''اماں اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا'' اسی برستی بارش میں لنگی باندھ کر خود چھت پر چڑھے اور خود ہی مٹی ڈالنی شروع فرمائی بارش میں بھیگتے ہوئے مٹی ڈالنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بخار آیا اور سخت تکلیف اٹھانی پڑی مگر اس بوڑھی اماں پر نہ تو یہ واضح ہونے دیا کہ مٹی ڈالنے والا مزدور کون تھا اور نہ ہی یہ بتایا کہ مٹی ڈالنے کے بعد کس قدر تکلیف اٹھانا پڑی، دراصل یہ لوگ خدا اور رسول کی محبت میں فنا تھے کبھی امام الرسل ﷺ نے ایک بڑھیا کے سامان کا وزن اٹھا کر اس کی مطلوبہ جگہ پہنچایا تھا۔ آج یہ محبت رسول میں فنا مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ بارش میں مٹی کا بوجھ اٹھا اٹھا کر ایک بڑھیا کی چھت پر منتقل کر رہے ہیں۔

علمی اشکال کے حل کے لئے رات میں تیس میل کا سفر کرنا

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند راوی ہیں کہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے جلالین شریف کے سبق میں ایک دن خود ہی یہ واقعہ ارشاد فرمایا کہ ''میں ایک رات سونے کے لئے لیٹا تو اچانک قلب میں یہ اشکال وارد ہوا کہ قرآن مجید نے تو یہ دعوی فرمایا کہ۔ **لیس للانسان الا ما سعی** انسان کے کام اسی کی سعی آئے گی۔ جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آخرت میں کسی کے لئے غیر کی سعی کار

آمد (مفید) نہ ہوگی اور حدیث نبی ﷺ میں ایصال ثواب کی ترغیب آئی ہے جس سے تخفیف عذاب، رفع عقاب اور ترقی درجات کی صورتیں ممکن بتلائی گئی ہیں ۔ نیز شفاعت انبیاء علیہم السلام صلحاء کی شفاعت حفاظ وشہداء کی شفاعت سے نجات، رفع عذاب اور ترقی درجات کا وعدہ دیا گیا ہے، جس سے صاف نمایاں ہے کہ آخرت میں غیر کی سعی بھی کار آمد ہوگی پس آیت اور روایت میں (بظاہر) یہ کھلا تعارض ہے فرمایا کہ میں اس کا حل سوچتا رہا مگر ذہن میں نہ آیا بالآخر سوچتے سوچتے یہ خوف قلب پر طاری ہوگیا کہ جب آیت وروایت میں یہ تعارض ذہن میں جاگزیں ہے اور حل ذہن میں نہیں ہے تو گویا اس آیت پر میرا ایمان ست اور مضمحل ہے، اور اگر اس حالت میں موت آ گئی تو میں قرآن پاک کی ایک آیت میں خلجان اور ریب کی سی کیفیت لے کر جاؤں گا اور ایسی حالت کے ساتھ حق تعالی کے سامنے حاضر ہو جاؤں گا کہ قرآن پاک کے ایک حصہ پر میرا ایمان ست اور مضمحل ہوگا تو میرا انجام کیا ہوگا؟ اور کیا اس خاتمہ کو حسن خاتمہ کہا جا سکے گا۔ اس دھیان کے آتے ہی فکر آخرت اس شدت سے دامن گیر ہوا کہ میں اسی وقت چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا اور سیدھا گنگوہ کی راہ لی ۔ مقصد یہ تھا کہ راتوں رات گنگوہ پہنچ کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے یہ اشکال حل کروں گا کہ میرا ایمان صحیح ہو، اور حسن خاتمہ کی توقع بندھے'' حالانکہ مفتی صاحب پیدل چلنے کی عادی نہ تھے اور وہ بھی گنگوہ جیسے لمبے سفر کے جو دیوبند سے بائیس کوس کے فاصلہ پر ہے یعنی تقریبا تیس میل اور وہ بھی رات کے وقت لیکن جب خوف آخرت نفس کا حال بن چکا تھا تو اس میں وساوس کی کہاں گنجائش تھی، اس جذبہ سے عزم پیدا ہوا اور اسی عزم صادق سے اس قدر طویل سفر پر روانہ ہو گئے نہ رات کی تاریکی ان کے سامنے حائل ہوئی نہ راستہ کے خطرات، صبح صادق کے طلوع سے پہلے گنگوہ پہنچ گئے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ تہجد کے لئے وضو کر رہے تھے کہ حضرت مفتی اعظم نے سلام کیا فرمایا کون؟ عرض کیا عزیز الرحمٰن فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا کہ حضرت

ایک علمی اشکال لے کر حاضر ہوا ہوں جس میں مبتلا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ”قرآن تو نفع آخرت کو صاف اپنی ذاتی سعی میں منحصر بتلا رہا ہے، جس سے غیر کی سعی کے نافع ہونے کی نفی نکل رہی ہے۔ اور حدیث غیر کی سعی کو نافع اور موثر بتلا رہی ہے، جس سے نفع آخرت ذاتی سعی میں منحصر نہیں رہتا جو صراحۃ قرآن کا معارضہ ہے تو ذہن میں اس تعارض کا حل نہیں آتا“ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے وضو کرتے ہوئے برجستہ فرمایا کہ ”آیت میں سعی ایمانی مراد ہے۔ جو آخرت میں غیر کے لئے کارآمد نہیں ہوسکتی کہ ایمان تو کسی کا ہو اور نجات کسی کی ہو جائے، اور حدیث میں سعی عملی مراد ہے جو ایک کی دوسرے کے کام آسکتی ہے۔ اس لئے کوئی تعارض نہیں“

حضرت مفتی صاحب نے یہ جواب نقل کر کے فرمایا کہ ایک دم میری آنکھ سی کھل گئی جیسے کوئی پردہ آنکھ کے سامنے سے اٹھ گیا ہو اور علم کا عظیم دروازہ کھل گیا۔

(واقعات وکرامات)

﴿حضرت مولانا خلیل احمدؒ اور نماز تہجد کا اہتمام﴾

محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ایک مرتبہ جے پور کے سفر میں تھے آپ کے ساتھ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ تھے، گاڑی عشاء کے بعد پہنچی اور میزبان مولانا عبدالغنی صاحب نے حضرت کو ایک سرائے پر اتارا کیونکہ مولانا عبدالغنی صاحب بھی اس شہر میں اجنبی تھے، اب ان حضرات کے پاس نہ تو روشنی کا سامان ہے نہ کھانے پینے کا کچھ انتظام ہے (طویل سفر کی وجہ سے) بہت بھوک بھی لگی ہوئی تھی اور رات کا چوتھائی حصہ گزر چکا تھا، نیند کے غلبہ نے اکثر دوکانداروں کی دوکانیں بند کرادی تھیں، میزبان مولانا عبدالغنی صاحب حضرت سے اجازت لے کر روشنی اور کھانے وغیرہ کے انتظام کے لئے تشریف لے گئے اور مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ دونوں اندھیری کوٹھڑی میں ہاتھ سے ٹٹول کر ایک چارپائی پر بیٹھ گئے۔ دیر ہوگئی اور چراغ نظر نہ آیا تو مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ

کی طبیعت گھبرائی اور حضرت سے عرض کیا کہ نہ بیکار بیٹھے بن پڑتی ہے نہ حضرت کو تنہا چھوڑ کر جائے بن پڑتی ہے، ورنہ خود ہی کہیں ٹکریں مار کر موم بتی اور دیا سلائی لے آتا ۔حضرت خاموش رہے۔اور تھوڑی دیر مزید انتظار فرما کر خود فرمانے گئے بہتر ہے کہ تم ہی اٹھو اور دیکھو مولوی عبد الغنی کہاں گئے مولانا میرٹھی اٹھے اور سرائے کے اندھیرے میدان کو پاؤں سے ٹٹولتے ہوئے دروازہ کی طرف چلے کہ دروازہ پر مولوی عبد الغنی آتے ہوئے مل گئے ، واپس آئے دکھم سکھم چراغ جلایا اور ذرا اچھی کسی ہوئی چار پائی پر اس پر حضرت کا بستر بچھا دیا۔اس کے بعد جو کچھ کھایا گیا کھانا کھایا، اور مشکل سے پانی دستیاب ہوا جس کو اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کیا۔مولانا میرٹھی تحریر لکھتے ہیں ہر چند کے مجھے حضرت کے ساتھ بارہا سفر کا اتفاق ہوا، اور خوب جانتا تھا کہ حضرت اپنے معمولات کے بہت ہی زیادہ پابند ہیں۔

مگر آج شب کی کوفت اور کلفت محسوس کر کے اس کا وہم بھی نہ ہوا کہ تہجد کے لئے حضرت کے واسطے پانی اور کم سے کم اتنی صاف جگہ کا انتظام کر دوں کہ حضرت نوافل ادا کرلیں ۔ یہ ضرور فکر تھا کہ دیکھئے نماز فجر کس طرح ادا ہو چراغ جو کھانے کے وقت ہی الوداع کہنے کو تیار تھا گل ہو گیا (بجھ گیا) اب اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ سو جا ئیں آدھی رات گزر چکی تھی اور بدن کو سفر کی تھکاوٹ نے گویا کوٹ دیا تھا اس لئے حضرت بھی لیٹ رہے، اور میں بھی کوٹھری کو کھلا چھوڑ کر کہ کچھ نہ کچھ تو روشنی نظر آئے گی بستر پر لیٹتے ہی سو گیا، صبح صادق سے گھنٹہ بھر پہلے آنکھ کھلی اچانک تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کی چارپائی خالی ہے گھبرا کر اٹھا اور باہر آکر ادھر ادھر دیکھا کہ کہاں تشریف لے گئے مگر کہیں نظر نہ آئے۔تاروں کی جھلملاہٹ میں ذرا دور ایک مسجد نظر آئی اور میں اس طرف چل دیا شکستہ حال مسجد کی ٹوٹی ہوئی سیڑھیوں پر کچھ چوٹ بھی کھائی مگر صحن میں قدم رکھا تو حضرت کی آواز کانوں میں پڑی کہ اندر گوشہ میں کھڑے ہوئے تلاوت فرمارہے ہیں۔اور اپنے محبوب کے سامنے غلامانہ حاضری کا معمول بجا لا رہے

ہیں، آواز میں گریہ اور (رعشہ) کپکپی تھی اور لہجہ میں خوف وخشیت ملا ہوا تھا میں حیران تھا کہ حضرت نے مسجد کا پتہ کس وقت لگایا؟ اور مطمئن ہو کر چار پائی پر لیٹ گئے کہ خود بھی پانی اور مصلے کا اہتمام کئے بغیر سو گئے۔ پس میزبان کی تلاش میں چند منٹ کے لئے حضرت سے میرا علیحدہ ہونا ہی ان کے لئے گنجائش تھی کہ وہ اپنی اصل ضرورت کا پتہ لگا کر واپس تشریف لے آئے اور سونے والوں کو سوتا ہوا چھوڑ کر اپنے وقت پر اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہو گئے (جب حضرت کو تہجد کے لئے کھڑا ہوا دیکھا تو مجھے شرم کے مارے پسینہ آ گیا کہ تُف تیری جوانی پر کہ حضرت اس بڑھاپے اور ضعیفی میں اتنے مستعد ہیں کہ رات کی تاریکی اور علاقہ سے ناواقفیت کچھ رکاوٹ نہ بنی اور تو عالم شباب میں اتنا کاہل اور کم ہمت ہے۔ (تذکرۃ الخلیلؒ)

سارا حرم انوار سے بھر گیا

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ کی روایت ہے۔ کہ جب ۱۳۲۸ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوری حج کے لئے تشریف لے گئے اور مسجد میں طواف قدوم کے لئے آئے تو میں حضرت مولانا محبّ الدین صاحب (خلیفہ اجل اعلیٰ حضرت حاجی صاحب) کے پاس بیٹھا تھا۔ اسوقت مولانا محبّ الدین صاحب درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا درود پڑھ رہے تھے دفعتہً میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اس وقت حرم میں کون آ گیا؟ کہ سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا اتنے میں حضرت طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کے لئے چلے تو حضرت مولانا محبّ الدین صاحب کے پاس آئے، وہی حضرت کی نشست گاہ تھی، مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی کہوں کہ حرم میں کون آ گیا۔ یہ کہہ کہ مصافحہ ومعانقہ ہوا اور حضرت سعی کے لئے آگے بڑھ گئے اور مولانا محبّ الدین صاحب اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا میاں ظفر مولانا خلیل احمد صاحب تو نور ہی نور ہیں۔ ان میں نور کے

سوا کچھ نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے مولانا رشید احمدؒ صاحب (گنگوہی) کو نہیں دیکھا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ وہ قطب الارشاد تھے مگر میں نے مولانا کے خلفاء کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ واقعی وہ قطب الارشاد تھے جو ایسے ایسے کامل بنا گئے۔ (تاریخ مشائخ چشت)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی مہمان نوازی

حق تعالیٰ جل شانہ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین مدنیؒ کو ویسے تو بے شمار خوبیوں سے نوازا، مگر مہمان نوازی اور تواضع میں ایسے ایسے عجیب واقعات حضرت مدنیؒ کی زندگی میں ملتے ہیں جن کو پڑھنے والا حیرت سے انگشت بدنداں ہو کر سوچ میں محو ہو جاتا ہے کہ حضرت اس قدر علمی و عملی کمالات کے باوجود کس قدر متواضع تھے۔ حضرت کی اسی شان کے بارے میں ہندوستان کے مشہور کیمونسٹ ڈاکٹر محمد اشرف اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۱۹۴۶ھ میں کیمونسٹ پارٹی کو مسلمان سوال کی نوعیت اور اس کے تاریخی پس منظر پر سوچنا پڑا اور مجھے اس کام پر مقرر کیا گیا، کہ اس کے بارے میں ایک رپورٹ پیش کروں میں مواد کی فراہمی میں دیوبند بھی حاضر ہوا محراب و منبر کے جلوے تو میں نے اس سے پہلے بھی دیکھے تھے لیکن خلوت کے مطالعہ کا موقع اب ملا جنگ عظیم کے بعد اشیاء کی گرانی مولانا کی قلیل آمدنی بلیک مارکیٹ کا زور مگر اس سے حضرت مولانا کی مہمان نوازی میں کیا فرق آسکتا تھا، جب مجھ سے انجان اور بے دین کو مولانا نے بااسرار اپنے مکان میں ٹھہرایا تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ سیاست رشتہ داری دوستی اور درس و تدریس کے واسطے سے مہمانوں کا کیا ہجوم رہتا ہوگا۔ جب میں مولانا کی رہائش گاہ پر پہنچا تو مہمانوں کا قافلہ پہلے سے موجود تھا۔ چنانچہ میں نے مہمانوں کے بڑے کمرے میں ایک چارپائی پر بستر لگا دیا۔ دینداروں کے معمولات سے یوں بھی گھبراتا تھا۔ مگر پہلے دو دن میرے اوپر واقعی

بڑے سخت گزرے۔ نماز پنجگانہ تک تو خیر میں صبر کر لیتا۔ مگر مولانا کے یہاں تقریباً سبھی قائم اللیل تھے کیفیت یہ کہ عشاء کی نماز کے بعد میں مشکل گھنٹہ بھر سویا ہوں گا کسی کونہ سے تکبیر بالجہر بلند ہوئی۔ میں نے دیکھا میرے آس پاس کوئی ذکر خفی میں منہمک ہے تو کوئی تسبیح وظیفہ میں، تھوڑی دیر میں یہ حضرات تہجد کے لئے اٹھ بیٹھے پھر فجر سے پہلے اور بعد میں قرآن پاک کی تلاوت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور جب دوسری رات بھی اسی کیفیت کی نذر ہوئی۔ تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور کے ساتھ رہنے سے عاقبت درست ہو یا نہ ہو مگر میری صحت کو خطرہ ضرور لاحق ہو چلا ہے۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور تیسرے دن سے مجھے علیحدہ اور آرام دہ کمرہ مل گیا۔ یعنی اب میں آزادی سے اپنے کمرہ میں رہتا تھا، جو مجھے اپنے گھر میں حاصل تھی۔ چنانچہ میں نے مواد کی فراہمی کا وہ کام جس کے لئے میں حاضر ہوا تھا۔ اور اس سلسلے میں مجھے دیوبند کی مجاہدانہ تاریخ کے بہت سے نئے واقعات کا علم ہوا۔ دیوبند کے قیام کے غالباً چوتھی شام تھی کہ میں اپنے بستر پر دراز تھا۔ رات کے دس بج چکے تھے گھومنے پھرنے کی وجہ سے کچھ تھکن زیادہ تھی چنانچہ لیمپ گل کیا اور سونے لگا۔ دروازہ کھلا رہتا تھا، تو مجھے کچھ غنودگی سی تھی کہ میں نے ایک ہاتھ ٹخنے پر محسوس کیا اور پھر دونوں ہاتھوں سے کسی نے میرے پاؤں دبانا شروع کر دیئے میں چوکنا ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا بنفس نفیس اس گنہ گار پاؤں دبانے میں مصروف ہیں میری بدحواسی اور شرمندگی کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ میں نے پاؤں جلدی سے سکیڑے اور بڑے ادب اور لجاحت سے حضرت کو روکا۔ مولانا نے اس پر حسرت سے فرمایا۔ آپ مجھے اس ثواب سے کیوں محروم کرتے ہیں کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ میں آپ جیسے مہمان کی خدمت کر سکوں۔ مجھ پر اس ارشاد کے بعد جو گزری میرے لئے اس کا بیان مشکل ہے۔ واقعہ یہ بھی ہے کہ میں بارہ برس بعد آج پہلی بار اس واقعہ کا

انکشاف کر رہا ہوں اور اگر حضرت زندہ ہوتے تو اس راز کو فاش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ان کی فراخ دلی اور ان کے اخلاق کا یہ ادنی نمونہ تھا‘‘

ڈاکٹر صاحب بڑے تعجب اور حیرانی سے بارہ برس بعد اس کا انکشاف کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جن کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت نے سوتے میں ان کو دبایا۔ اور ان کو معلوم بھی نہ ہوسکا۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت نے جسم دبانے کی باقاعدہ ایک استاذ سے مشق بہم پہنچائی تھی کہ اس طرح عمدگی کے ساتھ سوتے ہوئے شخص کو دبایا جائے کہ اس کی آنکھ نہ کھلے۔ (واقعات و کرامات علماء دیوبند)

غازی علم الدین شہیدؒ

رحمان مذنب صاحب راوی ہیں کہ غازی علم الدین ۴ دسمبر ۱۹۰۸ کو متوسط طبقے کے ایک شخص طالع مند کے گھر (لاہور) میں پیدا ہوئے۔ یہ ان کے دوسرے بیٹے تھے نجاری پیشہ تھا، عزت سے دن گزر رہے تھے۔ ایسے نامور نہ تھے، اپنے محلے تک ان کی شہرت محدود تھی یا پھر لاہور سے باہر جا کر کہیں کام کرتے تو محنت، شرافت اور دیانتداری کی بدولت مختصر سے حلقے میں اچھی نظر سے دیکھے جاتے زندگی اس ڈھب کی تھی۔۔۔۔۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

اس زمانے میں مسجد محلے کے بچوں کی ابتدائی درس گاہ تھی۔ طالع مند نے بھی اپنے بیٹے علم الدین کو مسجد میں بھیجا تا کہ قرآن مجید پڑھے، علم الدین نے کچھ دن وہاں گزارے، تعلیم حاصل کی لیکن وہ زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ قدرت کا کوئی راز تھا، ان سے ایسا کام لیا جانا تھا، جو عمل کی دنیا میں تعلیم سے بڑھ کر تھا بلکہ تعلیم کا مقصود تھا۔ ان میں منجانب اللہ ایسا جوہر مخفی تھا، جس کی بچے کو خبر نہ تھی، لیکن اس جوہر نے آگے چل

گردہ کام کر دکھایا، جس سے انہیں ''تب وتاب جاودانہ'' میسر آئی۔ اس کام کا کوئی بدلہ نہ تھا۔ طالع مند کے دو بیٹے تھے، محمد دین اور علم الدین۔ دونوں میں بڑا پیار تھا، علم الدین والد کے ساتھ کبھی باہر جاتا تو محمد دین کو قلق ہوتا۔

بھائی کا سچا خواب

ایک مرتبہ محمد دین علم الدین کے بارے میں ایک پریشان کن خواب دیکھا کہ علم الدین زخمی ہے۔ محمد دین بے چین ہوا اور چھوٹے بھائی کی خیریت معلوم کرنے سیالکوٹ پہنچا۔ دونوں بھائیوں کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب محمد دین اپنے والد کے ٹھکانے پر پہنچا، تو علم الدین چارپائی پر بیٹھا تھا، بھائی کو دیکھتے ہی علم الدین اچھل پڑا۔ شدت جذبات سے دونوں بھائی بغل گیر ہو گئے۔ محمد دین نے دیکھا کہ علم الدین واقعی زخمی ہے۔ ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی ہے، ہاتھ پر شیشہ لگا تھا، لیکن زخم گہرا نہیں تھا۔ اگلے روز محمد دین واپس لاہور آ گئے۔

ایک دلچسپ واقعہ:

علم الدین نے بچپن میں بعض ایسے واقعات دیکھے جن کے نقوش ان کے دماغ پر ثبت ہوئے اور ان کی کردار سازی میں کام آئے۔ علم الدین ایک سال تک والد کے ساتھ کوہاٹ میں رہے۔ یہ علاقہ غیور اور بہادر پٹھانوں کا ہے پٹھانوں کا یہ وصف ہے کہ جو ان سے نیکی کرے وہ اسے بھلاتے نہیں، یاد رکھتے ہیں۔ بڑے مخیّر طبع اور متواضع لوگ ہیں۔ محسن کو قرار واقعی صلہ دیتے ہیں۔ علم الدین کے والد نے کوہاٹ جا کر رہنے کے لئے مکان کرائے پر لیا۔ جس کا مالک اکبر خان نامی پٹھان تھا۔ طالع مند ایک دن کام میں مصروف تھے کہ کسی نے آ کر بتایا کہ ان کے مالک مکان اکبر خان کا بھائی سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس کا بھائی شدید زخمی ہو گیا اور اس کی رپورٹ پر پولیس نے اکبر خان کو گرفتار کر لیا ہے۔

اکبر خان کی رہائی

اکبر خان کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی طالع مند کے ایک ساتھی روشن خان نے حیرانی سے پوچھا، طالع مند! تمہاری اکبر خان کے ساتھ کوئی رشتہ داری ہے، جو یوں کام چھوڑ کر جا رہے ہو؟ طالع مند نے کہا میں اس کا کرائے دار ہوں، وہ میرا محسن ہے، اگر خوشی کے وقت وہ مجھے نہیں بھول سکتا تو پھر میں مصیبت کی گھڑی میں اس کی خبر کیوں نہیں لے سکتا۔ روشن خان اور طالعمند دونوں ساتھ چل پڑے اور دونوں کی کوشش سے اکبر خان پولیس کی گرفت سے چھوٹ گیا۔ اس واقعہ کا اکبر خان پر یہ اثر ہوا کہ طالع مند کی ضد اور اس کے اصرار کے باوجود اکبر خان نے ایک سال تک اس سے کرایہ وصول نہیں کیا۔ جب طالع مند واپس لاہور آئے تو اکبر خان نے پیار کی نشانی کے طور پر باپ بیٹے کو ایک ایک چادر بھی دی۔

راج پال کی ناپاک جسارت:

جب ہندو مصنف راج پال نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے رنگیلا رسول نامی کتاب لکھی تو اس کتاب کی اشاعت سے مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ہر مسلمان کے دل میں ناموس رسالت ﷺ پر قربان ہونے کی امنگ بھر گئی۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے جذبات کے پیش نظر راج پال کے خلاف مقدمہ دائر کیا، لیکن عدالت نے اسے بری کر دیا۔ غازی علم الدین ان تمام حالات سے بے خبر تھے۔ ایک روز حسب معمول کام پر گئے ہوئے تھے۔ غروب آفتاب کے بعد گھر واپس جا رہے تھے، تو دلی دروازے میں لوگوں کا ہجوم دیکھا۔ ایک جوان کو تقریر کرتے دیکھا تو رکے۔ کچھ دیر کھڑے سنتے رہے، لیکن کوئی بات پلے نہ پڑی تو قریب کھڑے ایک صاحب سے انہوں نے دریافت کیا کہ کیا مسئلہ ہے؟ تو انہوں نے علم الدین کو بتایا کہ ایک ہندو راجپال نے ہمارے نبی کریم ﷺ کے خلاف کتاب چھاپی ہے۔ ان کے خلاف

تقریریں ہو رہی ہیں۔ وہ دیر تک تقریر سنتے رہے، علم الدین کی زندگی کے تیور ہی بدل گئے، پھر ایک دفعہ غازی علم الدین نے خواب دیکھا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں، علم الدین جلدی کرو، راج پال تمہارے ہی ہاتھوں قتل ہو گا۔ قدرت نے یہ سعادت تمہارے ہی مقدر میں لکھی ہے۔

راج پال کہاں ہے؟

غازی علم الدین نے صبح ہوتے ہی تیز دھار چھری خرید لی اور سیدھا راج پال کی دکان پر پہنچے اور پوچھا کہ راجپال کہاں ہے؟ اس نے کہا میں ہی راجپال ہوں۔ غازی علم الدین نے وہی چھری اس کے پیٹ میں گھونپ دی۔ اس کے منہ سے ہائے کی آواز نکلی اور وہ فرش پر اوندھے منہ گر گیا۔ راج پال کو قتل کرنے کے بعد غازی بڑے اطمینان سے قریبی نل پر گئے اور اپنی چھری کو اس ملعون کے ناپاک خون سے صاف کیا۔

پکڑو جانے نہ پائے:

ابھی پانی پینے ہی والے تھے کہ ایک شور ان کے کانوں میں پڑا۔ راج پال قتل ہو گیا، قاتل کو پکڑو، جانے نہ پائے۔ شور مچانے والے سب ہندو تھے، ان کے ہاتھوں میں برچھیاں اور لاٹھیاں تھیں، لیکن وہ سب غازی کے قریب آ کر خود بخود رک گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر غازی علم الدین مسکرا دیے۔

والدین کے تأثرات:

غازی علم الدین کے والد گرامی طالع مند نے اپنے بیٹے کے اس کارنامے پر یوں اظہار مسرت فرمایا۔ اگر یہ کام میرا بیٹا نہ کر سکتا تو مجھے دکھ ہوتا۔ والدہ محترمہ نے فرمایا، اگر میرے سات لڑکے ہوتے اور وہ اس طرح تحفظ ناموس رسالت کے لئے قربان ہو جاتے تو میں زیادہ خوش ہوتی۔

غازی پولیس کی حراست میں

غازی نے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ راج پال کی نعش میو ہسپتال بھجوا دی گئی۔ اس کے قتل کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی۔ رات گئے تک اخبارات کے ضمیمے فروخت ہوتے رہے۔ ہندو ہسپتال کے باہر جمع ہو گئے۔ مسلمان بھی پولیس اسٹیشن کے باہر غازی علم الدین کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔ مسلمان اخبارات کا مطالبہ تھا کہ غازی علم الدین کو رہا کر دیا جائے، کیونکہ اس نے حرمت رسول کی پاسداری کی ہے۔

یہ قتل میرے نامئہ اعمال کا اعزاز ہے؟

غازی علم الدین پر مقدمہ چلتا رہا، ہر عدالت نے انہیں سزائے موت کا حکم سنایا۔ علامہ اقبال اور محمد علی جناح نے انہیں بچانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن سزائے موت کا حکم برقرار رہا۔ ایک دفعہ کسی نے غازی سے کہا کہ تم اقبال فعل نہ کرو، تو آپ نے جواب دیا، تم لوگ مجھے جام شہادت سے محروم رکھنا چاہتے ہو؟ میں تو ہر جگہ یہ اعلان کروں گا کہ راج پال کو میں نے قتل کیا ہے۔ ایک جان کی کیا بات ہے، اگر مجھے دس جانیں مل جائیں تو میں وہ بھی ناموس رسالت کی پاسداری پر قربان کر دوں گا۔ یہ قتل میرے نامئہ اعمال کا اعزاز ہے اور میں اس اعزاز سے محروم ہو کر حضور ﷺ کے دربار میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

عاشق رسول ﷺ آرہا ہے

میانوالی شہر میں ایک مجذوب رہتا تھا، جو کسی سے کبھی بھی بات نہیں کرتا تھا، مگر جب غازی علم الدین میانوالی جیل میں منتقل ہوئے۔ اس رات وہ مجذوب گلی کوچوں میں دوڑتا پھرتا تھا اور بلند آواز میں نعرے لگاتا لوگو! تمہیں مبارک ہو تمہارے پاس ایک عاشق رسول ﷺ آرہا ہے۔ وہ رات اس مجذوب نے یوں گزار دی، پھر غائب ہو گیا۔

بے تاب ہو رہا ہوں فراق رسول ﷺ میں

جب جیل میں غازی علم الدین کو پھانسی کا حکم سنایا گیا تو ان کے جسم میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ چہرہ تمتما اٹھا اور وہ یہ شعر گنگنانے میں محو ہو گئے......

بے تاب ہو رہا ہوں فراق رسولؐ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

دنیا کی انوکھی مثال:

پھانسی کی سزا سننے والا شخص جتنا بھی دلیر ہو پھانسی کی سزا کا اعلان ہو جانے کے بعد اس کا وزن ضرور گھٹتا ہے، بڑھتا نہیں لیکن عاشق رسول غازی علم الدین کا وزن ۲۲ مئی ۱۹۲۹ء کو ۱۲۸ پونڈ تھا اور شہادت کے دن ان کا وزن ۱۴۰ پونڈ کے قریب تھا۔ یہ دنیا کی انوکھی مثال ہے۔

پھانسی کے پھندے کو چوم لیا:

۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات میاں والی جیل ہی میں اس مرد مجاہد کو تختہ دار پر چڑھانے کا اہتمام کر لیا گیا۔ آپ نے دو نوافل ادا کیے اور بڑے اطمینان اور وقار کے ساتھ تختہ دار کی طرف بڑھے اور پھندے کو چومتے ہوئے خوشی سے زیب گلو کر لیا اور درود وسلام پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے حیات جاوداں پا گئے......

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

ترکھاناں دا منڈ بازی لے گیا:

علامہ اقبال نے جب جنازے کی کیفیت دیکھی اور شہید کے چہرے کی زیارت سے فیض یاب ہوئے، تو فرمانے لگے، ''اسیں گلاں اے کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا'' (یعنی ہم باتیں کرتے رہے ترکھان کا بیٹا ہم سے بازی لے گیا) غازی علم الدین کو لاہور میں چوبرجی کے بالکل نزدیک میانی صاحب کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا......

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی رقمطراز ہیں:

غازی علم الدین کا مقسوم دیکھئے! نہ چلہ کیا نہ مجاہدہ، نہ حج کیا، نہ عمرہ کیا، نہ دیر میں قشقہ کھینچا نہ حرم کا مجاور بنا، نہ مکتب میں داخلہ لیا نہ خانقاہ کا راستہ دیکھا، نہ کنز وقدوری کھول کر دیکھی، نہ رازی وکشاف کا مطالعہ کیا، نہ حزب البحر کا ورد کیا، نہ اسم اعظم کا وظیفہ پڑھا، نہ علم وحکمت کے خم وپیچ میں الجھا، نہ کسی حلقہ تربیت میں بیٹھا، نہ کلام ومعانی سے واسطہ رہا، نہ فلسفہ ومنطق سے آشنا ہوا، نہ مسجد کے لوٹے بھرے، نہ تبلیغی گشت کیا، نہ کبھی شیخی بگھاری، نہ کبھی شوخی دکھائی، اسے پاکبازی کا ضبط نہیں، محبوب حجازی سے ربط تھا، وہ تسبیح بدست نہیں، مست مئے الست تھا، وہ فقیہ مسند آراء نہیں، فقیر سرراہ تھا۔

جس زمانے میں یہ رسوائے زمانہ کتاب لکھی اور چھاپی گئی، شہر لاہور میں ظاہر ہے حق ھو کے زلزلے ہوں گے، علم وفضل کے چرچے ہوں گے، تقریر وتحریر کے ہم ہمے ہوں گے، وعظ ونصیحت کے غلغلے ہوں گے، ادیبوں اور خطیبوں کے طنطنے ہوں گے، لیکن شاتم رسول کو اسفل السافلین میں پہنچانے کی سعادت کسی صوفی با صفا، کسی امام ادب وانشا، کسی خطیب شعلہ نوا اور کسی سیاسی رہنما کے حصے میں نہیں آئی، بلکہ ایسے مزدور کو ملی جو ممتاز دانشور نہیں معمولی کاریگر تھا، جس کی پیشانی پر علم وفضل کے آثار نہیں، ہاتھوں میں لوہے کے اوزار تھے، خدا کو معلوم وہ نمازی تھا یا نہیں، لیکن صحیح معنوں میں غازی نکلا، وہ کلاہ ودستار کا آدمی نہیں تھا، مگر بڑے کردار کا حامل بن گیا۔

غازی علم الدین نے فن تجوید قرأت سیکھا، نہ عربی فارسی پڑھی، نہ رومی کی مثنوی دیکھی، نہ زمخشری کی کشاف پڑھی، نہ دین کے اسرار ورموز سمجھے، مگر ایک راز اس پر ایسا کھلا کہ مقدر کے بند کواڑ کھل گئے۔ قسمت کا دریچہ کیا کھلا کہ جنت کے دروازے کھل گئے، یہ عقل خود بین کا کرشمہ نہیں، عشق خدا کا بین معجزہ تھا کہ کل تک دکان پر ٹھک ٹھک کرنے والا علم الدین آج کروڑوں مسلمانوں کے سینے میں دل بن کر دھک دھک کر رہا ہے۔

(روزنامہ سیاست لاہور، ۲۵ نومبر ۱۹۲۹ء)

﴿میں نے اپنے آقا کا بدلہ لے لیا﴾

مانسہرہ میں قیام پاکستان سے پہلے ہندو کاروبار پر چھائے ہوئے تھے، ایک آدھ دکان مسلمانوں کی تھی، اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ آئے دن کوئی نہ کوئی واقعہ برصغیر میں ظاہر ہوتا۔ ہندو رسالت مآب کی گستاخی کرتے، گڑبڑ ہوتی، یہاں کشمیر روڈ پر بھی ایک سکھ تھا، جو انتہائی خودسر تھا۔ ۴۲ سال کا جوان تھا، اکثر مسلمانوں کے ساتھ بحث ومباحثہ کرتا رہتا تھا۔ غازی عبدالرحمٰن شہید نماز جمعہ پڑھنے کے لئے موضع صابر شاہ سے مانسہرہ آیا کرتا تھا۔ حسب معمول جب اپنے گھر سے چلا تو اس کا بھانجا سنگار خان اپنی زمین میں مال مویشی چرا رہا تھا، اس کو اپنے پاس بلایا اور سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا بیٹا میرے لئے دعا کرنا، خدا مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ سنگار خان کہنے لگا کہ میں چونکہ اس وقت چھوٹا سا تھا، میں نہ پوچھ سکا کہ آپ کا کیا مقصد ہے۔ جب غازی صاحب روانہ ہوئے تو میں نے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا، وجہ یہ تھی غازی کا منصوبہ کچھ اور تھا۔ جب غازی عبدالرحمٰن سکھ کی دکان پر گئے، ہاتھ میں چھوٹی سی کلہاڑی ہوا کرتی تھی، جو بہت خوبصورت تھی، اس کو خوب تیز کیا ہوا تھا، اس سکھ سے کوئی سودا طلب کیا اور باتوں باتوں میں اس سکھ سے کہا کہ تمہارے بندے آئے دن زبان درازیاں کرتے ہیں، غازی نے سنا ہوا تھا کہ یہ بھی کچھ ایسی باتیں کرتا رہتا ہے۔

میں تمہاری زبان گدی سے کھینچ لوں گا

چنانچہ اس سکھ نے کہا ہمارے لوگ جو کچھ کرتے ہیں، میں بھی کروں گا، غازی صاحب نے کہا اگر تم ایسی بات کرو گے تو میں تمہاری زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔ اسی تو تکار میں اس نے کریم ﷺ کے بارے میں کوئی بات کہہ دی، پس پھر کیا تھا غازی عبدالرحمٰن صاحب نے کلہاڑی سے اس سکھ پر لگاتار وار کئے، آگے وہ سکھ بھاگ رہا تھا، پیچھے

پیچھے غازی عبد الرحمٰن دوڑ رہے تھے، وہ سکھ اپنی برادری کی دکانوں میں داخل ہوا جو سودا کی دکانیں کرتے تھے، جگت سکھ اس کا بھائی تھا، وہ مشینوں کے نیچے جا کر کہیں گھس گیا، چونکہ وہ شدید زخمی تھا۔ وہاں جا کر گر گیا اور آنا فانا بھگدڑ مچ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سکھ تو مر گیا، غازی عبد الرحمٰن صاحب نے پورے بازار کا چکر لگایا۔ پولیس اس کے قریب بھی نہیں آئی اور نہ ہی غازی صاحب کو پولیس نے گرفتار کیا۔ اس وقت مانسہرہ کا اسسٹنٹ کمشنر عبد الرحیم خان صاحب تھا۔ جو یہاں ہری پور کا رہنے والا تھا۔ دو مقامی مسلمان بھائیوں زید اور احمد علی نے غازی صاحب کو پکڑ کر پولیس کے حوالہ کیا۔ غازی عبد الرحمٰن نہ ہی قتل کرنے کے بعد بھاگے اور نہ ہی کوئی حرکت کی، بالکل سکون سے رہے۔ اے سی رحیم خان نے ان دونوں کو ڈانٹ پلائی اور لعن طعن کیا کہ تم نے ایسے مجاہد پر کیوں ہاتھ ڈالا۔

قتل کے بعد غازی صاحب بازار ہی میں کہتے تھے کہ میں نے اپنے آقا و مولیٰ کی گستاخی کا بدلہ لے لیا۔ اب مجھے کوئی افسوس نہیں ہے، میں تیاری کر کے آیا تھا کہ آج میں گھر واپس نہیں آؤں گا یا وہ سکھ گھر میں واپس نہیں جائے گا۔ پولیس نے غازی عبد الرحمٰن کا بیان تحریر کیا کہ میں نے بالکل ہوش و حواس میں یہ کام کیا ہے۔ کیونکہ اس نے میرے آقا کی توہین کی تھی، عدالت میں کیس چلا تو تین چار وکیل غازی صاحب کے دفاع میں پیش ہوئے انہوں نے کہا غازی صاحب آپ کہہ دیں کہ مجھے اشتعال میں کچھ ہوش و حواس نہ تھا۔

میں اپنا ثواب ضائع نہیں کرنا چاہتا

ہم آپ کو بچا لیں گے۔ غازی صاحب نے کہا میں اپنا ثواب ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ جب ماتحت عدالت نے غازی کو پھانسی کی سزا دی تو وکلاء نے کہا ہم ہائی کورٹ میں اپیل کریں گے، غازی صاحب نے صاف کہہ دیا، میں اپیل نہیں کروں گا۔ چنانچہ

غازی عبدالرحمٰن کو پھانسی دے دی گئی۔ جب پھانسی کے بعد اس پروانے کی میت صابر شاہ لائی گئی، بھیڑ کنڈ سے صابر شاہ تک راستہ کے دونوں کناروں تک عوام کا جم غفیر تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ برصغیر کے تمام مسلمان آج مانسہرہ کی سرزمین میں جمع ہوگئے۔ نہایت تزک واحتشام سے غازی صاحب کو صابر شاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ آج وہ صابر شاہ کے پرانے قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں، بقول شاعر......

ہم نے دیکھی تھی ادا کل تیرے دیوانوں کی
دھجیاں کچھ لئے بیٹھے تھے گریبانوں کی

فواجگان سے اگر آپ بفہ آئیں تو ترنگڑی بالا ہائی سکول کے مقامی سڑک کے دائیں ہاتھ چھوٹی سی مسجد ہے، اور مسجد کے ساتھ ہی غازی عبدالرحمٰن کی قبر ہے، جو شکستہ حالت میں ہے۔ (بحوالہ ہفت روزہ ختم نبوت ۱۱ تا ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء)

غازی میاں محمد شہیدؒ

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی لکھتے ہیں، ضلع چکوال کی سرزمین اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہے کہ اس نے دو عظیم جان نثاران رسول ﷺ پیدا کئے پہلا عاشق رسول غازی مرید حسین شہیدؒ ہے اور دوسرا فدائی غازی میاں محمد شہیدؒ ہے جس نے چرن واس نامی ایک مردود ڈوگرے سپاہی کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

غازی میاں محمد ۱۹۱۵ھ کو تلہ گنگ میں پیدا ہوئے والد ماجد کا نام نامی صوبیدار غلام محمد تھا۔ اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ میاں محمد پانچ سال کے تھے انہیں پرائمری سکول میں داخلہ کرادیا گیا پرائمری کے بعد ہائی سکول میں داخل ہوئے لیکن ساتویں جماعت پڑھنے کے بعد ان کا جی تعلیم سے اچاٹ ہوگیا پندرہ سال کے ہوئے تو ڈرائیوری سیکھنے کا شوق ہوا اور ٹرانسپورٹ کمپنی میں ملازم ہوگئے تلہ گنگ سے میانوالی جانے والی ایک بس چلانے لگے لیکن بعد میں جلد اس سے بھی دل بھر گیا ۱۹۳۱ھ میں کوئٹہ چلے گئے اور

ایک ٹھیکیدار کے ساتھ بطور منشی کام کرنے لگے یہ کام بھی پسند نہ آیا تو ۱۹۳۲ھ میں گاؤں واپس آگئے اور ۱۹۳۳ھ میں انڈین نیوی میں بھرتی ہوگئے بعد ازاں انڈین آرمی کو چھوڑ کر ۱۹۳۵ھ میں بلوچ رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے اور ابتدائی ٹریننگ کراچی میں مکمل کرنے کے بعد اسی سال اکتوبر میں مدراس چھاؤنی بھیج دیئے گئے یہی وہ جگہ تھی جہاں قدرت نے اس سے غیر معمولی کام لینا تھا۔

محفل نعت میں نبی کریم ﷺ کی گستاخی:

۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کی شب کا ابھی آغاز ہوا تھا۔ مدراس چھاؤنی میں ڈیوٹی سے فارغ فوجی سپاہی مختلف گروپوں میں بیٹھے خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ انہی میں ایک طرف چند مسلمان نعت رسول کریم ﷺ سننے میں محو تھے، جو شخص نعت سنا رہا تھا، وہ اتفاق سے ہندو تھا۔ وہ ہندو بڑی خوش الحانیہ اور عقیدت مندی کے ساتھ نعت پڑھتے سنا تو وہ مارے تعصب کے جل کر کباب ہوگیا۔ اس نے بآواز بلند آنحضور کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے نعت پڑھنے والے ہندو سے مخاطب ہوکر کہا محمدؐ...... کو...... کرو کسی اور کا ذکر کرو، تو کیا ہندو ہے، تو تو ہندو دھرم کا مجرم ہے۔

غازی میاں محمد تڑپ اُٹھے:

غازی میاں محمد اپنے آقا کی شان میں یہ گستاخی سن کر تڑپ اٹھے اور ڈوگرہ سپاہی سے کہا، تو یہاں سے چلا جا خبردار آئندہ ایسی بکواس نہ کرنا۔ یہ سن کر میاں محمد کا خون کھول اُٹھا، انہوں نے بمشکل اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا، آئندہ اپنی ناپاک زبان سے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا جملہ کہنے کی جرأت نہ کرنا۔ ورنہ یہ بدتمیزی تجھے بہت جلد ذلت ناک موت سے دوچار کردے گی۔ بدقسمت ڈوگرے سپاہی نے پھر ایسا ہی تکلیف دہ جواب دیا اور کہا، مجھے ایسی گستاخی سے روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، یہ سن کر میاں محمد سیدھے اپنے حوالدار کے پاس گئے یہ بھی ہندو تھا۔ آپ نے

اس سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا اگر چرن داس (ہندو ڈوگرہ) نے برسرِ عام معافی نہ مانگی تو اپنی زندگی سے کھیلنا مجھ پر فرض ہو جاتا ہے۔ ہندو حوالہ دار نے اس نازک مسئلے پر کوئی خاص توجہ نہ دی، صرف یہی کہا کہ میں چرن داس کو سمجھا دوں گا۔

غازی خدا کے حضور بدست دعا:

میاں محمد حوالدار کی یہ سرد مہری دیکھ کر سیدھے اپنی بیرک میں پہنچے۔ وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر چکے تھے۔ انہوں نے نماز عشاء ادا کی اور پھر سجدے میں جا کر گڑگڑاتے ہوئے دعا کی۔ میرے اللہ! میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ تیرے محبوب کی شان میں گستاخی کرنے والے کا کام تمام کر دوں۔ یا اللہ! مجھے حوصلہ عطا فرما، ثابت قدم رکھ، مجھے اپنے محبوب کے عاشقوں میں شامل کر لے۔ میری قربانی منظور فرما لے۔

چرن داس واصل جہنم

نماز سے فارغ ہو کر میاں محمد گارڈ روم میں گئے۔ اپنی رائفل نکالی، میگزین لوڈ کیا اور باہر نکلتے ہی چرن داس کو للکار کر کہا، کم بخت اب بتا نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے پر میں باز پُرس کا حق رکھتا ہوں یا نہیں، یہ سن کر شاتم رسول چرن داس نے بھی جو بندوق اٹھائے ڈیوٹی دے رہا تھا، پوزیشن سنبھالی اور رائفل کا رخ میاں محمد کی طرف موڑا، لیکن اگلے ہی لمحے ناموس رسالت کے شیدائی کی گولی چرن داس کو ڈھیر کر چکی تھی۔ رائفل کی دس گولیاں اس کے جسم سے پار کرنے کے بعد غازی میاں محمد نے سنگین کی نوک سے اس کے منہ پر پے در پے وار کئے۔ سنگین سے وار کرتے ہوئے وہ کہتے جاتے تھے۔ اس ناپاک منہ سے تو نے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔

آپ قانونی تقاضے پورے کریں:

جب غازی کو مردود چرن داس کے جہنم واصل ہونے کا یقین ہو گیا، تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے خطرے کی گھنٹی بجائی اور بگلر سے کہا کہ وہ مسلسل بگل بجائے۔ جب سب

پلٹن جمع ہوگئی تو غازی نے کمانڈنگ افسر سے کہا کہ کسی مسلمان افسر کو بھیجو کہ میں رائفل پھینک کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کروں۔ آپ کی گرفتاری کے لئے آپ ہی کے علاقے کے ایک مسلمان جمعدار عباس خان کو بھیجا گیا۔ گرفتاری کے بعد انگریز کے کمانڈنگ افسر نے غازی موصوف سے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا، چرن داس نے ہمارے رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخی اور بدکلامی کی تھی۔ میں نے اس کو روکا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ میں نے اس کو ہلاک کردیا۔ اب آپ قانونی تقاضے پورے کریں۔

غازی پولیس کی حراست میں

اگلے روز ۷ مئی ۱۹۳۷ء کو غازی میاں محمد کو تفتیش کے لئے پولیس کے حوالے کردیا گیا، ابھی آپ دس دن پولیس کی حراست میں رہے تھے کہ کمانڈر انچیف (جی ایچ کیو دہلی) کا حکم آیا کہ میاں محمد پر فوجی قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ فوجی حکام چاہتے تھے کہ غازی صاحب کو ذہنی مریض قرار دے کر سزا دی جائے تاکہ کیس کو مذہبی رنگ نہ ملے اور ہندو بھی خوش ہو جائے۔ اس مقصد کے تحت غازی صاحب کو گورنمنٹ مینٹل ہسپتال مدراس میں داخل کردیا گیا۔

غازی صاحب کی نفسیاتی رپورٹ

ایک ماہ بعد ڈاکٹر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ میں نے پورا مہینہ میاں محمد کو اپنی خصوصی نگرانی میں رکھا ہے۔ نفسیاتی جائزہ بھی لیا ہے، کئی بار چھپ کر معائنہ بھی کیا ہے، لیکن اس عرصہ میں ایک بار بھی میں نے انہیں فکرمند یا کسی سوچ میں گم نہیں پایا۔ ایک ماہ میں ان کا وزن بھی بڑھ گیا ہے، اگر ان کو یہ فکر ہوتی کہ قتل کے مقدمہ میں میرا میڈیکل تجزیہ یہی بتاتا ہے کہ میاں محمد نے قتل کا ارتکاب مذہبی جذبات سے مشتعل ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

یہی میرا فرض تھا:

۱۶ اگست کو غازی صاحب کا جنرل کورٹ مارشل شروع ہوا۔ پانچ دن کاروائی ہوتی رہی ۔کل اٹھارہ گواہوں کے بیانات ہوئے ۔تین ڈاکٹروں کی شہادت بھی ریکارڈ پر آئی۔ لیکن غازی صاحب اپنے ابتدائی بیان پر ڈٹے رہے، اور کہا میں نے جو کچھ کیا ہے خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے، یہی میرا فرض تھا۔ چرن داس نے میرے آقا و مولیٰ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔ کورٹ مارشل کے دوران غازی صاحب کے وکیل نے رائے دی کہ وہ یہ بیان دے دیں کہ میں نے گولی اپنی جان بچانے کی غرض سے چلائی تھی، کیونکہ چرن داس مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا،لیکن غازی نے سختی سے اس بیان کو مسترد کردیا، اور کہا میری ایک جان تو کیا! ایسی ہزاروں جانیں بھی ہوں تو سرکار دو عالم ﷺ کی حرمت پر نچھاور کردوں......

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر
میری ہزار جان ہو قربان مصطفیٰ ﷺ

بالاخر اپیل مسترد ہوگئی:

۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء وک غازی میاں محمد کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا، جس کا جواب غازی نے مسکرا کر دیا۔..........

محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

۱۵ اکتوبر کو وائسرائے ہند کے پاس اپیل کی گئی، جو مسترد ہوگئی، اپلیں مسترد ہو جانے کے بعد فوجی حکام نے ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو سزا پر عمل درآمد کا فیصلہ کیا۔ پھانسی کے انتظامات کا جائزہ لینے کے کئے ۱۰/۳ بلوچ رجمنٹ کا ایک افسر کراچی سے مدراس پہنچا اس نے غازی صاحب سے پوچھا، کوئی آخری خواہش ہو تو بتاؤ، فرمایا ساقی کوثر

کے ہاتھوں سے جام پی کر سیراب ہونا چاہتا ہوں۔

والدین سے آخری ملاقات

جن لوگوں نے آخری وقت آپ کی زیارت کی، ان کا کہنا ہے کہ چہرے پر سرور اور تازگی پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی تھی۔ والدہ اپنے تیئس سالہ جوان سال بیٹے کا دیوانہ وار کبھی سر چومتیں کبھی منہ، والد نے بہ ہزار مشکل اپنے آپ کو سنبھالے رکھا، اسی رات ۱۱/ اپریل کو انہیں مدراس جیل لے جایا گیا۔ رات بھر آپ عبادت میں مشغول رہے۔ تہجد کے بعد غسل فرمایا، سفید لباس زیب تن کیا۔ نماز فجر ادا کی، پھر آپ کو تختہ دار کی طرف لے جایا گیا۔ تختہ دار پر کھڑے ہوتے ہی آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا، پھر مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔

سرکار میں حاضر ہوں

سرکار میں حاضر ہوں۔ پھانسی کا پھندہ آپ کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ تختہ دار کھینچ دیا گیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر ہر برستا ہوا نور کچھ اور افزوں ہو گیا، فضا کی عطر بیزی کچھ اور بڑھ گئی۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کر کے کہا، بے قرار روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ اگلے ہی لمحے ساقی کوثر کا دیوانہ حوض کوثر کے کنارے اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔

غازی صاحب کا آخری پیغام

پھانسی کی سزا ملنے سے قبل جب غازی جیل میں تھے۔ عید کا موقع آیا تو غازی نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ عید کی نماز عیدگاہ میں مسلمانوں کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہیں، بڑی مشکل سے اجازت ملی۔ جب غازی عیدگاہ پہنچے تو تمام مسلمان کھڑے ہو گئے۔ غازی صاحب نے مسلمانوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو

پیارے بھائیو! اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو، میں پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کا ادنی غلام ہوں، مجھ میں اس کے سوا کوئی خوبی نہیں کہ میرے ہاتھوں سے شان رسول ﷺ پر ناروا حملہ کرنے والے ایک مردود کو قرار واقعی سزا ملی ہے۔ تاجدار مدینہ کی شان میں ذرا سی توہین بھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔ آئندہ بھی کسی گستاخ نے یہ حرکت کی تو ناموس رسالت پر فدا ہونے کے لئے ہزاروں جانثار مقتل کی طرف بڑھیں گے۔ تمام بھائی دعا کریں کہ اللہ کریم راضی ہو اور بارگاہ رسالت میں مجھ ناچیز کی جان جیسی حقیر قربانی قبول ہو جائے۔

حفاظت الٰہی کے کرشمے

مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ مشرقی پنجاب کے قصبہ پنج لاسہ میں حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام اپنے پیر بھائی پنج لاسہ کے رئیس راؤ عبداللہ مرحوم کے مکان میں تھا کہ پولیس کو خبر ہوگئی علاقہ کا انگریز افسر دوش لے کر راؤ عبداللہ کے مکان پہنچ گیا۔ راؤ صاحب نے حاجی صاحب کو بہ نظر احتیاط اپنے اصطبل کی ایک ایسی کوٹھری میں جگہ دے رکھی تھی جس میں کسی شخص کے رہنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی جس میں گھوڑوں کی گھاس اور چارہ بھرا ہوا تھا مگر انگریز تک خبر اس تفصیل کے ساتھ پہنچی تھی کہ فلاں کوٹھری میں مجرم ٹھہرایا گیا ہے اپنے آدمیوں کے ساتھ ٹھیک اسی کوٹھری تک پہنچ کر انگریز نے کواڑ کھول دیئے راؤ عبداللہ کے تو ہوش اڑ گئے لیکن کواڑ کھلنے کے بعد جب دیکھا گیا تو مصلی بچھا ہوا تھا۔ پانی کا لوٹا بھی تھا لیکن کوٹھری میں کسی آدمی کا پتہ نہ تھا۔ انگریز حیران تھا۔ اس نے پوچھا کہ یہ مصلی اور پانی کا لوٹا کیسا ہے؟ راؤ صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ فرض نماز مسجد میں پڑھتے ہیں اور نوافل گھر آکر پڑھتے ہیں بہر حال انگریز راؤ صاحب سے معافی مانگ کر بصد ندامت واپس ہوا۔ اس کی سمجھ میں کوئی صورت نہ آئی راؤ صاحب انگریز کو رخصت کر کے جب گھر لوٹے تو حیران تھے کہ

حضرت حاجی صاحب اس عرصے میں کوٹھری سے کیسے باہر ہوئے اور کہاں تشریف لے گئے۔کوٹھری کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب بدستور اپنے مصلی پر تشریف رکھتے ہیں عرض کیا کہ حضرت ابھی تلاشی کے وقت کہاں تھے؟ فرمایا میں تو یہیں بیٹھا ہوا تھا عرض کیا انگریز نے تو آپ کو نہیں دیکھا فرمایا وہ اندھا ہو جائے تو میں کیا کروں؟ یہ سب وہی حفاظت الٰہی کے کرشمے تھے جوان واصلین کی کرامتوں کی صورت میں نمایاں ہو رہے تھے۔(سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۸۳۔۱۸۴)

حضرت مدنیؒ کی تواضع

حضرت الاستاذ حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ حضرت مدنیؒ کی تواضع کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ احقر کنز الدقائق شرح جامی وغیرہ متوسط کتابوں کا طالب علم تھا ہندوستان انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ معین الاسلام میں پڑھتا تھا حضرت مدنی انبالہ چھاؤنی میں تشریف لائے احقر بھی اپنے ساتھی کے ساتھ اسٹیشن پر حاضر ہوا مگر حضرت مدنی دوسری طرف سے تشریف لے گئے چھاؤنی میں گھوسہ منڈی کی مسجد میں جمعہ کے بعد وعظ (اس زمانہ میں زیادہ تر جمعہ کے بعد ہی وعظ کا دستور تھا کبھی کبھی قبل جمعہ بھی ہو جاتا تھا چنانچہ مولانا عبدالشکور صاحب نبیرہ مولانا عبدالخالق صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند شہر کی جامع مسجد میں جمعہ سے پہلے وعظ فرمایا کرتے تھے اور اگر جمعہ کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تشریف فرما ہوتے تو وہ وعظ فرمایا کرتے تھے) حضرت مدنی نے اس وعظ میں من تواضع للہ رفعہ اللہ پر وعظ فرمایا۔احقر نے حضرت مدنی کی زیارت تو اس سے پہلے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں کر لی تھی جبکہ حضرت مدنی اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اور مولانا سجاد صاحب بہاری ''کتاب حیلہ ناجزہ'' کے بارہ میں گفتگو اور مشورہ کرنے تشریف لائے تھے،اور یہ بڑی طویل مجلس صبح سے ظہر تک حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے

برادرزادہ مولانا شبیر علی صاحب تھانوی مرحوم کے مکان پر تنہائی میں ہوتی تھی، چونکہ اس زمانہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رنگون میں تشریف لے گئے تھے اور ''حیلہ ناجزہ'' کے مسودہ کی تکمیل کا کام حضرت والد گرامی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند) کے سپرد تھا اور حضرت مفتی صاحب کا قیام دیوبند میں رہتا تھا اس لئے اس کام کی زیادہ تر ذمہ داری حضرت والد گرامی پر چاہتی تھی چنانچہ اس مجلس میں بھی سوال و جواب زیادہ تر حضرت والد صاحب سے ہی ہوئے اگرچہ حضرت حکیم الامت بھی برابر اس طویل مجلس میں شریک رہے اس مجلس کی یہ بات بھی قابل ذکر ہے جو چشم دید ہے کہ یہ اکابر ایک دوسرے کے نہ تو باضابطہ شاگرد و مسترشد تھے اور نہ ہی علم و عمل میں اور شہرت میں کوئی کسی سے کم درجہ پر تھا، مگر برتاؤ اور اکرام واحترام میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب ہی حضرت تھانویؒ کیساتھ رعایت کا برتاؤ فرمارہے ہیں اور کوئی بھی تکیہ سے ٹیک لگائے نہیں بیٹھا، حالانکہ سب ہی کے پیچھے گاؤ تکیہ لگا ہوا تھا، خیر حضرت والد صاحب تو سب سے عمر میں بھی کم تھے اور حضرت تھانوی استاذ اور مرشد بھی تھے تو وہ تکیہ کیا لگاتے؟ دوسرے حضرات رحمہم اللہ نے بھی احترام ہی کا معاملہ کیا۔ حضرت تھانوی کی عمر ان سب حضرات سے زیادہ تھی شاید اس کا لحاظ ہو یا حضرت حاجی صاحب سے براہ راست انتساب وخلافت اور نسبت کا ادب ہو آج کل تو کوئی اپنے اپنے اساتذہ کے سامنے بھی اتنی رعایت سے پیش نہیں آتا اور حضرت تھانوی کی طرف سے حسن وسلوک ومحبت کے اظہار میں کسی طرح کمی دیکھنے میں نہیں آئی (رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ)

مگر حضرت مدنی کا یہ وعظ احقر کے لئے پہلا وعظ تھا پوری بات کی سمجھ تو احقر ناقص الفہم کو اب تک بھی نہیں آئی اور اس وقت تو صرف زبانی لفظی علم بھی معمولی ہی تھا مگر اتنا یاد ہے کہ حضرت مدنی نے اپنے وعظ میں تواضع کا اس قدر مؤثر بیان فرمایا کہ سامعین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے ہر خاص وعام اپنی اپنی جگہ پر اپنے اپنے فہم وحوصلہ کے مطابق متاثر نظر آرہا

تھا باوجود اختلاف رائے اور مختلف مزاج و مذاق ہونے کے سب ہی سامعین پر کھلی آنکھوں اثر مشاہدہ میں آرہا تھا اور خاموشی کے ساتھ سب ہمہ تن بگوش تھے نہ نعرہ تھا نہ تکبیر تھی صرف قلبی تاثر اور انجذاب اور روحانی تصرف تھا اور

از دل خیزد بر دل ریزد

کا مصداق تھا اس وعظ میں حضرت مدنی نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ کسی عالم نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے حضرت نانوتوی کی یہ شکایت کی کہ وہ اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے بہت مٹائے ہوئے ہیں یہاں تک کہتے ہیں کہ میں اپنے میں اور دیوار میں کچھ فرق نہیں سمجھتا آپ ان کو سمجھایئے کہ خود کو اتنا نہ گرائیں تو اس پر بقول شیخ سعدی۔

مرا گفت پیر دانائے فرخ شہاب الخ

اس پیر دانا فرخ شہاب حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد قاسم مجھے ملیں گے تو میں ان سے کہوں گا کہ خود کو اور مٹایئے اس روشن ضمیر پیر کے نزدیک نہ معلوم تواضع کا اس سے بھی بلند کونسا مقام تھا اللہ ہی جانتا ہے، ہم لوگوں کے فہم کی رسائی وہاں تک کیسے ممکن ہے۔

حضرت مدنی نے اس واقعہ کو بہت مؤثر طریقہ پر بیان فرما کر یہ بھی فرمایا کہ آج کل ہر بات میں تصنع ہے تواضع میں بھی بناوٹ ہو رہی ہے خط کے آخر میں خود کو ''خاکسار'' لکھے ہیں مگر لکھتے وقت بھی تواضع اور خاکساری کی بجائے تکبر بھرا ہوا ہوتا ہے، اگر اسی وقت کوئی اس کو کہہ دے کہ واقعی آپ مٹی جیسے ہیں تو فوراً چہرہ متغیر ہو جائے اور کہنے والے سے جھگڑا کرنے لگے اگر واقعی خود کو خاکسار سمجھتے تھے تو پھر دوسرے کے کہنے پر بگڑنے کیوں لگے؟ معلوم ہوا کہ یہ بناوٹی اور لفظی تواضع تھی، دل میں اس کا اثر نہیں تھا۔

سبحان اللہ کیسے عجیب طریقہ اور عام فہم مثال سے تواضع کی حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے

ان حضرات کے سامنے حقائق واضح اور منکشف ہوتے ہیں اس کی تعبیر بھی القائی اور الہامی ہی ہوتی ہے رحمہم اللہ تعالی۔ (تذکرہ حضرت مدنیؒ)

امام محمدؒ اور دنیا سے بے رغبتی

امام محمدؒ وزارت عدل کے منصب جلیل پر فائز ہوئے قاضی القضاۃ کا سب سے بڑا منصب ان کے قدموں میں تھا مقام ورتبہ اور سرکاری حیثیت کچھ کم نہ تھی دولت اور دنیا کی ریل پیل تھی حشم وخدم ابروئے چشم کے منتظر رہتے تھے مگر بایں ہمہ امام محمدؒ زر و گوہر کو کنکر اور پتھر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے، وہ اپنی جان خدا تعالی کے ہاتھ فروخت کر چکے تھے اور اسی سودے پر خوش تھے، ان کی استقامت وعزیمت کے پیش نظر وہ کسی قیمت پر بھی حق کے راستے سے روگرداں نہیں کرائے جاسکتے تھے۔ امام محمدؒ صحن مسجد، مجلس درس اور دربار سلطانی مین یکساں طور پر سکون اور اطمینان کے ساتھ کلمہ حق کہنے کے عادی تھے، اور اس کے نتائج اور انجام سے قطعا بے پرواہ رہتے تھے، عزیمت وعظمت کی اس قدر بلندیوں پر ان کا نشیمن تھا، تاہم جاہ ومنصب کی بلند منزلوں پر پہنچنے اور حاکمانہ زندگی بسر کرنے کے باوجود انداز واطوار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا ان کی سادگی وملنساری ان کی دوستی وتواضع ان کا عجز وانکسار اپنے بے تکلف دوست احباب کے ساتھ رفاقت اور باہمی معاملات کے انداز واطوار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، ان کی سادگی اور ملنساری ویسی ہی تھی، بلکہ پرانے ملنے والوں اور نیازمندوں کے ساتھ تو یہ اختصاص تھا کہ حاجب اور دربان کی روک ٹوک کے بغیر وہ ان کے پاس پہنچ جاتے تھے، اور جب تک چاہتے تھے بیٹھے رہتے تھے اور مسائل ومعاملات پر گفتگو کر کے ان کے افکار آراء سے واقفیت بہم پہنچاتے اور معلومات حاصل کرتے تھے۔

طحاویؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علیؒ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ایک مرتبہ میرے والد نے اثنائے گفتگو میں امام محمدؒ کا ذکر کرتے ہوئے اور ان کی سیرت وکردار

پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

میں رقہ گیا وہاں امام محمدؒ منصب قضا پر فائز تھے میں ان کے دروازے پر پہنچا میں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی لیکن حاجب (دربان) نے منع کر دیا میں واپس چلا آیا پھر کافی عرصہ تک رقہ میں قیام پذیر رہا لیکن وہاں نہیں گیا، اسی اثنا میں ایک مرتبہ میں شہر میں گھوم رہا تھا امام محمدؒ اپنی سواری پر بیٹھے نظر آئے، وہ قاضی شہر کے لباس میں ملبوس تھے، انہوں نے جب مجھے دیکھا تو میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے بلایا اور اصرار کر کے اپنے ساتھ اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔

جب قیام گاہ پر پہنچے تو اپنے کمرے میں چلے گئے، ذرا دیر بعد میں میری طلبی ہوئی امام صاحب نے پوچھا تم اتنے دن سے آئے ہوئے ہو اور میرے پاس نہیں آئے مجھے معلوم ہوا ہے کافی دن سے تم یہاں مقیم ہو۔

میں نے جواب دیا کہ میں آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوا لیکن حاجب نے مجھے شرف زیارت حاصل کرنے کا موقع نہ دیا حالانکہ میں اسی طرح آیا تھا جس طرح اس وقت آیا کرتا تھا جب آپ منصب قضا پر فائز نہیں ہوئے تھے یہ سنکر امام محمدؒ مغموم اور متأسف نظر آنے لگے پھر فرمایا میرے کس حاجب نے تمہیں میرے پاس آنے سے روکا تھا؟ میں نے سوچا یہ ضرور اس حاجب کو سزا دیں گے لہذا میں نے جواب دیا اب میں اسے کیا پہنچانوں؟ بہر حال کوئی حاجب ہی تھا۔

امام صاحب میرا مقصد سمجھ گئے انہوں نے فرمایا اگر تم اس حاجب کی نشاندہی نہ کرو گے تو میں سارے حاجیوں کو برطرف کر دوں گا'' میں نے عرض کیا یہ تو آپ ظلم کریں گے، کہ جس حاجب نے مجھے روکا ہے اس کے علاوہ دوسرے حاجیوں کو بھی سزا دیں''

یہ سنکر امام صاحب نے جملہ حاجبوں کو طلب کیا اور آئندہ مجھے روکنے سے منع کر دیا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم جب چاہو آؤ کوئی روک ٹوک نہیں کی جائے گی۔ آ کر اس پردے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ جس کے پیچھے بیٹھ کر میں کام کیا کرتا ہوں یہاں پہنچ

کر ذرا کھکھار لیا کرو اور سلام کیا کرو اگر میں اس حالت میں ہوں گا کہ تمہیں بلالوں تو اندر بلالوں گا لیکن اگر اس حالت میں نہ ہوا تو تمہیں روک دوں گا پھر بے شک تم واپس جاسکتے ہو اس کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ جب چاہتا امام صاحب کے دولت کدے پر پہنچ جاتا، بہت سے لوگ اذن حاضری کے منتظر کھڑے ہوتے اور دربان ان کی روک ٹوک کررہے ہوتے مگر مجھ سے کوئی کچھ نہ کہتا میں سیدھا پردے تک پہنچ جاتا کھکھارتا پھر سلام کرتا اکثر ایسا ہوتا کہ میری کھکھار سنکر امام صاحب فرماتے ابو محمدؒ آجاؤ میں اندر چلا جاتا اور جب تک جی چاہتا بیٹھتا اور باتیں کرتا کبھی کبھی جب وہ بہت مصروف ہوتے تو فرمادیتے ابو محمدؒ اس وقت نہیں، تو میں واپس چلا جاتا۔ (بلوغ الامانی)

بصیرت امام ابوحنیفہؒ

علی بن جعدؒ سے روایت ہے کہ امام ابو یوسفؒ کہا کرتے تھے کہ جب میرے والد وفات پاگئے تو میری عمر چھوٹی تھی کم سن بچہ تھا میری والدہ مجھ کو ایک دھوبی کے پاس کام سیکھنے لے گئی راستہ میں امام ابوحنیفہؒ کا حلقہ درس تھا، میں دھوبی کی مجلس چھوڑ کر امام صاحب کے حلقہ درس میں بیٹھ گیا، جب بارہا ایسا ہوا تو والدہ مجھ کو کھینچ کر دھوبی کی مجلس میں لے جانا چاہتی تھی، مگر میں ابوحنیفہ کے حلقہ درس سے کسی دوسری جگہ جانے کے لئے قطعاً تیار نہ ہوتا تھا آخر میری والدہ نے تنگ آکر امام ابوحنیفہؒ سے عرض کیا کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور یہ لڑکا بھی یتیم ہے، میں سارا دن سُوت کات کات کر گزر اوقات کرتی ہوں معلوم نہیں آپ نے اس لڑکے سے کیا کہہ دیا ہے کہ میں اسے بہ منت و اصرار لے جانا چاہتی ہوں مگر یہ آپ سے جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ نے میری والدہ سے فرمایا اسے یہاں ہمارے ہاں رہنے دو علم پڑھے گا اور عنقریب صحن فیروزج میں روغن پستہ کے ساتھ فالودہ کھائے گا اور بعض مؤرخین نے امام ابو یوسفؒ کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ

هذا هو ذا يتعلم الفالوذج بدهن الفستق.

ترجمہ: یہ لڑکا پستے کے روغن میں تیار کیا ہوا فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے۔

والدہ نے یہ سنا تو سیخ پا ہوئیں اور امام ابوحنیفہؒ سے کہا۔

اَنْتَ شَيْخٌ قَدْ خَرِفْتَ وَذَهَبَ عَقْلُكَ

بڈھے تم سٹھیا گئے اور تمہاری عقل ماری گئی۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے منصب قضا کی ذمہ داری سونپی گئی تو میں صحن فیروزج میں خلیفہ رشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ خلیفہ کے نوکر فالودہ لائے روغن پستہ بھی اس کے ساتھ تھا مجھے خلیفہ نے کہا" فالودہ تناول فرمائیے یہ ایک خص قسم کا فالودہ ہے ہر وقت تیار نہیں کیا جا سکتا، خلیفہ کی یہ بات سن کر میں مسکرا دیا، خلیفہ نے میرے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو میں پس منظر اور سارا واقعہ سنا دیا، اور کہا کہ یہ میرے استاذ امام ابوحنیفہؒ کی کرامت ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ بے شک علم فائدہ دیتا ہے اور دنیا و آخرت میں مرتبہ بڑھاتا ہے پھر کہا:

رحمه الله ابا حنيفه لقد كان يَنظر بعين عقله ما لا يُنظر بعين راسه

ترجمہ: اللہ جل جلالہ امام ابوحنیفہؒ پر رحم کرے وہ عقل کی آنکھوں سے وہ چیز دیکھتے تھے جو سر کی آنکھوں سے بھی نہیں دیکھی جا سکتی۔

﴿خواب میں آنحضرت ﷺ کے آنکھ پر ہاتھ پھیرنے کی برکت﴾

ابو اسحاق بن حمزہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میں تیس سال سفر میں رہا میرے سفر کے دوران ہی سفر خرچ کم پڑ گیا میں رات کو پابندی کے ساتھ کتابت کیا کرتا تھا اور دن کو پڑھا کرتا تھا ایک رات میں چراغ کی روشنی میں بیٹھا لکھ رہا تھا سردیوں کا موسم تھا میری آنکھوں میں پانی اتر آیا مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا میں علم کے فوت ہونے اور شہر سے دور ہونے کی وجہ

سے رونے لگ پڑا مجھے اس حالت میں نیند آ گئی، میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے مجھ کو آواز دی یعقوب تم کیوں رو رہے ہو؟

میں نے عرض کی حضرت میری نگاہ ختم ہو گئی ہے اور اس وجہ سے جو چیز مجھ سے فوت ہو رہی ہے اس کا مجھ کو افسوس ہے آپ نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ میں آپ کے قریب ہو گیا آپ نے میری آنکھ پر ہاتھ مبارک پھیرا جیسے کچھ پڑھ رہے ہوں پھر میں جاگ گیا اور وہ نسخہ لے کر میں نے لکھنا شروع کر دیا امام یعقوب کی وفات ۲۰۷ھ میں ہوئی انہوں نے ۸۹ سال کی عمر پائی رحمہ اللہ۔ (تلاش علم)

یکے از عشاق لیلاءِ علم

لیلیٰ و مجنون کے قصوں آج تک لوگوں کی زبان پر مشہور ہیں مگر لیلائے علم کے عشاق کو دنیا بھلاتی چلی جا رہی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ

عشق علم مولی کم تر از عشق لیلی نیست،

علوم الٰہی و علوم نبوت کے عشاق کے واقعات لیلیٰ و مجنوں شیریں و فرہاد کے قصوں سے عجیب تر ہی نہیں بلکہ مفید تر ہیں اگر ان عشاق کے واقعات قابل عبرت ہیں تو ان عشاق کے واقعات قابل عمل ہیں۔ اگر انجام کار میں ان عشاق کو ذلت ملی ہے تو ان عشاق کو عزتیں اور رفعتیں ملی ہیں، عشاق علم نے وہ وہ کام سرانجام دئے ہیں جو ہزاروں فرہاد مل کر بھی سرانجام نہ دے سکیں، انہی عشاق علم میں سے ایک امام محمد بن سحنون القیروانی بھی ہیں جن کی ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۵۶ھ میں ہے ان کی سوانح میں آیا ہے مالکی کہتے ہیں کہ محمد بن سحنون کی ایک لونڈی تھی اس کو ام مدام کہا جاتا تھا امام ایک دن ان کے پاس تھے اور دیر تک کتاب کی تصنیف و تالیف میں مشغول رہے، وہ کھانا لے کر آئی اور عرض کیا کہ کھانا کھایئے تو انہوں نے کہا میں اس وقت مشغول ہوں جب انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہو گئی تو اس نے ایک ایک لقمہ ان کے

منہ میں ڈالنا شروع کردیا یہاں تک کے کھانا ختم ہوگیا وہ جس کام میں تھے اس کو طول دے رہے تھے یہاں تک کہ صبح کی اذان ہوگئی، تو شیخ نے فرمایا ام مدام پوری رات ہم مشغول رہے لاؤ جو کھانا وغیرہ تمہارے پاس ہے۔

لونڈی نے کہا میرے آقا وہ تو لقمہ لقمہ کرکے میں آپ کے منہ میں ڈال چکی ہوں تو شیخ نے فرمایا مجھے اس کا احساس تک نہیں ہوا۔

(ترتیب المدارک)

طلباء دارالعلوم کا انتخاب

حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ ایک دن دارالعلوم کے صحن (پیش نودرہ) میں کھڑے ہوئے تھے چند طلباء بھی حاضر تھے کہ دورہ حدیث کا ایک طالب مطبخ سے کھانا لے کر آپ کے سامنے آیا جبکہ اس وقت مطبخ میں صرف چودہ یا پندرہ طلباء کا کھانا پکتا تھا اور اس نے نہایت ہی گستاخانہ انداز میں شوربے کا پیالہ مولانا کے سامنے زمین پر دے مارا اور کہا کہ یہ ہے آپ کا اہتمام وانتظام کہ اس شوربے میں نہ مصالحہ ہے نہ گھی ہے، پانی جیسا شوربہ ہے، اور کچھ اور بھی سخت الفاظ کہے اس گستاخی پر طلباء جوش میں آ گئے مگر چونکہ حضرت مولانا پوری متانت کے ساتھ خاموش تھے اور زبان سے کچھ نہیں فرما رہے تھے اس لئے طلباء بھی خاموش کھڑے رہے بجائے کچھ فرمانے کے مولانا نے اس گستاخ طالب علم پر تین دفعہ اس کے سر سے پیر تک نگاہ ڈالی ،جب وہ طالب علم بک جھک کر چلا گیا تو مولانا نے حیرت سے طلباء کو فرمایا کہ کیا یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم ہے؟ طلباء نے عرض کیا حضرت یہ مدرسے کا طالب علم ہے فرمایا یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم نہیں ہے طلباء نے کہا کہ مطبخ کے رجسٹر میں اس کے نام کا باقاعدہ اندارج ہے اور یہ برابر مدرسہ سے کھانا لے رہا ہے فرمایا کچھ بھی ہو یہ مدرسے کا طالب علم نہیں ہے جب چھان بین ہوئی تو ثابت ہوا کہ وہ مدرسے کا طالب علم

نہیں ہے اس کا ہمنام ایک دوسرا طالب علم ہے اس نے دھوکہ سے محض نام کے اشتراک کی وجہ سے کھانا لینا شروع کر دیا ورنہ اس کا اندارج سرے سے ہی رجسٹروں میں نہیں ہے بات کھل جانے پر طلباء نے عرض کیا کہ حضرت بات تو وہی نکلی جو آپ نے ارشاد فرمائی تھی کہ یہ مدرسہ دیو بند کا طالب نہیں ہے لیکن آپ نے اس وقت کس بنا پر اس کے طالب علم ہونے کی نفی فرمائی؟

فرمایا میں ابتداء میں اہتمام سے نا کارہ اور بیزار تھا لیکن جب بھی چھوڑنے کا ارادہ کرتا تو حضرت نانوتویؒ روک دیتے تھے مجبورا پھر کام میں لگ جا تا تھا اور ردوانکار و جبر واصرار کے چند دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ احاطہ مولسری دارالعلوم میں دودھ تقسیم فرمارہے ہیں لینے والے آرہے ہیں اور دودھ لے جارہے ہیں کوئی گھڑا لے کر آرہا ہے کوئی لوٹا کوئی پیالہ اور کسی کے پاس برتن نہیں ہے تو وہ چلو ہی بھر کر دودھ لے رہا ہے اور اس طرح ہزاروں آدمی دودھ لے کر جارہے ہیں۔ فرمایا کہ وہ خواب دیکھنے کے بعد میں مراقب ہوا کہ اس واقعے کا کیا مطلب ہے؟ تو مجھ پر منکشف ہوا کہ کنواں صورت مثال دارالعلوم کی ہے اور دودھ صورت مثال علم کی ہے اور قاسم العلوم یعنی تقسیم کنندہ علم نبی کریم ﷺ ہیں اور یہ آکر دودھ لے جانے والے طلباء ہیں جو حسب ظرف علم لے کر جارہے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ مدرسہ دیو بند میں جب داخلہ ہوتا ہے اور طلبہ آتے ہیں تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ بھی اس مجمع میں تھا اور یہ بھی لیکن اس گستاخ طالب علم پر میں نے سر سے پیر تک تین دفعہ نظر ڈالی یہ اس مجمع میں تھا ہی نہیں اس لئے میں نے قوت سے کہہ دیا کہ یہ مدرسہ دیو بند کا طالب علم نہیں ہے۔

اس سے اندازہ ہوا کہ اس مدرسے کے لئے طلباء کا انتخاب بھی منجانب اللہ ہی ہوا ہے چنانچہ یہاں نہ اشتہار ہے نہ پروپیگنڈہ اور نہ ہی ترغیبی پمفلٹ کہیں جاتے ہیں کہ طلبہ آکر داخل ہوں بلکہ من جانب اللہ جس کے قلب میں داخلے کا داعیہ پیدا ہوتا

ہے خود ہی کشاں کشاں چلا آتا ہے۔ (حکایات وواقعات)

﴿جگر مراد آبادی پر حضرت تھانویؒ کی مجلس کا اثر﴾

اہل اللہ کی صحبت ایسا اکسیری نسخہ ہے جو اسے صحیح طور پر استعمال میں لے آتا ہے اس کے پرانے سے پرانے باطنی امراض بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ گناہوں کی دلدل سے نکلنا سہل تر ہو جاتا ہے، محبت خداوندی کا آب حیات نصیب ہو جاتا ہے، خوف خداوندی کا تریاق میسر ہو جاتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

شعراء میں سے جگر مراد آبادی ایک عظیم شاعر تھے۔ ان کی ابتدائی زندگی انتہائی غافلانہ تھی خوب پیتے تھے۔ وہ مے نوش نہ تھے بلا نوش تھے۔ مشاعروں میں کہیں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے ساتھ ملاقات ہوگئی۔ خواجہ صاحب حضرت اقدس تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اس وقت حضرت مجذوبؒ محکمہ تعلیم میں collectar کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اتنی دنیاوی تعلیم مگر چونکہ دل کی گھنڈی کھل چکی تھی لہذا درویشی غالب تھی ایسے اشعار کہے جیسے موتیوں کو انہوں نے مالا میں پرو دیا ہو۔ استاد جگر ان کی فقیرانہ زندگی سے بڑے متاثر ہوئے۔ ایک دفعہ جگر صاحب کہنے لگے۔ جناب! آپ سے مسٹر کی "تر" کیسے "مس" (Miss) ہوئی انہوں نے کہا تھانہ بھون جا کر کہنے لگے، کبھی میں بھی جاؤں گا حضرت نے فرمایا، بہت اچھا۔ اب حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے محنت شروع کر دی، صادقین کی صحبت کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ ایک دفعہ انہوں نے پوچھا۔

سنایئے حضرت! کیا حال ہے؟ حضرت خواجہ صاحبؒ نے عجیب اشعار سنا دیئے فرمایا۔

پنشن ہوگئی ہے کیا بات ہے اپنی
اب دن بھی ہے اپنا اور رات بھی اپنی

اب اور ہی ہے کچھ میرے دن رات کا عالم
ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

جب انہوں نے یہ اشعار سنے تو دل میں سوچنے لگے کہ ان کے دل میں محبت الٰہی اتنی بھری ہوئی ہے، تو ان کے شیخ کے دل کا کیا عالم ہوگا۔ چنانچہ کہنے لگے تھانہ بھون تو جاؤں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔ فرمایا وہ کونسی؟ کہنے لگے کہ وہاں جا کر بھی پیؤں گا ۔ یہ میری عادت ہے اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا میں حضرت سے پوچھوں گا۔ پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ حضرت! ایک بندہ بڑے کام کا ہے آنا بھی چاہتا ہے، مگر شرط لگاتا ہے کہ یہاں آکر بھی پیوؤں گا۔ حضرت نے فرمایا بھئی خانقاہ عوامی جگہ ہے یہاں پر تو اس کی بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ شراب نوشی معصیت (گناہ) ہے البتہ میں اسے اپنے گھر میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرالوں گا، کیونکہ مہمان کو اپنی ہر عادت پوری کرنے کی اجازت ہے، کافر کو بھی مہمان بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ جگر صاحب تیار ہو کر وہاں پہنچ گئے، وہاں جا کر پینا تو کیا، حضرتؒ کے چہرے کو دیکھتے ہی بات دل میں اتر گئی۔ کہنے لگے حضرت تین دعائیں کروانے آیا ہوں۔ حضرتؒ نے پوچھا، وہ کونسی؟ کہنے لگے، پہلی دعا یہ کیجئے کہ میں پینا چھوڑ دوں۔ حضرتؒ نے دعا فرمادی۔ ددوسری دعا یہ کیجئے کہ میں داڑھی رکھ لوں، حضرتؒ نے یہ بھی دعا فرمادی اور تیسری دعا یہ کیجئے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ حضرتؒ نے یہ دعا بھی فرمادی سبحان اللہ صحبت اور شیخ کی توجہ رنگ لا رہی ہے۔ چنانچہ اسی محبت وعقیدت کے ساتھ حضرتؒ سے بیعت کا تعلق قائم کرلیا۔ جب واپس ہوئے تو زندگی بدلنا شروع ہوگئی۔

ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ نہ پیؤں گا تو کیا ہوگا؟ اگر میں اللہ کو ناراض کر بیٹھا اور نفس کو خوش کرلیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ چنانچہ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے پینے سے توبہ کرلی۔ چونکہ بہت عرصہ سے پی رہے تھے اس لئے بیمار ہوگئے۔ ہسپتال گئے۔

ڈاکٹروں نے کہا کہ ایک دم چھوڑنا تو ٹھیک نہیں۔ تھوڑی سی پی لیں وگرنہ موت آجائے گی پوچھنے لگے تھوڑی سی پی لوں تو پھر زندگی کتنی لمبی ہو جائے گی؟ انہوں نے کہا دس پندرہ سال، کہنے لگے، دس پندرہ سال کے بعد بھی تو مرنا ہے بہتر یہ ہے کہ ابھی مرجاؤں تا کہ مجھے توبہ کا ثواب تو مل جائے چنانچہ پینے سے انکار کر دیا۔

اسی دوران ایک مرتبہ عبد الرب نشتر سے ملنے گئے وہ اس وقت وزیر تھے ان کا بڑا پروٹوکول تھا، یہ جب ان سے ملنے گئے تو جسم پر پھٹے پرانے کپڑے تھے اور بال بھی ایسے ہی، شکل وصورت بھی بالکل سادہ تھی۔ جب وہاں گئے تو چوکیدار نے سمجھا کہ کوئی مانگنے والا فریاد لے کر آیا ہوگا۔ چنانچہ اس نے کہا۔ جاؤ میاں! وہ مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا، اچھا اپنے پاس سے کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالا اور اس پر ایک مصرعہ لکھ کر عبد الرب نشتر کو بھیجا کیونکہ وہ بھی صاحب ذوق تھے عجیب مصرعہ لکھا۔

،،نشتر کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ،،

کنایہ دیکھئے کیا استادانہ بات کہی! جب کاغذ کا یہ پرزہ وہاں گیا تو عبد الرب نشتر اس پرزہ کو لے کر باہر نکل آئے۔ کہا، جناب! آپ تشریف لائے ہیں اور اندر لے گئے، بٹھایا اور حال پوچھا، چنانچہ بتایا کہ زندگی کا رخ بدل لیا ہے۔ تھوڑے عرصہ بعد چہرے پر سنت سجالی۔ لوگ ان کو دیکھنے کے لئے آتے تو انہوں نے اس حالت پر بھی شعر لکھ دیا۔ اب چونکہ طبیعت سے تکلفات ختم ہو گئے تھے۔ سادگی تھی اس لئے سیدھی سادی بات لکھ دی۔ فرمایا

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوا

شیخ کامل کی صحبت سے جگر پر پھر ایسی وارداتیں ہوتی تھیں کہ عارفانہ اشعار کہنا شروع کر دیئے چنانچہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ اللہ رب العزت نے ان کو باطنی بصیرت عطا فرمادی۔ پھر ان کی شاعری کو بھی ایسا عروج ملا کہ ان کے اشعار سے للٰہیت عیاں

ہوتی تھی، ایک ایک مصرعہ ایمان افروز ہوتا تھا۔ چنانچہ کیا خوب فرمایا۔

میرا کمال عشق میں اتنا ہے بس جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

(اکابر دیوبند کے ایمان افروز واقعات)

کیا خوب وقت تھا؟ کیسے عجب لوگ تھے؟

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میرے دل نے کہا کہ تو بخیل ہے مگر میرے نفس نے کہا کہ نہیں میں بخیل نہیں ہوں، میرے دل نے کہا نہیں تو بخیل ہے، میں نے نفس کو جانچنے کا پروگرام بنالیا چنانچہ میں نے کہا میرے پاس سب سے پہلے جو کچھ بھی آئے گا (خواہ وہ کتنا زیادہ کیوں نہ ہو) میں وہ سب کا سب اس فقیر کو دے دوں گا جو سب سے پہلے مجھے ملے گا۔ علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں ابھی یہ نیت پوری بھی نہ کر پایا تھا کہ ایک شخص نے پچاس دینار (اشرفیاں) مجھے پیش کیں، میں نے وہ اشرفیاں لے لیں اور کسی فقیر کی تلاش میں نکلا، سب سے پہلے مجھے ایک نابینا فقیر ملا جو ایک حجام سے حجامت بنوا رہا تھا میں نے وہ سب اشرفیاں اس فقیر کو دینا چاہیں تو وہ نابینا فقیر کہنے لگا کہ (حجامت کی اجرت میں یہ تمام اشرفیاں) حجام کو دے دو میں نے کہا کہ یہ پچاس اشرفیاں ہیں (کیا اس قدر بھاری دولت بھی کسی حجام کو بطور اجرت دی جاتی ہے؟) اس نابینا نے میری بات سنتے ہی اوپر کو سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ ہم نے کہا نہیں تھا کہ تو بخیل ہے میں نے جلدی سے وہ حجام کو دے دیئے مگر حجام نے بھی یہ کہہ کر واپس لوٹا دیئے کہ جب یہ فقیر حجامت بنوانے کے لئے بیٹھا تھا تو میں نے یہ نیت کر لی تھی کہ اس کی اجرت نہیں لوں گا (مجھے ان دونوں کی باتیں سن کو اس قدر غیرت آئی کہ) میں نے وہ اشرفیاں لا کر دریا میں پھینک دیں اور کہا کہ خدا اترا نا اس کرے، تجھے سے جو بھی ذرا سا دل لگائے کہ حق جلا جلالہ اس کو اسی طرح ذلیل کر دیتے ہیں۔

ڈھونڈتا ہے دل وہی کیف افریں ماحول پھر
وہ بہاریں اب کہاں جو ہائے میخانہ میں تھیں

حضرات قارئین غور فرمائیں کیا خوب وقت تھا کیسے کیسے عجیب لوگ تھے، کیا عالم کیا فقیر کیا حجام رہ ایک کا دل گویا دنیا کی محبت سے خالی ہے، خدا ہمیں بھی یہ دولت نصیب کرے آمین ثم آمین۔ (روض)

﴿شانِ عاشقانہ﴾

حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا نانوتویؒ (حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دارالعلوم دیوبند) کی شان درویشانہ نہ تھی، بلکہ عاشقانہ شان تھی، اورآپ کی مجلس دوستانہ ہوتی تھی، کھدر کے موٹے کپڑے پہنتے تھے ایک مرتبہ دیوبند سے نانوتہ کوتشریف لے جارہے تھے کہ ایک جولاہے نے بوجہ سادگی ہم قوم سمجھ کر یہ پوچھا کہ آج سوت کا کیا بھاؤ ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا وہ جولاہا بڑبڑاتا چلا گیا (حسن العزیز ص ۱۵۲)

﴿حکم شریعت کی پاسداری کی برکت اور تقوی کی بہار﴾

شیخ صالح بغدادیؒ نے فرمایا کہ میں نے قاضی ابوبکر بن محمد بن عبدالباقیؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں مکۃ المکرمہ میں مجاور تھا، ایک دن شدت سے مجھے بھوک لگی ہوئی تھی بھوک دور کرنے کے لئے مجھے کوئی چیز حاصل نہ ہوسکی اچانک میں نے ایک تھیلا دیکھا جو ریشم کا تھا، اور وہ ریشم کی رسی سے ہی بندھا ہوا تھا میں وہ اٹھا کر لے گیا (خیال یہ ہوگا کہ شاید کوئی کھانے کی چیز ہو) جب میں نے گھر جا کر تھیلے کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں قیمتی موتیوں کا ایک ہار ہے، ایسا بہترین ہار میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر میں گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ ایک شیخ اس کو تلاش کرنے کے لئے آواز لگا رہے تھے، وہ ایک کپڑا لئے ہوئے تھے، جس میں پانچ سو دینار تھے وہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص ہار

والا تھیلہ مجھے لا کر دے گا۔ تو میں اس کو یہ پانچ سو دینار دوں گا، پھر مجھے خیال آیا کہ میں محتاج اور بھوکا ہوں، اس شیخ سے میں یہ دینار لے لیتا ہوں، اور تھیلہ ان کو واپس کر دیتا ہوں۔ میں ان کے قریب گیا اور ان سے کہا کہ آپ میرے ساتھ آ جائیں، تو وہ میرے ساتھ چل دیئے میں ان کو گھر لے آیا۔ پھر میں نے ان سے تھیلے اور اس پر بندھی ہوئی رسی اور موتیوں کی علامتوں کے متعلق پوچھا جب انہوں نے درست علامت بتا دی تو میں نے وہ تھیلا نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔ جونہی میں ان کو تھیلہ نکال کر دیا۔ تو انہوں نے فوراً پانچ سو دینار مجھے دینا چاہے، مگر میں نے ان کے لینے سے انکار کر دیا، میں نے کہا کہ کچھ لئے بغیر اس تھیلے کا آپ کو لوٹانا مجھ پر واجب تھا۔ اس لئے میں یہ دینار نہیں لوں گا۔

انہوں نے میری بہت منت سماجت کی، مگر میں نے وہ دینار وصول نہ کیے بالآخر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، اور واپس چلے گئے، اس کے بعد میرے ساتھ یہ ہوا کہ میں مکۃ المکرمہ سے نکلا، ساحل سمندر پر گیا اور کشتی میں سوار ہو گیا خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سمندر میں کشتی ٹوٹ گئی سب لوگ اور ان کے مال غرق ہو گئے اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے ایک تخت پر مجھے محفوظ رکھا یہاں تک کہ میں ایک ایک جزیرے میں پہنچ گیا (وہاں کچھ لوگ رہتے تھے) اور ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گیا اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی ۔لوگوں نے میرا قرآن پاک سنا تو وہاں کا ہر باشندہ مجھ سے قرآن پاک پڑھنے کے لئے آیا۔ اس طرح میں نے تعلیم قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور مجھے ان لوگوں سے بہت مال حاصل ہو گیا۔ پھر اس مسجد میں مجھے قرآن کریم کے کچھ اوراق ملے تو میں نے ان کو دیکھ کر تلاوت شروع کر دی۔ جب لوگوں نے مجھے وہ اوراق پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو مجھ سے سوال کیا کہ کیا آپ لکھنا جانتے ہیں میں نے کہا ہاں ۔ وہ اپنے بچوں اور جوانوں کو لے کر آ گئے ۔ کہ ان کو بھی لکھنا سکھا دیں ۔ اس سے بھی مجھے بہت زیادہ مال حاصل ہوا۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگے کہ یہاں ایک یتیم بچی ہے اس کے پاس مال بھی

ہے ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ میں نے انکار کر دیا لیکن وہ کہنے لگے کہ یہ ضرور ہو کر رہے گا جب انہوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو میں نے ان کی بات قبول کر لی۔ جب سہاگ کی رات میں نے اس کو دیکھنے کے لئے اس پر نظر ڈالی تو بعینہ وہی ہار میں نے اس کے گلے میں پڑا ہوا دیکھا تو میری نظر اس پر ہی جم گئی گویا میرا کام صرف اسی ہار کو دیکھنا ہی رہ گیا، پھر مجھ سے کہا گیا کہ تم نے بچی سے صرف نظر کر کے (نگاہ پھیر کر) ہار پر نظر جما کر بچی کا دل توڑ دیا، تو میں نے ان کے سامنے پورا قصہ بیان کر دیا، میرا قصہ بیان کرنا ہی تھا کہ سب نے اونچی آواز سے تکبیر (اللہ اکبر) کی آواز بلند کی اور لا الٰہ الا اللہ پڑھا، یہ واقعہ تمام اہل جزیرہ میں پھیل گیا، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ وہ شیخ جس نے تم سے ہار لیا تھا وہ اسی بچی کے والد تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے دنیا میں اس شخص جیسا (متقی) مسلمان نہیں دیکھا، جس نے مجھے ہار واپس کیا تھا پھر وہ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ اس شخص کی مجھ سے ملاقات کرادے تاکہ میں اپنی اس بیٹی کی شادی اس شخص سے کر دوں، اب اللہ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا، اور آپ سے اس بچی کی شادی ہو گئی ہے، قاضی ابو بکرؒ کہتے ہیں کہ ایک مدت تک میں اس لڑکی کے ساتھ رہا، پھر اس کی وفات ہو گئی، اللہ تعالی نے اس سے مجھے دو بیٹیاں بھی عطاء فرمائیں، اس کی وفات کے بعد وہ ہار بطور وارثت مجھے اور میری دونوں بیٹیوں کو مل گیا، پھر میری ان دونوں بیٹیوں کی بھی وفات ہو گئی اور ہار مجھ اکیلے کے پاس رہ گیا، وہ ہار میں نے ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دیا، یہ مال جو آج تم میرے پاس دیکھ رہے یہ اسی مال میں سے باقی رہا ہوا ہے۔

محترم قارئین: مقام غور ہے کہ قاضی ابو بکرؒ نے جب صفت تقوی کا لحاظ رکھتے ہوئے ہار واپس کرنے کے بعد پانچ سو دینار لینے سے بھی انکار کر دیا تو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں کیا ہوا وعدہ۔

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

پورا فرما دیا، بلاشبہ خوف خداوندی ایک ایسا نسخہ کیمیا ہے جس سے انسان دنیا میں عزت پاتا ہے اور آخرت میں بھی سعادت ابدیہ حاصل کر لیتا ہے۔
کاش کہ آج کے مسلمان بھی ربانی وعدوں پر یقین رکھتے اور کاسہء گدائی لیے دنیائے کفر کے سامنے مارے مارے نہ پھرتے۔ (از طبقات الحنابلہ)

﴿ مامون رشید کی طرف سے صاحب علم کی قدردانی ﴾

نصر بن شمیلؒ پر بصرہ میں معاش کی اس قدر تنگی ہوگئی کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ بصرہ چھوڑ کر خراسان چلے جائیں، چنانچہ انہوں نے رخت سفر باندھا اور خراسان کی طرف روانہ ہوگئے، جب وہ اہل بصرہ سے جدا ہونے لگے تو ان کو الوادع کہنے کے لئے تین ہزار افراد ان کے ساتھ نکلے، جب یہ مقام مربدؔ پر پہنچے تو بیٹھ گئے (اہل بصرہ کی پریشانی اور جدائی کا دکھ دیکھ کر) فرمانے لگے کہ اے اہل بصرہ تم سے جدا ہونا مجھ پر شاق ہے، اللہ کی قسم اگر مجھے یہاں روزانہ ایک کلو لوبیا بھی مل جاتا تو میں کبھی تمہیں چھوڑ کر نہ جاتا۔
جس تین ہزار کے مجمع میں نصر بن شمیلؒ نے اعلان کیا تھا وہ تمام اہل علم تھے کوئی شخص بھی محدث، لغوی عروضی اور مؤرخ کے علاوہ نہیں تھا۔
قارئین: مقام غور ہے ان علم کے قدردانوں کے تین ہزار کے مجمع میں کوئی بھی شخصیت ایسی نہ تھی جو یہ معمولی سا بوجھ برداشت کر سکتی، بالآخر نصر بن شمیلؒ (غمگین دل سے دکھی دل) اہل بصرہ سے جدا ہو کر خراسان پہنچ گئے، وہاں اللہ جل جلالہ نے ان کی معاشی تنگی دور فرما دی ان کے ہاتھ بہت سا مال آ گیا۔
نصر دبن شمیلؒ نے خراسان میں اپنی اقامت مرؔوَ میں رکھی، وہ فرماتے ہیں کہ میں مامون کی رات کی گفتگو والی مجلس میں اجایا کرتا تھا؟ ایک رات میں مامون کی مجلس میں ایسی حالت میں گیا کہ میرے کپڑوں کو پیوند لگے ہوئے تھے۔
مامون کہنے لگے یہ کیا خشک زاہدانہ زندگی ہے کہ تم امیر المؤمنین کی مجلس میں اس

حالت میں آئے ہو کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو۔ میں نے کہا امیر المؤمنین میں بوڑھا اور کمزور شخص ہوں اور مرو کی گرمی شدید ہے، میں ان پھٹے پرانوں کپڑوں سے کچھ ٹھنڈک حاصل کرتا ہوں، (یعنی فقر کی اصل حالت کو چھپا کر اور عذر کر دیا) انہوں نے کہا نہیں تم خشک زاہد ہو۔ پھر حدیث پر بحث شروع ہوگئی۔

مامون نے عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ہشیم نے مجالد سے، انہوں نے شعبی سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

﴿اذا تزوج الرجل المرأة لدينها وجما لها كا ن فيه سداد من عوز﴾

کہ جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس کے جمال اور دین کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو غریب شخص کے لئے یہ بقدر کفایت گزر بسر کا بندوبست ہوتا ہے۔

اس روایت کو پڑھتے ہوئے مامون نے سداد (سین کے فتحہ کے ساتھ) پڑھا، میں نے کہا امیر امؤمنین ہشیم نے سچ کہا ہے مجھے عوف بن ابی جمیلہ نے بیان کیا کہ حضرت حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جو روایت بیان کی اس میں سداد (سین کے کسرہ کے ساتھ) ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مامون ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، انہوں نے کہا نضر تم نے یہاں سِداد کیوں پڑھا؟ میں نے کہا اس لئے کہا یہاں سَداد پڑھنا غلط ہے، مامون نے کہا کہ کیا تم مجھے غلط پڑھنے والا سمجھتے ہو؟

میں نے کہا غلطی ہشیم کی ہے وہ بہت غلطیاں کرنے والا تھا، امیر المؤمنین اس لفظ کی تفتیش میں لگ گئے اور کہنے لگے کہ ان میں کیا فرق ہے، میں نے کہا کہ (سَداد) دین اور راستہ میں اعتدال اور میانہ روی کو کہتے ہیں اور (سِداد) سین کے کسرہ کے ساتھ بقدر کفایت گزر بسر کو کہتے ہیں اور جس چیز کے ساتھ آپ کسی چیز کو بند کریں اسے سداد کہتے ہیں۔

امیر المومنین نے کہا کیا اہل عرب اس فرق کو جانتے ہیں، میں نے کہا ہاں عربی شاعر کا یہ شعر ہے۔

اضاعونی وای فتی اضاعوا　　　لیوم کریهة وسداد ثغر

(ترجمہ) انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کس نوجوان کو انہوں نے جنگ اور سرحد بند کرنے کے لئے ضائع کر دیا۔

مامون نے کہا اللہ اس شخص کا برا کرے جس کے پاس ادب یعنی علم ادب نہ ہو، کافی دیر وہ خاموش رہے، پھر مجھ سے کہنے لگے کہ نضر تمہارے پاس مال وغیرہ کیا ہے، میں نے کہا مَرْ وَ میں تھوڑی سی زمین ہے جس پر گزر بسر ہے، انہوں نے کہا کیا ہم تم کو اس کے ساتھ کچھ ہدیہ نہ کریں، میں نے کہا میں اس کا ضرورت مند بھی ہوں۔ مامون نے کاغذ لیا اور اس پر کچھ لکھنے لگے، مجھے علم نہ تھا کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں، انہوں نے خط لکھ کر خادم کے حوالہ کر دیا اور کہا کہ یہ خط لے کر ان کے ساتھ فضل بن سہل کے پاس جاؤ، جب فضل نے خط پڑھا تو مجھ سے کہنے لگے کہ اے نضر امیر المؤمنین نے تمہارے لئے پچاس ہزار درہم دینے کا حکم لکھا ہے، اس کا سبب کیا ہوا، میں نے بغیر جھوٹ کے صاف صاف واقعہ بیان کر دیا، واقعہ سن کر فضلؒ نے اپنی طرف سے تیس ہزار دینے کا حکم کر دیا، تو اس طرح میں نے اسی ہزار درہم لے لئے صرف ایک حرف کے بدلے جس کا مامون نے مجھ سے استفادہ کیا تھا۔

قارئین مقام غور ہے کہ مامون اور فضل دونوں حضرات نے ایک لفظ کی علمی تحقیق سننے کے بعد کس قدر صاحب علم کی قدر دانی کی، اللہ جل جلالہ ہمارے زمانہ کے اہل ثروت کو یہ توفیق بخشیں کہ وہ اہل علم سے اپنی جہالت کی وجہ سے دور ہونے کی بجائے ان سے استفادہ کریں اور ان کی قدر دانی کریں۔ (وفیات لاعیان، مثالب البصرہ)

پاکیزہ دل اور لقمہ حرام کی باطن پر تاریکی کا احساس

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس حضرت حکیم الامتہ مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے استاذ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص کی دعوت پر اس کے گھر کھانا کھانے چلا گیا، ابھی صرف ایک لقمہ ہی کھایا تھا کہ یہ احساس ہو گیا کہ کھانے میں کچھ گڑ بڑ ہے، شاید یہ حلال آمدنی نہیں ہے، جب تحقیق کی تو علم ہوا کہ واقعۃً حلال کی آمدنی نہیں تھی، مگر نادانستہ طور پر حرام آمدنی کا ایک لقمہ حلق میں جا چکا تھا، حضرت مولانا فرماتے تھے کہ میں نے اس پر توبہ واستغفار کی، باوجود کثرت توبہ واستغفار کے دو ماہ تک حرام لقمے کے ظلمت محسوس ہوتی رہی، اور دو مہینوں تک دل میں بار بار یہ خیال اور وسوسہ آتا رہا کہ فلاں گناہ کرلو، فلاں گناہ کرلو، دل میں گناہ کے داعیے پیدا ہوتے رہے (اگر چہ وسوسے، وسوسے ہی رہے اللہ کی خصوصی رحمت جوان پر تھی اس کی وجہ سے گناہ سے بچے رہے) حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے جن لوگوں کے دلوں کو پاک وصاف کر دیا ہوتا ہے ان کے دلوں پر معمولی غبار بھی آجائے تو بھی انہیں اس کا فوراً احساس وادراک ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام: غور وفکر کی بات ہے کہ ایک لقمہ حرام کا جب یہ اثر ہے تو جو لوگ حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر سب کچھ ہضم کر جاتے ہیں، بلکہ واضح طور پر معلوم ہونے کے باوجود بھی حرام کھانے سے باز نہیں آتے، ان کا دل کتنی ظلمتوں سے بھرا ہوگا، اللہ قادر مطلق سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھ سے سیاہ کاروں کو بھی اکابرین امت کے نقش پا پر چلنے کی توفیق بخشیں اور جملہ اہل اسلام کو اسلام کے ابدی سعادت دلانے والے احکام پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائیں ،، آمین ثم آمین۔ (اکابر دیوبند کے ایمان افروز واقعات)

اف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

حضرت ابن حذافہ کا ایمان افروز واقعہ

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ حضرت عبداللہ ابن حذافہؓ کے مناقب میں لکھتے ہیں،، ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ اپنے دور خلافت میں روم کی طرف ایک لشکر بھیجا، جس میں حضرت عبداللہ ابن حذافہ بھی تھے، دوران جنگ رومیوں نے حضرت عبداللہ ﷺ اور ان کے کچھ ساتھیوں کو گرفتار کرلیا (جب حضرت عبداللہ کو شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا تو) شاہ روم نے ان سے کہا آپ نصرانی ہو جائیں تو میں آپ کو اپنی حکومت میں شامل کرلوں گا، تو حضرت عبداللہ ابن حذافہ نے نصرانیت قبول کرنے سے انکار کردیا جس کی وجہ سے شاہ روم نے حکم دیا کہ ان کو تخت دار پر کھڑا کر کے تیر برسائے جائیں (جب ان کو تخت دار پر کھڑا کر دیا گیا تو وہ بالکل نہیں گھبرائے، جب شاہ روم نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر کسی قسم کے خوف کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تو ان کو تخت دار سے اتار دیا پھر اس نے اپنے کارندوں کا حکم دیا کہ دیگ میں پانی ڈالا جائے اور اس کو خوب گرم کیا جائے (جب پانی کھولنے لگا) تو شاہ روم نے اس میں ایک قیدی کو ڈالنے کا حکم دیا۔

دیگ میں قیدی کا ڈالنا ہی تھا کہ گوشت ہڈیوں سے جدا ہو گیا، اور قیدی کی ہڈیاں ہی ہڈیاں چمکنے لگیں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ ﷺ جب یہ منظر دیکھ چکے تو شاہ روم نے حکم دیا، کہ اگر یہ شخص نصرانیت قبول نہیں کرتا تو اس کو بھی اسی دیگ میں ڈال دیا جائے، اس میں ڈالنے کے لئے جب اُسے لے جایا گیا تو رو پڑے (ان کو روتا دیکھ کر) شاہ روم نے کہا کہ ان کو واپس لے آؤ جب ان کو واپس لے جایا گیا تو شاہ روم نے کہا لـــم بـــکیت تم کیوں روئے؟ تو حضرت عبداللہ ابن حذافہ ﷺ نے کہا (حضرت عبداللہ ﷺ کا جواب آب زر سے اعلی یاقوت کی تختی بنا کر لکھ دیا جائے تو بھی حق ادا نہ ہو) میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میری تمنا یہ ہے کہ میری سو جانیں ہوتیں اور میں اسطرح

اپنی ہر جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہوتا۔

ہر دل کہ بہ دام غم او شاد بود — از ہر دو جہاں فارغ و آزاد بود
دیدم ہمہ جا صورت معنی است یکے — ایں آئینہ ہر جاست، خداداد بود
جو دل کہ غم یار سے رہتا ہے شاد — ہے دونوں جہاں کے رنج و غم سے آزاد
ہر سو ہے مگر ایک ہی رنگ و معنی — آئینہ دل ہے کس صفا سے آباد

(یہ سن کر) شاہ روم کو بڑی حیرت ہوئی۔

پھر اس نے کہا کہ اچھا میرے سر کا بوسہ دے دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (صرف مجھے نہیں بلکہ) تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑا جائے شاہ روم نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور شاہ روم نے وعدے کے مطابق تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے ساتھیوں کو لے کر آئے تو حضرت فاروق اعظم کھڑے ہو گئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج۳ ص ۱۸۱)

گر بہہ جائیں اشک تو دھل جاتے ہیں دل بھی

شیخ ابوھاشم فرماتے ہیں میں نے بصرہ کا ارادہ کیا، ایک کشتی کرایہ پر لی، اس میں ایک شخص تھا جس کے ساتھ لونڈی تھی، اس شخص نے کہا کشتی میں تمہارے لئے جگہ نہیں، اس کی لونڈی کہنے لگی آپ اس کو کشتی پر سوار کرلیں۔

چنانچہ اس شخص نے مجھے کشتی پر سوار کر لیا جب کچھ سفر ہم طے کر چکے تو اس نے کھانا منگوایا دستر خوان پر کھانا چنا گیا پھر وہ شخص کہنے لگا اس مسکین کو بھی بلا لو۔ کہ وہ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھالے، مجھے بلایا گیا کیونکہ میں ایک مسکین شخص تھا اس لئے میں کھانے میں شریک ہو گیا، جب ہم سب کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ شخص لونڈی

سے کہنے لگا، اپنی شراب لے آ ؤلونڈی شراب لائی، اس شخص نے خود پی اور لونڈی کو حکم دیا کہ مجھے بھی پلائے میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے، مہمان کے واسطے حق ہے آپ مجھے چھوڑ دیں انہوں نے مجھے چھوڑ دیا جب اس شخص پر نیند کا غلبہ ہوا تو اس نے کہا اے تو اپنا ساز لا (یعنی خوش آوازی اور گانا بجانا) ظاہر کر، لونڈی نے ساز لے کر خوب گایا، پھر وہ شخص اچانک میری طرف متوجہ ہوا اور کہا، کیا اس طرح تم یہ کام کر سکتے ہو، میں نے کہا اس سے بہتر، پھر میں نے سورہ اذا الشمس کورت کی تلاوت شروع کر دی، جب میں **واذا العشار عطلت** پر پہنچا اس شخص کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ رونے لگا، اور جب میں **واذا الصحف نشرت** تک پہنچا تو وہ شخص پکار اٹھا کہ اے لونڈی تو چلی جا، تو اللہ کے راستہ میں آزاد ہے، اور جو کچھ شراب اس کے پاس موجود تھی سب پانی میں ڈال دی اور عود توڑ ڈالا، پھر میری طرف متوجہ ہوا اور مجھ سے بغل گیر ہو گیا اور کہا اے بھائی بتاؤ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اگر میں اللہ سے توبہ کروں تو وہ قبول کرے گا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر میں اس شخص کو اللہ کے لئے بھائی بنالیا اس کے بعد میں اور وہ چالیس سال تک اکٹھے رہے یہاں تک کہ ازل نے اس کو مجھ سے جدا کر دیا اور اس کی روح جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔

میں نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا تیرا کیا حال ہے وہ کہنے لگا مجھے بہشت دی گئی میں نے اس سے پوچھا کس عمل کی بدولت تو اس نے جواب دیا جو تم نے مجھے **اذاالصحف نشرت** تک تلاوت سنائی تھی (روض الریاحین)

حضرات قارئین: بلاشبہ قرآن کریم وہ پُر اثر کتاب ہے جس کا تالی اور سامع محروم نہیں رہتے بشرطیکہ وہ محروم القسمت نہ ہوں، بلاشبہ خدا کے حضور بندہ کی آہیں اور سسکیاں بے قیمت نہیں رہتیں ضرور ایک وقت وہ رنگ لا کر ہی رہتی ہیں۔

موتی سمجھ کر شان کریمی نے چن لئے　　　قطرے جو تھے میرے انفعال کے

﴿حقیقی معالج﴾

علامہ شبلیؒ نعمانی ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو لوگ انہیں علاج معالجہ کے لئے مارستان لے گئے مارستان کے سفیر علی بن عیسیٰ نے شاہ وقت کو ان کی آمد کی اطلاع دی مارستان کے بادشاہ نے بلا تاخیر ایک تجربہ کار ڈاکٹر علاج کے لئے بھیجا مگر یہ ڈاکٹر عیسائی تھا، اس نے حضرت کو بہت ادویات استعمال کروائیں مگر کسی دوا سے کوئی فائدہ نہ ہوا، ایک دن وہ ڈاکٹر شیخ سے کہنا لگا کہ اللہ کی قسم اگر آپ کی دوا میرے بدن کا کوئی عضو کاٹ کر بھی بنے تب بھی مجھے کوئی مشکل نہیں ہے (یعنی مجھے آپ سے اس قدر عقیدت ہوگئی ہے کہ میں اتنی بڑی قربانی دینے کے لئے بھی تیار ہوں)۔

شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ میری دوا تو بہت ہلکی سی ہے ڈاکٹر نے شیخ سے پوچھا وہ کیا ہے؟ شیخ نے فرمایا میری دوا یہ ہے کہ اس زنا کو توڑ دو (اور مسلمان ہو جاؤ) اس ڈاکٹر نے فوراً ہی کلمہ پڑھ لیا، کہنے لگا(**اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله**) اس کا کلمہ پڑھنا ہی تھا کہ حضرت کی طبیعت سنبھل گئی۔

جب بادشاہ کو اس قصہ کی خبر پہنچی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور روتے ہوئے کہنے لگا ہم نے مریض کو طبیب کے پاس بھیجا تھا نہ کہ طبیب کو مریض کے پاس۔

میں کہتا ہوں کہ درحقیقت طبیب اور ڈاکٹر وہی شخص ہوتا ہے جس کی حکمت کے ذریعے سے سب امراض جاتے رہیں سچ ہے۔

جو سنتے تھے صدائے دل
جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکانیں اپنی بڑھا گئے

(روض الریاحین)

﴿شرابی سے ولی الٰہی تک﴾

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں ایک بار میں دریائے نیل کے کنارے پر سیر کررہا تھا اچانک میری نگاہ ایک بچھو پر پڑی میں نے پتھر اٹھا کر اس کو مارنا چاہا مگر وہ بھاگ کر نیل کے کنارے پر جا ٹھہرا، میں نے دیکھا کہ دریا سے ایک مینڈک نکلا بچھو کود کر مینڈک پر سوار ہوگیا اور وہ تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جا نکلا (کیوں کہ یہ ایک بہت عجیب بات تھی) میں بھی اس کے پیچھے ہولیا (تاکہ اس راز کی حقیقت مجھ پر منکشف ہو) جب خشکی پر پہنچا تو بچھو کود کر نیچے اُتر گیا اور بڑی تیزی سے چلنے لگا میں بھی اس کے پیچھے پیچھے رہا (میں نے دیکھا) وہاں ایک شخص شراب پینے کی وجہ سے بے ہوش تھا، اس کے سر پر ایک اژدھا پھن نکالے ڈسنا چاہ رہا تھا بچھو نے نہایت تیزی سے اس کو ڈنگ مارا اژدھے کو ڈنگ لگانا تھا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا میں نے وہاں پہنچ کر اس شخص کو جگایا وہ بہت گھبرایا ہوا اٹھا جونہی اس کی نظر اژدھا پر پڑی اسے دیکھ کر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا۔

میں نے کہا گھبراؤ نہیں اللہ نے تم کو بچالیا ہے اور سارا قصہ شروع سے آخر تک اسے سنایا (کہ دیکھو اللہ نے تمہاری کس کس طرح حفاظت فرمائی) یہ سن کر اس جوان نے سر جھکالیا غور وفکر کر کے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہنے لگا، اے پروردگار اپنے نافرمان پر بھی تو ایسے ایسے احسان کرتا ہے تو فرمابرداروں پر کیا کچھ فضل نہ کرے گا اسی بات کو شیخ سعدیؒ نے اس طرح بیان فرمایا

دوستاں را کجا کنی محروم   تو کہ با دشمناں نظر داری

قسم ہے تیری عزت وجلال کی اس کے بعد کبھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا، پھر اس کی یہ کیفیت ہوئی کہ اس کی آنکھوں سے موسلا دھار بارش کی طرح آنسو برس رہے تھے وہ زاروقطار رو رہا تھا اور یہ اشعار اس کی زبان پر جاری تھے،

یا نائما والجلیل یحرسه   من کل سوء یدب فی الظلم
کیف تنام العیون عن ملک   تاتیک منه کرائم النعم

ترجمہ: اے سونے والے جلیل (یعنی اللہ) تیری حفاظت کرتا ہے ہر بری چیز سے جو اندھیروں میں چلتی ہے کیونکر سوتی ہیں آنکھیں ایسے بادشاہ سے کہ آتی ہیں اس کے پاس سے تیرے پاس بہت ہی عمدہ نعمتیں۔ (روض الریاحین)

﴿ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی﴾

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم عسقلان میں تھے ایک نوجوان ہمارے پاس آیا جایا کرتا تھا وہ ہم سے بات چیت کیا کرتا تھا، جب ہم فارغ ہوجاتے تو وہ نماز میں مصروف ہوجاتا تھا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور مجھے کہنے لگا کہ میں اسکندریا جاتا ہوں میں اس کے ساتھ ہولیا۔ اور چند دراہم میں نے اس کو بطور ہدیہ دیئے اس نے قبول کرنے سے انکار کردیا میں نے اصرار کیا اس نے پھر انکار کردیا۔ (جب اس نے دیکھا کہ میرا اصرار بڑھتا ہی جارہا ہے) تو اس نے اسی وقت ریت کی مٹھی بھری اور اس کو لوٹے میں ڈال دیا، قریب کے سمندر سے پانی لیا اور اس میں ملادیا، پھر وہ کچھ پڑھنے لگا اس کے پڑھتے ہی وہ گھلا ہوا ریت ستو بن گیا، جس میں شکر بھی ملی ہوئی تھی (پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھ سے) کہنے لگا بتاؤ جس کا حال یہ ہوا سے تمہارے درہم کی کیا ضرورت ہے؟ پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا۔

بحق الهوی یا اهل ودی تفهموا
للسان وجود بالوجود غریب
حرام علی القلب تعرض للهوی
یکون لغیر الحق فیه نصیب

قسم ہے محبت کی اے محبت رکھنے والو ربانی وجود حقیقی وجود کے ساتھ نادر ہے، حرام ہے

اس دل پر جو عشق کے درپے ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی کا کچھ حصہ بھی ہو (روض الریاحین)

حضرت شیخ مجذوبؒ کا اسی مضمون کا انتہائی قیمتی شعر ہے وہ فرماتے ہیں۔

ہر تمنا دل رخصت ہو گئی — اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے جب یہ شعر سنا فرمایا کہ اگر میرے پاس ایک لاکھ ہوتا تو بطور انعام دے دیتا ایک صاحب ذوق انیس نے کہا ہے،

امید نہیں جینے کی یاں صبح سے تا شام
ہستی کو یہ سمجھو کہ ہے خورشید لب بام
یاں کام کرو ایسا جو آئے وہاں کام
آجائے خدا جانے کب موت کا پیغام
اپنی کوئی ملک نہ املاک سمجھنا
ہونا ہے تمہیں خاک سب خاک سمجھنا

عدالت ہو تو ایسی

اسلام امن وآشتی عدل وانصاف کا وہ پاکیزہ نظام مہیا کرتا ہے، جس کی دوسرے مذاہب میں مثال تک نہیں ملتی، ظلم جبر کا خاتمہ کرتے ہوئے مظلموں کی صحیح معنی میں دادرسی، بے سہاروں کو حقیقی سہارا، اگر دیا تو اسلام اور پیغمبر اسلام نے دیا، آیئے ہم تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ اسلام کا عطا کردہ نظام عدالت کیسا پاکیزہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک زرہ کسی یہودی کے پاس تھی، یہودی نے وہ زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ زرہ میری ہی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی عدالت میں دعوی کر دیا، قاضی صاحب نے دونوں فریقوں کو طلب کرلیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعوی پیش کیا تو قاعدہ شرعیہ کے مطابق مدعی کے ذمہ گواہ

پیش کرنا ہوتا ہے قاضی صاحب نے گواہ طلب کیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گواہی میں اپنے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام لیا، قاضی صاحب نے کہا باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی قبول نہیں ہوتی، لہذا یہ گواہی قابل اعتبار نہیں، کوئی اور گواہ پیش کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا غلام قنوبرہ کو پیش کیا، قاضی صاحب نے کہا مولی کے حق میں غلام کی شہادت درست نہیں (یہ قاضی صاحب کا مسلک تھا) اب حضرت علی رضی اللہ عنہ مجبور ہو گئے، اور شہادت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا دعوی خارج کر دیا گیا اور زرہ یہودی کی رہی حالانکہ اصل میں زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی یہودی کی نہ تھی) یہودی نے جب یہ ساری کاروائی دیکھی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی، اور حضرت علی کا یہ کمال وعدل وانصاف دیکھ کر وہ فوراً امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدموں پر گر پڑا اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے مسلمان ہو گیا پھر تادم آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جان نثار رہا۔ (معارف مدنیہ)

محترم قارئین یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ اس قسم کے کثیر واقعات تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں کہ ایک جانب امیر المؤمنین خلیفہ وقت ہیں یا خداترس بادشاہ ہیں جن کے صدق وصفائی کی دنیائے کفر بھی گواہ ہے، اور دوسری طرف ایک جھوٹا غیر مسلم ہے اس نے عدالت میں جھوٹا دعوی کر دیا ہے۔ اس کے جھوٹے ہونے پر قرائن بھی موجود ہیں مگر اس کے باوجود عدالت اسلامیہ کے قاضی نے عدالت کے کٹہرے میں ایک یہودی کے مقابلہ میں امیر المؤمنین کو لا کر کھڑا کر دیا ہے، پھر اگر قاعدہ شرعیہ کے مطابق امیر المؤمنین کے حق میں فیصلہ نہیں آیا، تو بغیر کسی رعایت کے امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ دے دیا گیا ہے، یہ ہے اسلام کا نظام عدالت۔ ہے کوئی جو اس کی مثال پیش کر سکے۔

بہار اسلامی کی رونقیں

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت ہے ملک شام میں اسلامی فوج

اور عیسائیوں کا معرکہ برپا ہوا مسلمانوں نے عیسائیوں سے شہر حمس فتح کرلیا، کچھ مسلمان وہاں انتظام اور حفاظت کے لئے مقرر کر دئے گئے۔ مسلمانوں نے وہاں اسلامی نظام کو نافذ فرمایا، جس سے ظلم ختم ہوا یتیموں غریبوں بیواؤں کی دادرسی ہوئی پڑوسیوں کے حقوق دوسروں کی جان و مال عزت آبرو کی حفاظت احترام ہوا، دھو کے بازی غداری ظلم وستم کا سلوک کرنے کی ممانعت کے قانون جاری ہوئے۔

تمام لوگوں کے جائز حقوق مسلم و غیر مسلم کا امتیاز کیے بغیر یکساں طور پر حاصل ہونے لگے، اچانک کچھ عرصہ بعد اتفاقاً ایسی ضرورت پیش آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری فرمایا کہ حمس خالی کر کے مسلمان اسلامی لشکر کی مدد کے لئے چلے جائیں جب مسلمان شہر حمس چھوڑ کر روانہ ہونے لگے تو کیا عجیب منظر دیکھا کہ شہر کے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں، اور ان کی جدائی پر آنسو بہا رہے ہیں اس بات پر مسلمانوں کو نہایت حیرت ہوئی کہ ان لوگوں کو تو خوش ہونا چاہئے تھا کہ وہ اجنبی لوگ جنہوں نے ان کے شہر کو فتح کر کے اس پر اپنا قبضہ جما لیا تھا، وہ آج اس کو آزاد کر کے جا رہے ہیں، اس لئے مسلمانوں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم اس قدر غمگین کیوں ہو وہاں کے باشندوں نے جواب دیا کہ جب تک آپ نہیں آئے تھے تو جو لوگ یہاں حاکم تھے، اگرچہ ہمارے ہم مذہب عیسائی ہوتے تھے، مگر وہ ہم پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھاتے، رعایا کو اپنی جاگیر سمجھتے اور ناقابل برداشت ٹیکس وصول کرتے اگر کوئی ٹیکس ادا نہ کر پاتا تو اس پر وحشیانہ ظلم ڈھایا جاتا، رعایا کی عورتوں کو ہوس رانیوں کا شکار بناتے زبردستی غریبوں سے بے گار لیتے، پھر ان مظلوموں کی نہ کوئی دادرسی ہوتی تھی، نہ فریاد کی اجازت۔ ہماری زندگی نہایت مصیبتوں میں گھری ہوئی تھی، مگر جب سے آپ لوگوں نے اس شہر کو فتح کر کے انتظام سنبھالا شہر بھر کے لوگوں کی تمام شکایت دور ہو گئیں، ہر شخص اپنی اپنی جگہ محفوظ اور مطمئن ہو گیا، کسی کو اپنی جان و مال عزت و آبرو میں کسی بھی قسم کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا، اسی لئے آپ حضرات کی جدائی ہمیں انتہائی غم

ناک کر رہی ہے، ہم یوں محسوس کر رہے ہیں کہ ہمارے اندر کچھ فرشتے آئے تھے جو اب ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ (معارف مدینہ)

کچھ آئے تھے فرشتے جواب ہم سے جدا ہونے کو ہیں
پر اشک ہیں آنکھیں دل ہوا ہونے کو ہیں

﴿صحابہؓ کی گستاخی پر جواب صدیقی﴾

بدر واحد اور خندق وغیرہ کئی جنگوں کے بعد حضور ﷺ نے ٦ ھ ہجری ۶۲۸ عیسوی میں بنیت عمرہ مدینہ طیبہ سے عازم سفر مکہ ہوئے جان نثار صحابہ کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ تھی مکۃ المکرّمہ سے باہر مقام حدیبیہ پر آپ نے قیام فرمایا کیونکہ آپ کا مقصد صرف عمرہ کرنا تھا اس لئے آپ ﷺ نے ان کو اپنے ارادے سے مطلع فرمایا نبی کریم ﷺ نے بدیل سے قریش کے پاس صلح کی دعوت بھیجی قریش نے اپنی جانب سے ایک سردار عروہ بن مسعود ثقفی کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ کا ارادہ معلوم کرلے اور صلح کی بات پر گفتگو کرے عروہ بن مسعود اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے یہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے تو بڑے رعب سے بات چیت کرنے لگے وہ مسلمانوں کو قریش کی طاقت سے مرغوب کرنے کی کوشش کرنے لگے وہ کہہ رہے تھے اے محمد ﷺ تم نے یہ چند بے سر و سامان لوگ جمع کر لئے ہیں اور انہیں لے کر مکہ آئے ہو تا کہ اپنا مطلب نکالو قریش مکہ، مکہ سے باہر نکل آئے ہیں ان کے پاس عمدہ سواریاں ہیں چیتوں کی کھالیں انہوں نے پہن رکھیں ہیں اور وہ قسمیں کھا کر عہد کر چکے ہیں کہ وہ اسی طرح تمہیں مکہ میں گھسنے نہ دیں گے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں تمہارے یہ سب ساتھی جو اس وقت تمہارے اردگرد جمع ہیں تمہیں چھوڑ کر ہوا ہو جائیں گے حضرت ابو بکر صدیق ؓ جو فنا نے رسول ﷺ تھے اور خدا اور رسول ﷺ کے لئے ہر طرح جان و مال کی قربانی پیش کر چکے تھے ان کی رگ ایمان پھڑک اٹھی اور انتہائی قوت ایمانی

سے پر جوش لہجے میں عروہ سے مخاطب ہوئے اور ایسا سخت جواب ان کو دیا کہ اس کو لا جواب کر دیا اور اس کے لئے اس قسم کی مزید گفتگو کی قوت تاب نہ چھوڑی آپ نے کہا اے بے ہودہ لات کی شرم گاہ کو چومنے والے کیا صحابہء رسول ﷺ آپ ﷺ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ (ہر گز نہیں) بلاشبہ

ہر مسلمان رگِ باطل کے لئے نشتر تھا
اس کی آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا

(معارف مدینہ)

﴿ تلاوت اخیر شب ﴾

حضرت عبد الواحد بن زیدؒ حضرت علماء تابعین میں سے تھے حضرت حسن بصریؒ کے رفقاء میں سے تھے وہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم نے ایک بڑی فوج کے ساتھ بوقتِ صبح ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا میرے ساتھی آرام کے لئے لیٹ گئے، اور (چونکہ سفر کرتے کرتے تھک چکے تھے) محو خواب ہو گئے (میرا) رات کے آخری حصے میں قرآن پاک پڑھنے کا معمول تھا میں نے اپنے معمول کے مطابق قرآن کی تلاوت شروع کی۔ تو مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا لیکن میں نے سخت مجاہدہ کر کے اپنا معمول پورا کر ہی لیا، اور سونے کی غرض سے بستر پر نیم دراز ہوا، اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ پہلے سو جاتا اور نیند سے بے دار ہو کر معمول کو پورا کر لیتا تو اچھا ہوتا، نیند بھی پوری ہو جاتی (اور معمول بھی) یہ خیال صرف میرے دل میں ہی گزر رہا تھا ابھی ہونٹوں کو بھی حرکت نہ دی تھی کہ مجھے نیند آ گئی۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حسین ترین نوجوان نو خیز لڑکی میرے سامنے کھڑی ہے اور اس کے ہاتھ میں موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک رقعہ ہے میں نے کہا اے لڑکی یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کچھ کہے بغیر وہ رقعہ میری طرف پھینک دیا میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

ینام من شاء علی غفلة
والنوم اخو الموت فلا یتکل
تنقطع الاعمال فیه کما
تنقطع الدنیا عن المنتقل

جو چاہے کہ وہ غفلت کے ساتھ سو جائے (تو وہ یاد رکھے کہ) نیند موت کی بہن ہے اس پر بھروسہ نہ کرے اسمیں اعمال ایسے منقطع ہو جاتے ہیں جیسے مرنے والے سے دنیا کٹ جاتی ہے۔

(وہ کہتے ہیں کہ) یہ اشعار پڑھ کر میں نے دیکھا تو وہ لڑکی غائب ہو چکی تھی، راوی کہتے ہیں شیخ عبدالواحد بکثرت یہ اشعار پڑھا کرتے اور رویا کرتے اور فرماتے تھے موت نمازی اور نماز کی لذت کے درمیان حائل جب وہ نماز کے لئے اٹھتے تو سیدھے پھرتی سے اٹھتے اور محراب میں کھڑے ہو جاتے۔ (دلیل الصالحین وقصص العابدین)

امام محمدؒ کا ایک ہفتہ میں حفظ قرآن

جب امام محمد بن الحسن الشیبانی جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مایہ ناز شاگرد اور امام مجتہد ہیں) جب یہ سن تمیز کو پہنچے تو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی، اس کا جتنا حصہ ہو سکا حفظ کر لیا اور حدیث اور ادب کے سبق میں شامل ہونے لگے پس جب امام محمد ۱۴ سال کی عمر کو پہنچے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے تا کہ ان سے ایک مسئلہ کے متعلق پوچھیں جو ان کو پیش آیا پس انہوں نے امام صاحب سے اس طرح سوال فرمایا آپ اس لڑکے کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد بالغ ہوا کیا وہ عشاء کی نماز لوٹائے؟ فرمایا ہاں، پس امام محمد نے جوتے اٹھائے اور چلے گئے اور مسجد کے ایک کونے میں عشاء کی نماز لوٹائی جب امام ابوحنیفہؒ نے ان کو نماز لوٹاتے ہوئے دیکھا تو تعجب کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو یہ لڑکا ضرور کامیاب ہوگا، اور پھر ایسے

ہی ہوا جیسے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے دین کی فقہ کی محبت ڈال دی جب سے مجلس فقہ کا جلال ملاحظہ فرمایا، پھر امام محمدؒ فقہ حاصل کرنے کے ارادے سے امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں آئے، امام نے ارشاد فرمایا قرآن کریم ازبر یاد ہے؟ پس امام محمد نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا پہلے قرآن یاد کر پھر تحصیل فقہ کے لئے آنا پس امام محمدؒ چلے گئے اور سات دن تک غائب رہے اور پھر اپنے والد صاحب کے ساتھ حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے قرآن پاک ازبر یاد ہے امام ابوحنیفہؒ نے بطور امتحان کئی مقامات سے قرآن کریم سناسن کر مکمل تسلی ہوئی۔ تو امام محمدؒ کو اپنے درس فقہ میں داخل کرلیا) اس کے بعد امام صاحب کی مستقل طور پر صحبت اختیار کی۔ اور اسلام میں عظیم الشان مجتہد کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ (بلوغ الامانی فی سیرت الامام محمد بن حسن الیشبانی ص ۵)

کیفیت عبادت ام المؤمنین

حضرت عائشہؓ کے بھتیجے فرماتے ہیں ایک دن صبح صبح میں نے اپنے پھوپھی سید طیبہ طاہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں حاضری دی تو وہ کھڑی نماز میں مشغول تھیں اور قرآن کریم کی آیت تلاوت کررہی تھیں فمن الله علینا ووقانا عذاب السموم سو اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔ ام المؤمنین یہ آیت مبارکہ بار بار دہراتی جارہی تھیں اور دعا اور گریہ بھی کررہی تھیں اور میں نے بہت انتظار کیا اور کھڑے کھڑے اکتا گیا اس لئے اپنے کسی کام کے لئے بازار چلا گیا میں واپس آیا تو وہ اسی حال میں نماز پڑھ رہی تھیں اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(صفة الصفوة لابن جوزیؒ ج ۲)

دلوں کا سورج غروب نہیں ہوتا

حضرت ذوالنون مصریؒ ایک عبادت گزار لونڈی کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں دریا کے کنارے پر چل رہا تھا اک لونڈی پر میری نگاہ پڑی جس کے پیچھے

بچے لگے ہوئے تھے اور اسے پتھر مار رہے تھے میں نے بچوں کو روکا، اور اس لونڈی نے میری طرف دیکھا اور مجھے سے مخاطب ہو کر بولی، اے ذوالنون! اللہ آپ پر رحم کرے مجتہد کی علامت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا دن کا روزہ اور رات کی عبادت مجتہدین کی علامت ہے، لونڈی نے کہا بس یہی میں نے کہا ہاں لونڈی نے یہ شعر پڑھے۔

یـــا حبیـــب الـقـلـوب انـت حبیـب:
انـــت انســی وانـــت مـــنـــی قـریـب
یـــا طبیبـــا بـــذكـــره یتـداوی
كـــل ذی عـــلة فـــنـــعـــم الـــطبیبـی
طـــلـــعـــت شـمـــس مـن احبک لیلا
واستـــنـــارت فـــمـــا تــلاه غـــروب
ان شـــمـــس الـنـهـــارتغـرب بـــا للیل
وشـمـــس الـقـلـوب لیـس تغیـب
فـــاذا مـــاا لـــظـــلام اسبـل سـقـــرا
فـــالـــی ربهـــا تـحـســن الـقـلـوب

اے دلوں کے محبوب آپ ہی حقیقی محبوب ہیں، آپ ہی سے مجھے محبت ہے آپ ہی میرے قریب ہیں، اے وہ طبیب جس کے ذکر سے علاج کیا جاتا ہے، ہر مرض کا پس میرا طبیب کیا خوب ہے، طلوع ہوتا ہے اس شخص کے سورج جو آپ سے محبت کرتا ہے رات کے وقت اور روشن ہو جاتا ہے پس وہ اس کے بعد غروب نہیں ہوتا بیشک دن کا سورج رات کے وقت غروب ہو جاتا ہے، اور دلوں کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ پھر جب رات کی تاریکی اپنی چادر تان لیتی ہے تو دل اپنے رب کی طرف اشتیاق رکھتی ہیں۔

پھر وہ لونڈی کہنے لگی، اے میرے پروردگار آپ کی حیاء نے مجھے بیمار کر دیا اور آپ کی محبت نے مجھے کمزور کر دیا اگر میں آپ کے احسانات یاد کرنے لگوں تو میری فکر ان کو نہیں گھیر سکتی، اور اگر اپنے عیوب پر پردہ پوشی دیکھوں تو میں آپ کا شکر ادا نہیں کر سکتی۔ مجھے تعجب ہے ان عارفوں پر جو آپ کی معرفت کے باوجود آپ کے خوف سے ریزہ ریزہ نہ ہوئے، اور آپ کے اوصاف بیان کرنے کے بعد آپ کی وسیع قدرت سے منتشر نہ ہوئے، آپ کی ذات بہت بابرکت ہے، آپ کا نافرمان ایسا جاہل اور ناواقف ہے جو یہ جانتا ہے کہ آپ اس کے ہر ہر فعل پر مطلع ہیں (پھر بھی) آپ کے حلم اور بردباری سے دھوکہ کھا جاتا ہے (لیل الصالحین وقصص العابدین)

﴿ ذوق عبادت ہو تو ایسا ﴾

رات کا سناٹا ہے لوگ سونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں شب بیدار اپنی اپنی عبادت گاہوں کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، ایک عظیم الشان شخصیت جن کو شرف صحابیت حاصل ہے، جن کا اسم گرامی شمعون بن زید الازدی رضی اللہ عنہ ہے اور کنیت ابوریحانہ ہے ایک غزوہ سے اپنے گھر واپس تشریف لائے، (بھوک لگی ہوئی تھی) رات کا کھانا تناول فرمایا، وضو کیا اور اپنی عبادت گاہ میں گئے، اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے پس انہوں نے ایک سورت پڑھی (پھر یا تو دوسری سورت شروع کر دی یا اس سورت کی تلاوت کے ساتھ غور وفکر میں منہمک ہو گئے) اسی جگہ ہی رہے یہاں تک کہ مؤذن نے اذان کہہ دی تو ان سے ان کی بیوی کہنے لگیں۔

یا ابا ریحانہ غزوت فتعبت ثم قدمت فما کان لنا فیک نصیب؟

اے ابوریحانہ آپ جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور (اس میں) خود کو تھکایا پھر آپ واپس آ گئے (پھر آپ نے ساری رات عبادت میں گزار دی) کیا پس ہمارے لئے آپ میں کوئی حصہ نہیں ہے؟

حضرت ابوریحانہؓ فرمانے لگے کیوں نہیں، آپ کا مجھ پر حق ہے لیکن اگر آپ مجھے یاد آتیں تب ہی تو آپ کا میرے ذمہ حق ہوتا، وہ عرض کرنے لگیں کیا ہے وہ چیز جس نے آپکو اس قدر مشغول کر دیا (کہ آپ ہمیں بھول گئے) حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اللہ تعالی نے اپنی جنت کے بارے میں جن لذتوں کو بیان فرمایا ہے (یعنی باغات حوریں، انہار، ازواج، لباس وغیرہ نے ایسا مشغول کیا) یہاں تک کہ میں نے مؤذن کی اذان سنی۔

حضرات قارئین غور فرمائیں کیسی تھیں یہ مقدس شخصیات جن کا ذوق عبادت اتنا بلند ہے کہ فرشتے بھی ان پر رشک کرتے ہوں گے ان حضرات کے قرآن کریم کے ساتھ تعلق اور عشق کے کیا کہنے؟ باوجود اس کے کہ ایک عرصہ تک گھر سے دور رہ چکے ہیں سفر کی تھکاوٹ بھی ہے اہل وعیال سے محبت بھی مگر اس سب کے باوجود کوئی چیز بھی انہیں تلاوت قرآنی عبادت ربانی سے غافل نہ کر سکی۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۵۰۸ ج ۲)

حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ اور حقوق العباد

حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ کے متعلق الاصابہ میں ہے کہ انہیں میاء فارقین میں سواری باندھنے کے لئے ایک رسی کی ضرورت پڑی تو انہوں نے ایک قبطی کے اہل خانہ سے چند کھوٹے سکوں کے عوض (معمولی) رسی خریدی اور لوٹ آئے یہاں تک کہ عقبۃ الرستن تک پہنچ گئے جو حمص کے قریب ہے (اس مقام پر پہنچ کر انہیں خیال آیا کہ ادا سی کی قیمت میں نے تو ادا نہیں کی پتہ نہیں لڑکے نے بھی ادا کی ہے یا نہیں) تو (فوراً) اپنے لڑکے سے پوچھا کہ کیا تم نے رسی والوں کو پیسے ادا کر دیئے تھے) اس نے کہا نہیں تو حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ اسی وقت اپنی سواری سے اتر پڑے، پھر انہوں نے خرچہ نکالا اپنے لڑکے کو دے دیا اور اپنے ہم سفروں سے فرمانے لگے کہ آپ حضرات اس کی

اچھی طرح معاونت کرتے رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اہل خانہ تک پہنچ جائے۔ اور حضرت ابو ریحانہ ﷺ خود میاء فارقین کی طرف لوٹ گئے، وہاں پہنچ کر رسی والوں کو پیسے ادا کر دیئے، پھر اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ آئے۔ محترم قارئین یہ کیسے خدا ترس لوگ تھے اگر ایک طرف حقوق اللہ کی ادائیگی اور اس کی عبادت کرنے سے غافل نہیں ہیں تو دوسری جانب حقوق العباد کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں دیکھئے قیمت کی عدم ادائیگی کا خیال آتے ہی حضرت ابو ریحانہؓ واپس لوٹ گئے نہ تو یہ سوچا کہ آنے جانے والے افراد کے ذریعے سے پیسے بھیج دیئے جائیں گے، اور نہ ہی یہ سوچا کہ جب آئندہ آنا ہو گا تو ادا کر دیں گے بلکہ خود ہی اتنی بڑی مسافت پر روانہ ہو گئے۔ اور یہ خیال تو ان کے دل میں آ ہی نہیں سکتا تھا کہ ایک رسی کے چند ہی تو کھوٹے سکے ہیں نہ بھی ادا ہوئے تو کیا ہو جائے گا کیونکہ یہ وہ تھے حضرات جب کے قلوب میں تقویٰ کی للّٰہیت خوف آخرت اور خشیت الٰہی اس طرح رگ و ریشے میں رچ بس چکی تھی کہ شیطان کو بھی ایسا وسوسہ ڈالنے کی ہمت نہ ہوتی ہو گی یقیناً یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے اردگرد حفاظت خداوندی کا ایسا مضبوط کڑا تھا جس کو توڑنا عدو مبین (شیطان) کے لئے آسان نہ تھا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲ ص ۵۰۸)

﴿ حضرت ابو ریحانہ ﷺ کی عجیب کرامت ﴾

حضرت ابو ریحانہؓ (کشتی وغیرہ میں) سوار ہو کر سمندر میں جا رہے تھے ان کے کئی صحف تھے اور وہ سلائی کر رہے تھے، ان کی سوئی سمندر میں گر گئی پس انہوں نے دعا کی، **عذمت علیک یا رب الاارددت علی ابرتی،**

اے میرے پروردگار میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میری سوئی مجھے لوٹا دیں پس سوئی ظاہر ہو گئی) حضرت ابو ریحانہ ﷺ کے قریب آ گئی یہاں تک انہوں نے اسے لے لیا۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲ ص ۵۰۸)

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کچھ بندگان خدا ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالی پر قسم کھالیتے ہیں تو اللہ تعالی ان کی قسم پوری فرمادیتے ہیں۔

﴿ہمیشہ قرآن کریم کیساتھ گفتگو کرنیوالی عظیم خاتون﴾

اس عظیم خاتون کی حکایت جو ہمیشہ قرآن کریم کیساتھ گفتگو کرتی تھی۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے گھر کا حج کرنے کے لئے نکلا اور اس کے نبی کی قبر کی زیارت کا بھی ارادہ تھا تو میں ابھی راستے میں تھا اور اس جگہ کا نام تھا سواد مقام وہاں ایک بڑھیا عورت اون پہنے اور اون کی اوڑھنی اوڑھے پائی میں نے کہا:

﴿السلام علیک ورحمة الله وبركاته،﴾

جواب دیا:

﴿سَلامٌ قَوْلاً مِن رَّبٍّ الرَّحِيمِ﴾ (یسٓ ع ۳ آیت: ۵۸)

ترجمہ: ''سلام پروردگار مہربان کی طرف سے کہا جائے گا۔''

میں نے پوچھا: ''اللہ تجھ پر رحم کرے اس جگہ کیا کر رہی ہے؟''

جواب دیا:

﴿مَنْ يُضْلِلِ اللهُ فَلا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾

ترجمہ: ''جس کو اللہ گمراہ کردے اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور اللہ ان کو چھوڑ دیتا ہے ان کی سرکشی میں کہ وہ سرگرداں پھرتے رہیں۔''

تو میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ گم کر بیٹھی ہے تو میں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔

جواب دیا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾

(بنی اسرائیل ع۱ آیت:۱)

ترجمہ: ''وہ (ذات) پاک ہے جو بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔''

تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتی ہے پھر میں نے پوچھا کتنے عرصے سے یہاں ہوں آپ تو کہا:

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾ (مریم ع۴ آیت۱۰)

ترجمہ: ''کہا کہ پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم صحیح سالم ہو کر تین رات (دن) لوگوں سے بات نہ کرسکو گے۔''

پھر میں نے پوچھا کس چیز کے ساتھ وضو کرتی ہے:

جواب دیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾

(النساء ع۴ آیت:۴۳)

ترجمہ: ''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک کہ غسل

نہ کرلو ہاں اگر بحالت سفر راستے چلے جارہے ہو (اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کرسکو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی اور منہ ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم) کرلو بے شک خدا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔"

پھر میں نے کہا میرے پاس کھانا ہے تو کھانے میں رغبت ہے؟ کھالو۔ کہا:

﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ ع ۷ آیت: ۱۸۷)

ترجمہ: "روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورت کے پاس جانا جائز کردیا گیا وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو خدا کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کر گئے تھے سو اس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے درگزر فرما کر اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو۔ اور خدا نے جو چیز تمہارے لئے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اس کو (خدا سے) طلب کرو اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو اور جب تک تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو یہ خدا کی حدیں ہیں ان

کے پاس نہ جانا اسی طرح خدا اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔ (یعنی بڑھیا کی مراد تھی کہ میرا روزہ ہے)۔"

تو میں نے اس پر پوچھا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے؟ (پھر روزہ کیا؟) کہا:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ عْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْم﴾

(البقرہ ع۳ آیت: ۱۵۸)

ترجمہ: "بے شک (کوہ) صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے (بلکہ طواف ایک قسم کا نیک کام ہے) اور جو کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ قدر دان جاننے والے ہیں۔"

(یعنی میرا نفلی روزہ ہے) تو میں نے کہا سفر میں تو روزہ (فرض بھی) نہ رکھنا جائز ہے (یہ تو پھر بھی نفلی ہے)؟

جواب دیا:

﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْن فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

(البقرہ ع۷ آیت: ۱۸۴)

ترجمہ: "(روزوں کے دن) گنتی کے چند دن ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت (نہ) رکھیں تو وہ روزے کے بدلے محتاج کو

کھانا کھلایا کریں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔"

(یعنی بڑھیا کی مراد تھی کہ) روزہ نہ رکھنے کی اگرچہ اجازت ہے لیکن پھر روزہ رکھنا زیادہ بہتر فرمایا ہے۔

پھر میں نے آخر پوچھ ہی لیا کہ تو اس طرح بات کیوں نہیں کرتی جیسے میں بول رہا ہوں۔

تو اس نے جواب دیا:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾ (بنی اسرائیل ع۴ آیت:۳۶)

ترجمہ: "اور (اے بندے) جس چیز کا تجھ کو علم نہیں (اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں) تو اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل اب سب (اعضاء) سے ضرور باز پرس ہوگی تو میں نے کہا مجھ سے خطا ہوگئی ہے لہٰذا درگزر فرمائیں۔"

تو کہا:

﴿ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾

(یوسف ع۴ آیت:۹۲)

ترجمہ: "(یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ آج کے دن تم پر کچھ عتاب نہیں ہے خدا تم کو معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔"

پھر میں نے کہا کیا تجھے ضرورت ہے کہ میں تجھ کو اپنی اس اونٹنی پر سوار کر کے تیرے قافلے تک پہنچا دوں؟

جواب دیا:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ ﴾

(البقرہ ع۹ آیت:۱۹۷)

ترجمہ: ''حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہے تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے اور نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے اور جو نیک کام تم کرو گے وہ خدا کو معلوم ہو جائے گا اور ذادراہ (یعنی راستے کا خرچ پانی) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ) زادراہ (کا) پرہیزگاری ہے اور اے اہل عقل! مجھ سے ڈرتے رہو تو میں نے پھر اپنی اونٹنی بٹھا دی (تاکہ وہ سوار ہو جائے)۔''

تو اس نے کہا:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ (النور ع۱۰ آیت:۳۰)

ترجمہ: ''مؤمنین کو کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ (رکھنے والی چیز) ہے بے شک اللہ خبر رکھنے والا ہے جو بھی وہ کرتے ہیں۔''

تو میں نے اپنی نگاہیں پست کرلیں اور اس کو کہا سوار ہو جائیں لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اونٹنی بدک گئی اور اس کے کپڑے پھٹ گئے تو کہنے لگی:

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾

(الشوریٰ ع۵ آیت:۳۰)

ترجمہ: ''اور جو بھی تم کو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے

اور اللہ (تو بہت سی لغزشیں) معاف کر دیتا ہے۔“

میں نے کہا صبر کرو میں اس کی ٹانگیں باندھ دوں؟ تو کہا:

﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ (الانبیاء ع۶ آیت:۷۹)

ترجمہ: ”تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریقہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکمت نبوت) اور علم بخشا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد علیہ السلام کا تابع کر دیا تھا کہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور جانوروں کو بھی (تابع) کر دیا تھا اور ہم ہی (ایسا کرنے والے تھے۔“

تو پھر میں نے اونٹنی کے پاؤں باندھے اور اس کو کہا سوار ہو جائیں۔ جب وہ سوار ہوگئی تو کہا:

﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ. وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ (الزخرف ع۷ آیت:۱۳،۱۴)

یہ سوار ہونے کی دعا ہے۔

ترجمہ: ”تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو اور جب اس پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرماں کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی اس کو بس میں کر لیتے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں تو پھر میں نے اونٹنی کی مہار تھامی اور تیز چلنے لگا اور تیز آواز جدی گا تا جا رہا تھا (اونٹ کو تیز چلانے کے کلام)۔“

تو اس نے کہا:

﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ

الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ﴾ (لقمان ع ۱۱ آیت:۱۹)

ترجمہ:''اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہ اور (بولتے وقت) آواز پست رکھ کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی سی ہے اور کچھ نہیں کہ) سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔''

تو پھر میں لگام تھامے آہستہ آہستہ چلنے لگا اور اشعار میں گنگناتا رہا۔

تو پھر اس نے کہا:

﴿اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا. وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (المزمل ع ۱۴ آیت:۲۰)

ترجمہ:''تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو اور خدا تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں

اور بعض خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا

کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور خدا کو نیک (اور
اخلاص نیت سے) قرض دیتے رہو اور جو عمل نیک تم اپنے لئے آگے بھیجو
گے اس کو خدا کے ہاں بہتر اور اچھا صلہ پاؤ گے اور خدا سے بخشش مانگتے
رہو بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔''

(بڑھیا کی مراد تھی کہ قرآن پڑھنا اشعار سے زیادہ بہتر ہے) پھر میں نے کہا بے شک آپ کو خیر کثیر (بہت بھلائی) دی گئی ہے۔

تو اس نے کہا:

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُو الْاَلْبَابِ﴾ (البقرہ ع ۵ آیت:۲۶۹)

ترجمہ: ''(اللہ) وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو دانائی ملی
بے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت کو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو
عقل مند ہیں۔''

پھر جب میں نے اس کے ساتھ تھوڑا سفر کر لیا تو پوچھا کیا آپ کا شوہر ہے تو اس نے کہا:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ (مائدہ ع ۴ آیت:۱۰۱)

ترجمہ: ''مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو کہ اگر (ان
کی حقیقت) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر قرآن کے
نازل ہونے کے ایام میں ایسی
باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کر دی جائیں گی۔ (اب تو) خدا نے ایسی
باتوں (کے پوچھنے) سے درگزر فرما دیا ہے اور خدا بخشنے والا بردبار ہے۔''

پھر میں خاموش ہو گیا اور چلتا رہا یہاں تک کہ اس کے قافلے تک اس کو پہنچا دیا پھر میں نے کہا اس قافلے میں تیرا کون ہے۔

کہا:

﴿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ﴾ (کہف ع ۱۸۰ آیت:۴۶)

ترجمہ: ''مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق) اور زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہے تو میں نے جان لیا کہ قافلے میں اس کے لڑکے ہیں۔''

پھر میں نے پوچھا کہ ان کی علامتیں کیا ہیں؟

تو کہا:

﴿ وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴾ (سورت نحل: آیت ۱۶)

ترجمہ: ''اور (راتوں میں) نشانات بنا دیئے گئے اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں پھر مجھے پتہ چل گیا کہ وہ قافلے کو راستہ بتانے والے آگے آگے چلنے والے ہیں پھر میں آگے کی طرف پہنچا اور شروع کے خیموں میں پوچھا کہ ان میں سے تیرا کون ہے۔''

جواب دیا:

﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ۝ وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۝ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ﴾

ترجمہ: ''اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا دوست بنا لیا اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے باتیں کیں اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھام (حفظ کر) تو میں (سمجھ گیا کہ اس کے لڑکوں کے یہ نام ہیں) اور آواز دی اے ابراہیم!

اے موسیٰ! اے یحییٰ۔''

تو اندر سے خوبصورت جوان نکلے گویا کہ چاند متوجہ ہو گئے ہیں جب ان کے ساتھ بیٹھا تو بڑھیا نے کہا:

﴿ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴾

(سورت کہف:۱۹)

ترجمہ: ''اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے رفاقت کریں ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں) کتنے عرصے رہے؟ انہوں نے کہا جتنی مدت تم رہے ہو تمہارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا کون سا ہے تو اس میں سے کھانا لے آنا اور آہستہ آیا جائے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے۔''

تو پھر ان لڑکوں میں سے ایک اٹھا اور کھانا خرید کر لایا پھر انہوں نے کھانا میرے آگے رکھ دیا تو بڑھیا نے کہا:

﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾

(سورت حاقہ: آیت ۲۴)

ترجمہ: ''کھاؤ اور پیو خوشی سے بسبب اس کے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیا۔''

پھر میں نے کہا۔

مجھ پر تمہارا کھانا حرام ہے یہاں تک کہ تم مجھے اس (بڑھیا) کی خبر

دوتو انہوں نے کہا کہ یہ ہماری ماں ہے چالیس سال سے۔ قرآن کے علاوہ اور کچھ نہیں بولتی اس خوف سے کہ کہیں لغزش (زبان) ہو جائے اور اس پر رحمٰن کی ناراضگی اتر پڑے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے (اس کے لئے کیا مشکل ہے)۔

پھر میں نے کہا:

﴿ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءَ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم ﴾

(سورہ جمعہ:۴)

ترجمہ: ''یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

الحمد لله بنعمته تتم الصالحات فله الحمد اولا واخرا، ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالى على حبيبه خير خلقهمحمد وعلى اله وصحبه و اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين.

کریما اپنی شایانِ شاں بے طلب دیدے
فقیر ہوں پر نہیں آتا طریقہء سوال مجھے
غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تری خواہش ہے
دم آخر ہو لب پہ نام ترا بس یہی میری چاہت ہے
بدی میں گزری ہے عمر ساری نصیب توفیق نیکی اب ہو
رہوں مین مشغول ذکر طاعت بس اب یہی شغل روز و شب ہو
ہردم کروں میں اب اے میرے باری
جب سانس لوں ہو جائے جاری

غیر مقلدیت پر لاجواب رسائل کا قیمتی مجموعہ

رسائلِ اعظمی

اُمتِ مسلمہ جن مسائل پر متفق تھی اُن میں غیر مقلدین کے رخنہ ڈالنے
اور انتشار پیدا کرنے کے جواب میں بہتر علمی تحریرات کا مجموعہ

تالیفات
امیر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن المحدث الاعظمی
نوّر اللہ مرقدہٗ

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی